عظمتِ اہلبیتِ رسول ﷺ

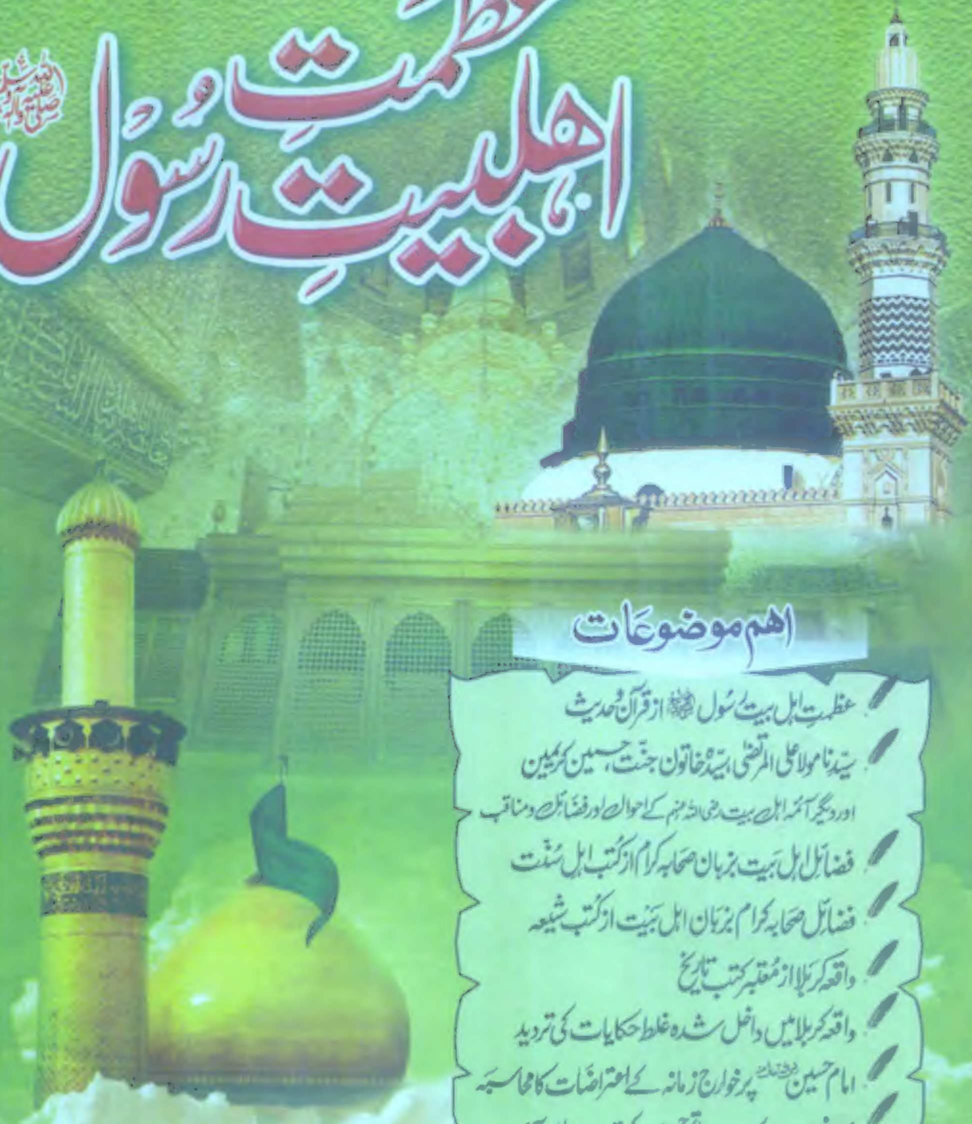

اہم موضوعات

- عظمتِ اہل بیتِ رسول ﷺ از قرآن و حدیث
- سیدنا مولا علی المرتضیٰ، سیدہ خاتونِ جنت، حسنین کریمین اور دیگر آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے احوال اور فضائل و مناقب
- فضائل اہل بیت بزبان صحابہ کرام از کتب اہل سنت
- فضائل صحابہ کرام بزبان اہل بیت از کتب شیعہ
- واقعہ کربلا از معتبر کتب تاریخ
- واقعہ کربلا میں داخل شدہ غلط حکایات کی تردید
- امام حسین رضی اللہ عنہ پر خوارج زمانہ کے اعتراضات کا محاسبہ
- شیعوں کے مروجہ ماتم حسین کی تردید بزبان آئمہ اہل بیت از کتب شیعہ

مصنف

مفسرِ قرآن علامہ حافظ قاری

محمد طیب نقشبندی

بحکم شیخ طریقت سیدی و سندی حضور قبلہ پیر سید

محمد باقر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کیلانی مجددی نقشبندی

مکتبہ برہان القرآن

مرکز الاویس دا تا دربار مارکیٹ لاہور

0321-4298570

بسم الله الرحمن الرحيم

دِیدارِ مُصطفیٰ ﷺ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْحَبِیْبِ الْعَالِی الْقَدْرِ الْعَظِیْمِ الْجَاہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ

بزرگوں نے فرمایا کہ جو شخص ہر شبِ جُمعہ (جمعہ اور جمعرات کی درمیانی رات) اس درود شریف کو پابندی سے کم از کم ایک مرتبہ پڑھے گا، موت کے وقت سرکارِ مدینہ ﷺ کی زیارت کرے گا اور قبر میں داخل ہوتے وقت بھی یہاں تک کہ وہ دیکھے گا کہ سرکارِ مدینہ ﷺ اُسے قبر میں اپنے رحمت بھرے ہاتھوں سے اُتار رہے ہیں۔ (افضل الصلوٰۃ علیٰ سیّد السادات)

عظمتِ اہلبیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مصنف

مفسرِ قرآن علامہ حافظ قاری
محمد طیب نقشبندی

بحکم شیخ طریقت سیدی وسندی حضور قبلہ پیر سید
محمد باقر علی شاہ گیلانی مجددی نقشبندی

ناشر: مکتبہ برہان القرآن

مرکز الاویس دا تا دربار مارکیٹ لاہور 0321-4298570

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب عظمتِ اہلبیتِ رسول ﷺ

مصنف مفسرِ قرآن علامہ حافظ قاری محمد طیب نقشبندی

طباعت اوّل ذوالحج ۱۴۳۵ھ

طباعت دوم محرم الحرم ۱۴۳۹ھ ستمبر 2017ء

صفحات 344

باہتمام محمد نعمان رضا

ہدیہ

ملنے کے پتے

دار النور دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی

اسلامک بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ فیضانِ مدینہ مدینہ ٹاؤن، سردار آباد (فیصل آباد)

Find us in UK

UK Branch: Jamia Rasolia Islamic Center
250 Upper Chorlton Road Old Trafford Manchester M16 0BL
Mob: 007786888834 007450005809

فہرست مضامین

- پیش لفظ 24
- وجہ تالیف 25
- کچھ مصنف کے بارے میں 27
- کچھ کتاب کے بارے میں 31

باب اوّل

اہل بیت رسول ﷺ کے اجتماعی فضائل

فصلِ اول

آیاتِ قرآن مجید اور فضیلت اہل بیت رسول ﷺ

- نبی اور آلِ نبی پر درود وسلام 33
- چوتھی آیت، مودۃ فی القربیٰ کا حکم 56
- پانچویں آیت آل یٰسین پر سلام 59
- چھٹی آیت حبِ آلِ رسول کا صلہ 61
- ساتویں آیت مسکین و یتیم اور اسیر کو کھانا دینا 62

فصل دوم

احادیث اور فضیلت پنج تن پاک رضی اللہ عنہم

- حدیث میں علی، فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم جنت میں ایک جگہ ہوں گے 66
- فاطمہ رضی اللہ عنہا خواتین جنت کی اور حسنین رضی اللہ عنہم نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں 66
- پنجتن پاک مقام وسیلہ میں ہوں گے 67
- اہل بیت رسول ﷺ کے مختلف افراد کے فضائل 67

- نبی ﷺ کی آخری وصیت محبت اہل بیت 68
- اے علی، فاطمہ وحسنین! تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور تمہارا دوست میرا دوست 68
- پنجتن پاک پر درود وسلام 70
- ام المؤمنین ام سلمہ اور آپ کی بیٹی بھی اہل بیت ہیں 71
- پنجتن سے محبت کرنے والا جنت میں میرے ساتھ ہوگا (حدیث) 71
- حدیث دہم اے اللہ میں ان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو 71

فصلِ سوم

اہل بیتِ رسول ﷺ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عقیدت

- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شانِ اہلِ بیت علیہم الرضوان کی تصدیق 73
- فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حبِ آلِ رسولِ معظم ﷺ 77
- عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور محبتِ آلِ نبی ﷺ 82
- ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور محبتِ آلِ فاطمہ رضی اللہ عنہا 85
- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور عقیدت اولادِ رسول ﷺ 87
- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا کردار در عظمت اہل بیت علیہم الرضوان ابرار 90
- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اعلام در شان اہل بیت عظام علیہم الرضوان 91
- کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خطباء حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرتے تھے؟ 94

فصل چہارم

اہل بیت رسول ﷺ بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے گہری محبت رکھتے تھے

- کلامِ حضرت علی رضی اللہ عنہ درشانِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم 97
- امام حسن رضی اللہ عنہ کی عقیدت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے 98
- امام حسین رضی اللہ عنہ جنت میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو پانی پلا رہے تھے 99
- امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے گستاخوں پر پھٹکار 100
- نوں آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی روایت کردہ حدیث خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی شان میں 102

فصل پنجم
آئمہ اہل سنت کی اہل بیت رسول ﷺ سے والہانہ عقیدت

۱۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ اور حبِ آلِ رسول رحمان ﷺ	104
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حمایت اہل بیت رضی اللہ عنہم میں حکومت کے خلاف فتویٰ دیا	105
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حب اہل بیت رضی اللہ عنہم میں جام شہادت نوش کیا	106
حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی والدہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں	107
سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اہلِ بیتِ رسول رضی اللہ عنہم سے عقیدت	107
امام احمد بن حنبل اور عقیدت اہل بیت رسول ﷺ	108
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی آل رسول ﷺ سے عقیدت	108
حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور حب آل نبی ﷺ	110
حضرت مجدد الف ثانی اور آل رسول ﷺ کی تعظیم	110
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت	111
مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت اہل بیت	111

باب دوم
مناقب امیر المومنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ

فصل اول
حیات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند نمایاں نقوش

ولادت	113
تربیت	114
قبول اسلام	114
ہجرت	115
عقد مواخات	115
شادی	115

بدر واحد میں آپ رضی اللہ عنہ کا کردار	116
جنگ خندق	116
غزوہ خیبر	116
خیبر میں آپ رضی اللہ عنہ کے لئے سورج کا لوٹایا جانا	117
علی رضی اللہ عنہ دوشِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر	117
غزوہ تبوک اور مولا علی رضی اللہ عنہ	118
حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن میں	118
اعلانِ غدیر خم	119
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تغسیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	119
خلافتِ صدیق اور بیعت علی رضی اللہ عنہم	119
آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت	121
جنگ جمل	121
جنگ صفین	123
خوارج کا ظہور	124
آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت	124

فصل دوم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل

آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں اترنے والی آیات قرآن	126
پہلی آیت: وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ﴿۲۱۴﴾	126
دوسری آیت: وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ	127
تیسری آیت: فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا	127
چوتھی آیت: اِنَّ الۡاَبۡرَارَ يَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ كَاۡسٍ	129
پانچویں آیت: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَاجَيۡتُمُ الرَّسُوۡلَ	130

- آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 130
- اے علی! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو 132
- جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر میں اپنا پرچم دیا 133
- حلتِ جنابت فی المسجد النبوی 133
- تزویج فاطمہ رضی اللہ عنہا با علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ 134
- تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام 135
- جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ مولا ہے 137
- مومن علی رضی اللہ عنہ سے بغض اور منافق محبت نہیں رکھ سکتا 137
- اے ابوتراب جاگ جاؤ 139
- محبِ پنجتن جنت میں میرا ساتھی ہوگا 139
- اے اللہ علی رضی اللہ عنہ کو دیکھے بغیر مجھے دنیا سے نہ اٹھانا 140
- حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اقوالِ صحابہ 140
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال 140
- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوال شانِ علی رضی اللہ عنہ میں 141
- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور مولا علی رضی اللہ عنہ 143
- حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ درمدح مولا علی رضی اللہ عنہ 143
- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور مولا علی رضی اللہ عنہ 144
- مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی کرامت 144
- حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا علم 145

فصل سوم

سیدنا حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اخلاق حمیدہ

- آپ رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی 146
- آپ رضی اللہ عنہ کی سادگی 146

- آپ رضی اللہ عنہ کا فقر اور فقیرانہ زندگی 148
- آپ کی سخاوت 149
- آپ رضی اللہ عنہ کا خلق خدا کی خبر گیری کرنا 150
- جسمانی طہارت کا اہتمام 152

باب سوم

مناقب حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہرا خاتون جنت رضی اللہ عنہا

فصل اول

سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات زندگی

- ولادت مبارکہ 153
- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی 156
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز 157
- حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی ولادت 158
- سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فقیرانہ زندگی 159
- سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شرم و حیا 161
- آپ رضی اللہ عنہا کا صبر و تحمل 161
- آپ کی عبادت و ریاضت 163
- آپ کا وصال شریف 163

فصل دوم

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل

- پہلی فضیلت خواتین امت کی سردار 165
- حضرت مریم علیہا السلام افضل ہیں یا فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا؟ 166
- حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا؟ 167

- دوسری فضیلت. آپ سب عورتوں سے بڑھ کر رسول خدا ﷺ کو محبوب تھیں 170
- تیسری فضیلت. رسول خدا ﷺ آپ کو دیکھ کر محبت سے کھڑے ہو جاتے 171
- چوتھی فضیلت. حضور ﷺ اپنے سفر کی ابتداء و انتہا بیت فاطمہ ؓ پر کرتے تھے 171
- پانچویں فضیلت. فاطمہ ؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اس کی تکلیف میری تکلیف ہے 172
- چھٹی فضیلت. رسول اکرم ﷺ کی نسبت آپ ؓ سے چلی 172
- کیا ابو بکر صدیق ؓ نے حضرت فاطمہ ؓ سے باغ فدک چھین لیا تھا؟ 173
- شیعوں کے دو متضاد دعوے 173

باب سوم
مناقب حضرت امام حسن بن علی ؓ

فصل اول
آپ کے مختصر احوال زندگی

- ولادت 177
- آپ ؓ کی خلافت 178
- آپ ؓ کا امیر معاویہ سے بیعت کرنا 179
- آپ ؓ کا وصال 180
- آپ ؓ کی تدفین 181
- آپ ؓ کو زہر کس نے دیا تھا 182

فصل دوم
حضرت امام حسن ؓ کے فضائل

- آپ کی فضیلت میں احادیث نبویہ 183

فصل سوم
حضرت امام حسن ؓ کے اخلاق حمیدہ

- آپ ؓ کی عبادت 185

- آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت 185
- آپ رضی اللہ عنہ کی کثرت ازواج کی حکمت 186
- آپ رضی اللہ عنہ کا حلم 187
- تنبیہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی و جہنمی کہنے کی برائی 187

باب چہارم

مناقب سید الشہداء حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

فصل اول

سیدنا امام عالی امام حسین رضی اللہ عنہ کے احوال زندگی

- ولادت باسعادت 189
- امام حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن مبارک 192
- امام حسین رضی اللہ عنہ دورِ خلافت راشدہ میں 195
- دور یزید اور آغاز واقعہ کربلا 196
- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد کیوں بنایا؟ 197
- امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف خروج کیوں اور کیسے فرمایا؟ 199
- امام حسین رضی اللہ عنہ کی اہل بصرہ کو دعوت حق 202
- صحابہ کرام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ 204
- یزید نے ابن زیاد کو قتل حسین رضی اللہ عنہ پر اکسایا 208
- آپ رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی 208
- کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں بیعت یزید پر آمادہ ہو گئے تھے؟ 209
- میدان کربلا میں ۱۰ محرم 211
- کربلا میں خطبہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ 212
- حضرت حر رضی اللہ عنہ کا لشکر یزید کو چھوڑ کر لشکر حسین رضی اللہ عنہ میں آجانا 213
- کیا آل رسول ﷺ پر کربلا میں پانی بند نہیں ہوا تھا؟ 213

- امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا میں آخری نماز ادا کرنا 215
- شہادت حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ 216
- حضرت قاسم بن امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت 217
- حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما کی شادی کربلا میں؟ 217
- حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت 217
- امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ 219
- شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے رسول خدا ﷺ پر کیا گزری؟ 221
- شہداء کربلا میں اہل بیت رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی 221
- خیمہ اہل بیت رسول ﷺ پر کوفیوں کی تاراج 223
- امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نور سے چمک رہا تھا 223
- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دربار ابن زیاد میں 224
- اسیران اہل بیت رضی اللہ عنہم کی کوفہ سے شام روانگی 225
- سر حسین رضی اللہ عنہ دربار یزید میں 226
- کیا یزید کو قتل حسین رضی اللہ عنہ پر واقعتاً دکھ ہوا تھا یا نہیں؟ 227
- قتل حسین رضی اللہ عنہ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کا یزید کے خلاف خروج 230
- واقعہ کربلا کے بعد اہل مدینہ پر یزید کے مظالم 231
- مکہ شریف پر یزید کی چڑھائی اور موت 232
- اہل مدینہ کو ستانے والا شخص جہنمی اور ملعون ہے۔ 233
- یزید پر لعنت کا جواز 234
- قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کا تاریخی انجام 236
- یزید کا انجام 236
- کوفہ میں مختار ثقفی کی حکومت کا قیام 237
- شمر لعین کا انجام 237

- خولی بن یزید کا عبرت ناک انجام 238
- عمر بن سعد کا خوف ناک اور عبرت انگیز انجام 239
- ابن زیاد کا وحشت ناک انجام 240
- ابن زیاد کے سر میں سانپ داخل ہوتا ہے 241

دوسری فصل

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل

- امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے مشترکہ فضائل 243
- کیا باغی اہل جنت کا سردار ہو سکتا ہے؟ 245
- فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 245

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے انفرادی فضائل

- پہلی آیت، دین پر استقامت اور حسین رضی اللہ عنہ 248
- دوسری آیت، نماز اور صبر کے ساتھ استعانت اور حسین رضی اللہ عنہ 251
- تیسری آیت، مصائب سے امتحان اور صبر حسین رضی اللہ عنہ 254
- چوتھی آیت، جان دے کر جنت کی خریداری اور کردار حسین رضی اللہ عنہ 255
- پانچویں آیت، شہید کی زندگی اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا مقام 256
- امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم جائز نہیں 257
- علمی لطیفہ، جہلاء کے گھر خط آیا 258

اہل تشیع کے مروجہ ماتم کی حرمت پہ اقوال ائمہ اہل بیت از کتب شیعہ

امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل احادیث مصطفی ﷺ سے

- حسین رضی اللہ عنہ اور میں ایک چیز ہیں 261
- جس نے کسی جنتی کو دیکھنا ہو وہ حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھے 262
- نبی اکرم ﷺ کو کربلا کی مٹی دکھائی گئی 263

☼ ۴۔حسین علیہ السلام نہر فرات کے کنارے قتل کیا جائیگا (حدیث) 264
☼ ۵۔اے جبریل کیا حسین علیہ السلام کو قتل کرنے والے مومن ہونگے؟ 264
☼ نبی اکرم ﷺ کا جبریل سے سوال 264

خاتمۃ الکتاب

تاقیامت موجود اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے فضائل

☼ پہلی فضیلت۔قرآن اور اہل بیت رسول قیامت تک چشمۂ ہدایت ہیں 266
☼ کیا سادات پر تنقید کی جا سکتی ہے؟ 271
☼ ایک اعتراض۔کیا سنیوں نے حدیث ثقلین پر عمل نہیں کیا؟ 272
☼ دوسری فضیلت قرآن اور اہل بیت رسول ﷺ حوض کوثر تک آدمی کا ساتھ دیں گے 279
☼ تیسری فضیلت اہل بیت رسول ﷺ کی مثال کشتی نوح علیہ السلام جیسی ہے 281
☼ چوتھی فضیلت میری رشتہ داری قیامت کو بھی کام آئے گی (حدیث) 284
☼ پانچویں فضیلت۔آل نبی ﷺ پر تاقیامت صدقہ حرام ہے 289
☼ اہل بیت رسول ﷺ کون ہیں؟ 290
☼ آل رسول پر صدقہ حرام ہونے کی حکمتیں 292
☼ چھٹی فضیلت سادات کرام بنت رسول ﷺ کی اولاد ہونے کے باوجود 292
☼ اولاد رسول ﷺ کہلاتے ہیں 292
☼ ساتویں فضیلت اہل بیت کو تکلیف دینے سے رسول خدا ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے 297
☼ آٹھویں فضیلت اہل بیت کو خصوصی شفاعت حاصل ہوگی 299

باب ششم

دیگر ائمہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

فصل اول

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ

☼ نام ونسب 302

- امام زین العابدین کی ذات خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صداقت پر دلیل ہے — 303
- پیدائش — 303
- اساتذہ جن سے علم حدیث حاصل کیا — 304
- امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا زہد و ورع اور خوف خدا — 304
- امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی کرامات — 305
- امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اخلاق حسنہ — 306
- امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے عقیدت و محبت — 307
- وصال — 309

فصل دوم

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

- نام و نسب — 310
- ولادت — 310
- جن اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا — 310
- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا آپ کو رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچانا — 310
- امام باقر رضی اللہ عنہ کی بعض کرامات — 312
- امام باقر رضی اللہ عنہ کی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی عقیدت و محبت — 313
- وصال — 315

فصل سوم

امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما

- نام و نسب — 315
- ولادت — 317
- اساتذہ — 317
- امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی بعض کرامات — 318

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خلفاء راشدین سے عقیدت ومحبت	319
وصال	319

فصل چہارم

امام ابوالحسن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق رحمہما اللہ

نام ونسب	321
ولادت	321
آپ رضی اللہ عنہ کی کرامات	321
حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی جلالت علمی	322
وصال	323

فصل پنجم

حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم رحمہما اللہ

نام ونسب	324
ولادت	324
خلیفہ مامون الرشید کی آپ رضی اللہ عنہ سے عقیدت	324
امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی بعض کرامات	324
امام علی رضا رحمۃ اللہ کی جلالت علمی	326
وصال	327

فصل ششم

حضرت امام محمد تقی بن امام علی رضا رحمہما اللہ

نام ونسب	327
ولادت	327
آپ رضی اللہ عنہ کا علم وفضل	327

- وصال 330

فصل ہفتم

حضرت امام علی نقی بن امام محمد تقی رحمہما اللہ

- نام ونسب 331
- ولادت 331
- آپ رضی اللہ عنہ کا جود وسخا 331
- آپ رضی اللہ عنہ کی کرامت 332
- وصال 332

فصل ہشتم

امام حسن عسکری بن امام علی تقی رحمہما اللہ

- نام ونسب 333
- ولادت 333
- آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق عالیہ 333
- آپ رضی اللہ عنہ کا علم وفضل 335
- وصال 336

فصل نہم

امام محمد بن عبد اللہ المہدی رحمہ اللہ

- امام مہدی کے بارہ میں احادیث نبویہ 336

مقام اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(کلام مصنف علامہ قاری محمد طیب نقشبندی)

ہے درخشاں دونوں عالم میں مقام اہل بیت
مثل خورشید فلک تاباں ہے نام اہل بیت
خود رسول اللہ نے ان کی محبت فرض کی
اور صحابہ نے سکھایا ہے مقام اہل بیت
اہل قُربیٰ کی مودت حکم ہے قران کا
اور جزو دیں ہے بے شک احترام اہل بیت
جان دینا دیں کی خاطر کوئی اس سے سیکھ لے
ہمت و جرأت شجاعت ہے پیام اہل بیت
وقت کے شمروں یزیدوں کے لیے ہر دور میں
صاعقہ باراں ہے تیغ بے نیام اہل بیت
ہیں اکٹھے حشر تک قرآن اور آل نبی
ہے کتاب اللہ سے یہ انضمام اہل بیت
ان کے ذکر خیر سے معمور یہ قرآن ہے
اور نمازوں میں بھی شامل ہے سلام اہل بیت
ہے کلید خُلد طیب حبّ آلِ مصطفےٰ
شکر مولا میں بھی ہوں ادنیٰ غلام اہل بیت

منقبت در شان مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

بھائی ہے وہ رسول کا مولا علی علی
شوہر ہے وہ بتول کا مولا علی علی

ہے جان سے بھی پیارا مولا علی علی
ہر سنی کا ہے نعرہ مولا علی علی

من کنتُ مولا میرے نبی نے ہے کہہ دیا
میں جس کا مولا اس ہی کا مولا علی علی

صدیق کا ہے جانی بھائی عمر کا ہے
عثماں غنی کا بھی ہے پیارا علی علی

ہم مانتے ہیں گوہر کعبہ علی علی
ہم جانتے ہیں شوہر زہرا علی علی

بھائی رسول کا ہے شوہر بتول کا
حسن وحسین کا ہے بابا علی علی

بدر واحد کا غازی غازی حنین کا
خیبر کا در ہے کس نے اکھاڑا علی علی

آقا ہیں شہر علم علی اسکا باب ہے
اور ہے ولایتوں کا منبع علی علی

دشمن ہے وہ علی کا صحابہ کو جو بکے
ہم ہیں علی کے اور ہمارا علی علی

اولادِ مصطفی وعلی کے ہیں ہم غلام
طیب ہماری آنکھ کا تارا علی علی

منقبت بحضور سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما

(کلام مصنف قاری محمد طیب نقشبندی)

ذات رسول پاک کا نقشہ حسن حسین
حُسن رخ رسول کا جلوہ حسن حسین

حق نے چلایا ان سے ہے نسل رسول کو
ذریت نبی کا ہیں منبع حسن حسین

سارے جہاں میں انکی سخاوت کی دھوم ہے
جودو کرم عطا کا ہیں دریا حسن حسین

خُلق نبی شجاعت حیدر کا ہیں نمود
اور ورثان عفتِ زہرا حسن حسین

نازل تمہارے حق میں ہے سورۃ ھل اتیٰ
اور مودت قُربیٰ حسن حسین

جان نبی و قلب علی کا ہیں یہ قرار
دو غنچہ ہائے گلبن زہرا حسن حسین

وہ راکبان دوش حبیب خدا رہے
چشم رسول پاک کا تارا حسن حسین

فرمان مصطفیٰ ہے یہ میرے دو پھول ہیں
ہیں قلب مصطفیٰ کا سہارا حسن حسین

طیب کو یاد رکھنا بروز جزا کے ہے
ادنیٰ سا اک غلام تمہارا حسن حسین

منقبت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء

(کلام مصنف قاری محمد طیب نقشبندی)

کیا تیرا مرتبہ ہے اے دختر رسول
عالم سے تو وراء ہے اے دختر رسول

تو خوش تو آقا خوش ہیں ترے غم سے ان کا غم
تو جزو مصطفیٰ ہے اے دختر رسول

تیری خدمتوں پہ قرباں مری روح و مری جاں
تو زوج مرتضیٰ ہے اے دختر رسول

دو نور تجھ سے پھوٹے اک ہوگیا حسین
اک حسن مجتبیٰ ہے اے دختر رسول

ترے فقر وفاقہ پر میں دل وجاں سے ہوں نثار
تو مخزن رضا ہے اے دختر رسول

چشم فلک نے دیکھا نہ رنگ رداء ترا
تو منبع حیاء ہے اے دختر رسول

تو لڑے برائے دنیا یہ سب قصہ جھوٹ ہے
دنیا سے تو وراء ہے اے دختر رسول

ہوتا تھا رات بھر سے بھی سجدہ ترا طویل
تو پیکر صفا ہے اے دختر رسول

ہو کر بتول نکلے تو دنیا کے واسطے
یہ تجھ پہ افتراء ہے اے دختر رسول

طیب کو بخشوانا بروز جزا کہ وہ
ترے درکا اک گدا ہے اے دختر رسول

فضیلت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

(کلام مصنف قاری محمد طیب نقشبندی)

حکم کتاب حق ہے مودت حسین کی
لازم ہے مومنوں پہ مودت حسین کی

قربان راہ حق میں کیا سارا خاندان
بے مثل ہے جہان میں سخاوت حسین کی

کٹوا دو سر جھکاؤ نہ باطل کے سامنے
پیغام دے رہی ہے شہادت حسین کی

نانا نبی ہے بابا علی ماں ہے فاطمہ
بالا ہے کائنات سے عظمت حسین کی

مجھ سے حسین ہے اور میں ہوں حسین سے
قول نبی ہے چمکی ہے رفعت حسین کی

اس کے لیے رسول نے سجدہ کیا دراز
قلب نبی میں ایسی ہے الفت حسین کی

قرآن پڑھ رہے ہیں وہ نیزے کی نوک پر
ہے لازوال ایسی تلاوت حسین کی

تیغوں کے سائے میں ہے سجدہ ادا کیا
نازاں ہے جس پہ حق وہ عبادت حسین کی

طیب در حسین سے جنت کی بھیک مانگ
رب ہے حسین پاک کا جنت حسین کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم سے بندہ پر تقصیر راقم الحروف محمد طیب غفرلہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول ﷺ سے فارغ ہو کر ۳۰ ذی الحجہ ۱۴۲۰ ہجری کو واپس اپنے گھر مانچسٹر انگلینڈ پہنچا اور اگلے ہی دن یکم محرم الحرام ۱۴۲۱ ہجری کو میں نے پیش نظر کتاب "عظمت اہل بیت رسول ﷺ" کے لیے قلم اٹھایا اور بحمد اللہ ساڑھے تین ماہ کی مختصر مدت میں کتاب مکمل ہو گئی اور بروز منگل ۱۸ جولائی ۲۰۰۰ عیسوی بمطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۱ ہجری کو یہ پیش لفظ لکھ رہا ہوں۔ برطانیہ کی مصروف ترین زندگی میں میں روزانہ وسطاً دو گھنٹے سے زیادہ وقت نہ نکال سکا۔ اس دوران کئی دن خالی بھی گئے۔ ایک یہ بھی بابرکت امر ہے کہ روزانہ نماز فجر جو ان دنوں قریباً سوا چار بجے ہوتی ہے، سے لے کر ساڑھے چھ بجے تک فجر کے نورانی وقت میں لکھنے کا روزانہ معمول رہا تھا۔ جون اور جولائی کے مہینوں میں اہل برطانیہ کے لیے صبح کا یہ وقت گہری نیند کا ہوتا ہے۔ رات گیارہ بجے عشاء کی نماز ادا ہوتی ہے نماز سے فارغ ہو کر ابھی سوتے ہیں اور آدھی نیند بھی پوری نہیں ہو پاتی کہ صبح نماز فجر کے لیے پھر اٹھ جاؤ۔ ایسے میں کہاں سے مذہبی لوگ ہی نماز فجر کے لیے اٹھتے ہیں۔ مسلمانوں کی ۹۵ فیصد آبادی نیند کی گہری وادیوں میں جا کر خواب خرگوش کے خراٹے بھر رہی ہوتی ہے مگر اللہ نے مجھ گنہگار پر آل رسول ﷺ کا صدقہ یہ کرم فرمایا ہے کہ نماز فجر اور نماز اشراق کا یہ درمیانی نورانی وقت آل رسول ﷺ کی عظمت و توقیر لکھنے میں گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی اور محرم الحرام کی یکم تاریخ سے لکھنا شروع کر دیا جو کہ سیدنا امام عالی مقام حضرت مولا حسین پاک رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مہینہ ہے۔

وجہ تالیف

یہ کتاب لکھنے کا باعث یہ ہوا کہ میرے والد گرامی شیخ الحدیث والتفسیر محقق اسلام حضرت علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے جب رد شیعیت اور دفاع ناموس صحابہ علیہم الرضوان میں دور حاضرہ کی عظیم تصنیف تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ، فقہ جعفریہ اور دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ اور میزان الکتب تحریر فرمائیں جو مجموعی طور پر سولہ جلدوں میں طبع ہو چکی ہیں تو ان کتب کو جہاں برصغیر پاک و ہند کے علماء عوام اہل سنت میں بے پناہ پذیرائی ملی ہے وہاں بعض حاسدین و معاندین نے آپ کو خروج و نصب کے طعنے دینے شروع کر دیے۔ والد گرامی علیہ الرحمہ نے ان بے بنیاد الزامات کا جواب دینے کیلئے ''عظمت اہل بیت رسول ﷺ'' کے عنوان سے اپنی زندگی کی آخری کتاب لکھی ابھی وہ مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ۱۴ جولائی ۱۹۹۶ کو بروز اتوار بعد نماز مغرب والد صاحب کا وصال ہو گیا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اپنی زندگی کے آخری دن یعنی ۱۴ جولائی ۱۹۹۶ کو تہجد کے وقت نماز تہجد سے فارغ ہونے کے فوراً بعد آپ نے مذکورہ کتاب کے چند صفحے لکھے اور دور حاضر کے امام الخوارج محمود عباسی کے اس غلط دعوے کا جواب لکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ دور نبوی ﷺ میں بچہ ہونے کی وجہ سے صف صحابہ کرام علیہم الرضوان میں شامل نہیں ہیں اس غلط دعوے کا جواب مکمل ہوا اور اسی دن شام کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد آپ کے پیر و مرشد پیر طریقت رہبر شریعت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب بخاری قدس سرہ العزیز آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ پاکستان نے اس کتاب کا مسودہ پڑھنے کیلئے منگوایا۔ ان سے کسی اور آدمی نے لیا پھر پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گیا۔ یوں قبلہ والد گرامی کی وہ عظیم تصنیف جو آپ نے شدید بیماری کے ایام میں تصنیف کی تھی ضائع ہو گئی۔ جس کا آپ کے تلامذہ، عقیدت مندوں اور دوستوں کو بے حد افسوس تھا۔ خود قبلہ عالم حضرت صاحب بے حد متاسف تھے۔ مجھے آپ نے اور والد صاحب کے اکثر تلامذہ نے متعدد بار حکم فرمایا کہ تم نے وہ ضائع ہونے والا سارا مسودہ دیکھا تھا اس لیے تمہارا یہ فرض بنتا ہے کہ اسے دوبارہ لکھو۔ اس طرح تم اپنے والد گرامی کی

روح کو خوش کر سکو گے اور انہیں اپنی قبر میں بھی روحانی سکون حاصل ہو گا۔ میں اپنی ایک کتاب "سیرت خلفائے راشدین از کتب شیعہ" کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف تھا اس لیے اس طرف توجہ نہ دے سکا۔

میں نے وہ کتاب مکمل کی اور تکمیل کے فوراً بعد حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا جس کا میں پہلے تذکرہ کر چکا ہوں وہاں مکہ مکرمہ میں قبلہ حضرت پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے ملاقات ہوئی وہ بھی حج کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے دوبارہ حکم فرمایا کہ یہ کام بے حد ضروری ہے اس میں کوئی تاخیر قابل قبول نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ان شاء اللہ گھر پہنچتے ہی شروع کر دوں گا۔ چنانچہ میں نے گھر قدم رکھتے ہی اگلے دن قلم تھام لیا۔ اللہ کے فضل و کرم نے آل محمد ﷺ کے صدقہ میں مدد فرمائی اور قبلہ حضرت صاحب کا روحانی تصرف اور والد صاحب کی دعائیں کام آئیں اور مجھ جیسے ناقص العلم تہی دامن بے مایہ اور گنہگار و سیاہ کار انسان سے اللہ نے یہ کام لے لیا۔ وما توفیقی الا باللہ

جب انسان لکھنے بیٹھتا ہے تو طرح طرح کے مضامین ذہن میں اترنے لگتے ہیں کہ اس پر لکھا جائے، اس پر لکھا جائے یہی میرے ساتھ ہوا۔ میرا خیال تھا کہ جس طرح والد صاحب نے اہل بیت رسول ﷺ کی شان میں پہلے آیات مع تفسیر لکھیں پھر احادیث وارد کیں پھر خوارج زمانہ کے اعتراضات کا رد لکھا پھر چلتے چلتے بات ابن تیمیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ تک پہنچی اور ان کی بعض عبارات جن سے تنقیص شان علی المرتضیٰ ؓ کا پہلو نکلتا ہے پر گفتگو ہوئی اور ان کے بعض نظریات زیر بحث آئے۔ میں بھی انہی خطوط پہ چلوں گا مگر میں نے دیکھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے اہل سنت کو قلم اٹھاتے ہوئے احتیاط کی ضرورت ہے اس لیے میں نے کئی باتوں کو قلم انداز کر دیا اور مناسب جانا کہ فضائل اہل بیت کے بیان ہی پہ زیادہ زور دیا جائے۔ اس لیے یہ کہنا مشکل بلکہ غلط ہے کہ یہ وہی تمام مضامین ہیں جن پر قبلہ والد گرامی نے قلم اٹھایا تھا تاہم جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ انہی کے خیالات کی ترجمانی ہے۔ جس طرح میں اولاد ہونے کی حیثیت سے انہی کے وجود کا حصہ ہوں اسی طرح ان کا شاگرد ہونے کے ناطے میرے افکار بھی انہی کے افکار کا حصہ ہیں۔ مجھے امید واثق ہے کہ اہل علم میری اس حقیر کوشش کو سراہیں گے اور حوصلہ افزائی کریں گے اور جہاں خامی دیکھیں گے آگاہ فرما کر اصلاح کا موقع فراہم کریں گے۔ وفقنا اللہ مایحب ویرضاہ

محمد طیب غفرلہ ۱۸ جولائی ۲۰۰۰ء

کچھ مصنف کے بارے میں

استاذ العلماء مولانا قاری محمد طیب صاحب علماء، احباب علم و دانش، صاحبان قرطاس وقلم کے حلقہ میں ایک باعمل عالم دین، خوش گفتار، خوش اخلاق، بلند شعار، نفیس طبع، عالم، قاری، محقق اور مصنف کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ کو بچپن ہی سے دین سے ایسی لگن اور محبت تھی کہ آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن کریم مکمل حفظ کرنے کے بعد صرف ساڑھے چار سال کی قلیل مدت میں نو سالہ تجوید، درس نظامی کا سارا کورس اپنے والد گرامی محقق اسلام شیخ القرآن علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل کر لیا اور دورہ حدیث شیخ المحدثین علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے جامعہ رضویہ فیصل آباد میں کیا۔ آپ کے والد گرامی فرماتے ہیں: "میرے اس بیٹے نے اس محنت اور لگن سے پڑھا ہے کہ جب میں پچھلی رات تہجد کے نفل پڑھنے کے لیے اٹھتا تو اس وقت یہ اپنے مطالعہ سے فارغ ہو کر گھر آرام کرنے کے لیے آرہا ہوتا۔" کوئی شک نہیں جن لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے دین کی خدمت لینا ہوتی ہے۔ انہیں کسی اور کام میں لگن دی ہی نہیں جاتی۔ ان کی ساری صلاحیتیں دین کے لیے وقف ہو جاتی ہیں۔ مصنف علامہ نے عربی بول چال کے حوالہ سے کوئی کورس یا تعلیم وتعلم کا مستقل سلسلہ پڑھے بغیر اپنی خداداد صلاحیت سے دورِ طالب علمی میں کتب درسیہ پر ایسے شاندار اور فصیح و بلیغ عربی حواشی لکھے جو دلائل و براہین سے مزین و آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ حسن کتابت وخوشنویسی کا بھی بہت خوبصورت شاہکار ہیں جنہیں دیکھ کر اور پڑھ کر حضرت مصنف کی طبعی نفاست کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے نوعمری میں ہی اپنے والد گرامی کے ساتھ جامعہ کے تنظیمی امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بیس سال کی عمر میں مسند تدریس پر فائز ہوئے اور باکمال علمی کاوشوں کا لوہا منوایا۔ عام طور پر درس نظامی کے مدرسین فن قراءت سے کم مانوس ہوتے ہیں لیکن حضرت مصنف بیک وقت کتب درسیہ کے ساتھ فن تجوید میں بھی تدریس کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ یہی آپ کی وہ ہمہ جہت تدریسی و تنظیمی خدمات تھیں جنہوں نے اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ کو کسی حد تک تدریسی ذمہ داریوں سے بے نیاز کر کے تصنیف و تالیف کے لیے موقع فراہم کیا۔ فن قراءت پر مشہور زمانہ کتاب "شاطبی" کی چار جلدوں پر

مشتمل شرح، آپ کا ایک مثالی کارنامہ ہے۔ دوران تدریس طلباء سے عبارت سنتے اور اعراب کی درستی پر پورا زور دیتے۔ مفہوم اس شاندار الفاظ میں بیان کرتے کہ ترجمہ میں ایک ایک لفظ طالب علم کے ذہن میں نقش ہو جاتا۔ تنظیمی امور میں طلباء کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے کبھی جب طلباء سے انتظامی امور کی بجا آوری میں کوئی غفلت سرزد ہو جاتی تو ناظم جامعہ سے حضور اس غلطی کو اپنی غلطی قرار دیتے ہوئے معذرت کے لیے پیش ہوتے۔ اپنے اساتذہ، والدین اور مرشد طریقت کے حضور ہمیشہ نیازمندی سے حاضری دیتے۔ آپ کی یہی عادت ان تمام بزرگوں سے دعائے حصول کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

سلسلہ طریقت میں آمد

جناب مصنف کے والد حضرت محقق اسلام علامہ محمد علی علیہ الرحمۃ کو اپنے دور کے اکابر علماء سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو دور طالب علمی میں ہی پیر طریقت، رہبر شریعت حضور خواجہ خواجگان خواجہ نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آگے چل کر حضرت محقق اسلام کو استاذ المحدثین امام الفقہاء حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم اعلیٰ جامعہ حزب الاحناف اور پھر میزبان مہمانان رسول (ﷺ) ضیاء الملت والدین بقیۃ السلف حجۃ الخلف حضور قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگوں سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ سے سند خلافت عنایت ہوئی۔ حضرت قبلہ محقق اسلام فرماتے ہیں جب مجھے حضرت قطب مدینہ کی طرف سے خلافت عنایت ہوئی۔ چند ہفتوں بعد مجھے ایک نہایت ایمان افروز خواب آیا۔ بحالت نیند میں ایک بہت بڑا اجتماع دیکھتا ہوں اور پھر ایک آواز سنتا ہوں۔ حضور جان کائنات رحمت عالم رسول اکرم ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد اعلان ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ دربار عالیہ شرقپور شریف میں جلوہ فرما ہیں۔ پھر میں اپنے آپ کو آستانہ عالیہ شرقپور شریف پر حاضر پاتا ہوں۔ وہاں پھر ایک آواز سنتا ہوں کہ آج یہاں شرقپور شریف میں حضور محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی میراں محی الدین الشیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما ہیں۔ میں دل ہی میں اپنے آپ کو اس قدر خوش نصیب خیال کرتا ہوں کہ آج مجھے قسمت کس بلند مقام پر لے آئی ہے۔ پھر خیال آیا کہ آج میرا بیٹا محمد طیب بھی میرے ساتھ ہوتا تو ان نوری برکات میں وہ بھی مالا مال ہوتا اچانک میں

وسندی تاجدارِ سیدنی کو عطا فرمایا وہ بڑا ہی بے مثال اور منفرد ہے۔ کہ آپ بعض اور سادات کرام کی
طرح نسبی تعلق کی بناء پر حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور صحابی کے متعلق نہایت معمولی سے معمولی
غلط فہمی کا شکار نہیں ہوئے۔ جس جرأت اور بہادری سے حق آپ نے سادات کرام کی عزتوں کا دفاع
کیا۔ اسی جرات اور بہادری کے ساتھ ناموس صحابہ اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا دفاع کیا۔ آپ کا وصیت
نامہ حضرت محقق اسلام علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ کی کتب میں چھپ چکا ہے۔ جس میں آپ نے واضح
اور دوٹوک الفاظ میں فرمایا:

> ”میرے بعد میرے آستانہ پر میری اولاد سے تمام سادات امہات المؤمنین و تمام
> صحابہ کرام کیساتھ عقیدت ومحبت کا دعویٰ رکھنے کے باوجود جس نے کسی ایک صحابی
> کے بارے میں معمولی سے معمولی بدگمانی کا ارتکاب کیا وہ سجادہ نشین نہ ہو اس کا مجھ
> سے نہ دنیا میں تعلق ہے نہ آخرت میں۔“

حضرت مرشد کامل کی دین کے ساتھ کمال محبت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ
علماء کرام کو ہمیشہ رہنے والے کام یعنی تحریر کی طرف نہ صرف رغبت دیتے رہے بلکہ اپنی جیب خاص
سے اسے شائع کرنے کا اہتمام بھی فرماتے رہے۔ یہ آج کے مشائخ کے لیے ایک عمدہ مثال ہے
وہ آستانے جہاں خرافات دن بدن بڑھ رہی ہیں ان مشائخ کو اپنے آستانوں کا تقدس برقرار رکھنے کے
لیے ایسا مثالی کردار پیش کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے اسی علمی فیضان کو مسلسل
جاری و ساری رکھے۔ آمین!!

رضائے مصطفیٰ نقشبندی

ناظم اعلیٰ: جامعہ رسولیہ شیرازیہ

بلال گنج، لاہور

کچھ کتاب کے بارے میں

صحابہ کرام، امہات المومنین رضی اللہ عنہم، آل رسول ﷺ۔ یہ سیرت کا ایک ایسا نازک مرحلہ ہے جہاں بڑے بڑے دانشور، سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لکھتے لکھتے محبت آل رسول ﷺ سے اکھڑ گئے اور بعض عظمت آل رسول ﷺ لکھتے لکھتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی بے ادبی کے مرتکب ہوئے۔ اس نازک مرحلہ پر ہر مسلمان کو اس یقین سے گزرنا چاہیے کہ جس زبان سے رسالت نے علی المرتضیٰ، فاطمۃ الزہرا، امام حسن، سید الشہدا امام حسین رضی اللہ عنہم سے عقیدت و نیاز مندی کا حکم دیا اسی زبان رسالت نے خلفاء ثلاثہ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے نیاز مندی کا حکم دیا۔ مقام افسوس ہے کہ ہمیں اپنے رسول پاک ﷺ کی ایک بات سے اتفاق ہے اور دوسری سے اختلاف۔ مصنف علام نے جہاں اہل بیت رسول ﷺ کی عظمت میں کمال علمی مواد جمع کیا وہیں دامن صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔ بلکہ جہاں آیات قرآنیہ اور ارشادات رسول ﷺ سے استدلال کیا وہاں صحابہ کرام و امہات المومنین رضی اللہ عنہم کے ایمان افروز کلمات تحسین پیش کیے جس سے کتاب کی عظمت کو چار چاند لگ گئے۔ یہ وہ کمال کوشش ہے جسے جس قدر خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ مصنف علام کی اس علمی کاوش نے امت میں انتشار و افتراق کی فضا کو ختم کر کے اسے دائرہ محبت کے قریب لا کر کھڑا کیا ہے۔ محبت اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی آڑ میں واقعہ کربلا کے حوالے سے جو کم علم واعظین اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی بے صبری بے قراری بیان کرنے جیسی جسارت کے مرتکب ہوئے انہیں میٹھے اور محبت بھرے انداز میں اس مقام کی نزاکت کا احساس دلایا۔ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم نے میدان کربلا میں نہ بے صبری کی نہ ان کی چیخوں کی آوازیں خیموں سے آئیں نہ ہی انہوں نے پلید یزیدیوں سے پانی کی بھیک مانگی بلکہ انہوں نے جرأت و بہادری کی وہ شاندار مثال قائم کی جس سے اسلام کا سر ہمیشہ کے لیے بلند ہو گیا۔ اس واقعہ کو جس افسانوی انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے مقام سے نفرت کرانے والا انداز ہے بلکہ جناب مصنف نے قرآن کی تفسیر میں اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا کردار پیش کیا۔

"اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہو۔"

عبارت کی نفاست اور حسن استدلال کی بناء پر کتاب اپنے موضوع پر بالکل منفرد اور انوکھی اور جداگانہ اعزاز کی حامل ہے۔ ایسی انوکھی تحریر کی مثال اس موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں بہت کم ملے گی۔ جس کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔

حضرت مصنف کو اہل بیت اطہار سے محبت گھٹی میں پلا دی گئی ہے ہر لفظ محبت و عقیدت کا خوشبودار پھول ہے اور بدگمانی اور بدعقیدگی کی فضا میں محبت و معرفت کا چمکتا ہوا چراغ ہے۔ اس قدر دلنشیں انداز، جس موضوع کو شروع کریں اسے مکمل کیے بغیر دل کو قرار نہیں۔ لمحہ بہ لمحہ تجسس بڑھتا جاتا ہے دل روشن اور منور ہوتا جاتا ہے۔ ہر عنوان ہر سطر اور ہر لفظ پر مصنف کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس حسین کاوش کو (جو اہل بیت اطہار کی بارگاہ میں ان کا نیازمندانہ نذرانہ ہے) اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے۔

رضائے مصطفیٰ نقشبندی ناظم دارالعلوم جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج لاہور

باب اوّل

اہل بیت رسول ﷺ کے اجتماعی فضائل

فصلِ اول:

آیات قرآن مجید اور فضیلت اہل بیت رسول ﷺ

پہلی آیت مباہلہ نصاریٰ اور شان اہل بیت

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ
اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ
ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾ ۱

ترجمہ: جو آدمی آپ سے (اس بارے یعنی عیسیٰ میں) جھگڑے بعد ازاں کہ آپ کے پاس علم آگیا تو آپ (اسے) کہہ دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی۔ اور ہم خود بھی آجاتے ہیں اور تم خود بھی آجاؤ پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کی دعا کرتے ہیں۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نجران کے علاقہ کے عیسائی ۹ ہجری میں مدینہ طیبہ آئے اور حضور پر نور نبی پاک ﷺ سے حضرت عیسیٰ پر جھگڑا کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے دلائل سے ان پر حق واضح کیا مگر وہ اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ تب اللہ کریم نے یہ آیت اتاری کہ اے نبی ﷺ! آپ ان عیسائیوں سے کہہ دیں کہ تم اپنے بیٹے لے آؤ ہم اپنے بیٹے لے آتے ہیں۔ تم اپنی عورتیں لے آؤ ہم اپنی عورتیں لے آتے ہیں تم خود بھی آجاؤ ہم بھی آجاتے ہیں اور ایک جگہ جمع ہو کر اللہ سے دعا کرتے

۱ سورہ آلِ عمران آیت ۶۱ پارہ ۳

ہیں کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو اور وہ ہلاک ہو جائے۔ چنانچہ وقت مقرر ہوا۔ آپ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور اپنے نواسوں حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو لے کر میدان میں نکلے۔ اس نورانی جماعت کو دیکھ کر عیسائی دور ہی سے بھاگ گئے اور کہا کہ اگر ان لوگوں نے دعا کر دی تو یقیناً اللہ کا عذاب اترے گا اور کوئی عیسائی زندہ نہیں بچے گا۔

تو لفظ اَبْنَآءَنَا کے تحت آپ ﷺ حضرت حسن و حسین کو لے کر نکلے۔ نِسَآئَنَا کے تحت سیدہ فاطمہ خاتون جنت کو لے کر آئے۔ آپ ﷺ کی دیگر بیٹیاں رقیہ، ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہن ساری اس واقعہ سے قبل وصال کر چکی تھیں اس کی تحقیق کے لئے ملا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب دیکھی جائے اور بعض روایات میں ہے کہ آیت مبارکہ کے الفاظ وَاَنْفُسَنَا (کہ ہم خود بھی آتے ہیں) کے تحت آپ ﷺ خود نکلے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی اس میں شامل کیا۔ اس بارے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (نجرانی وفد کے سردار) عاقب اور سید آئے۔ آپ نے انہیں دعوت اسلام دی انہوں نے کہا ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو میں جانتا ہوں کون سی چیز تمہیں اسلام لانے سے روکتی ہے کہنے لگے بتائیے! فرمایا: صلیب کی محبت، شراب نوشی اور خنزیر خوری کی لذت، یہ چیزیں تمہیں اسلام سے روکتی ہیں۔ حضرت جابر کہتے ہیں تب آپ نے ان کو دعوت دی کہ ایک دوسرے پر لعنت کی دعا کرتے ہیں انہوں نے اگلے دن آنے کا وعدہ کیا۔ اگلے دن رسول کریم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت علی اور فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بھی ساتھ لیا ہوا تھا۔ پھر آپ نے سید اور عاقب کو بلایا انہوں نے آنے سے انکار کر دیا اور اپنے عجز کا اقرار کیا نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

والذی بعثنی بالحق لو فعلا لامطر الوادی علیھما نارا۔

ترجمہ: اس رب کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اگر وہ دونوں آجاتے اور ملاعنت کرتے تو یہ وادی ان پر آگ برسا دیتی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَائَنَا وَاَبْنَائَکُمْ۔

اور وہ اس طرح کہ اَنْفُسَنَا سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں ابنآ ئنا سے حسن حسین رضی اللہ عنہما اور نسآ ئنا سے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا مراد ہیں: [۱]

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ندع ابنآئنا وابنائکم الخ. تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی. فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اللھم ھؤلاء اھلی اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں (میرے اہل وعیال ہیں) [۲]

۳۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی واقعہ مباہلہ روایت کرتے ہوئے آخر میں کہا رسول اللہ ﷺ مباہلہ کے لیے نکلے تو آپ کے ساتھ علی. فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ نبی پاک ﷺ نے ان سے فرمایا: اِنْ اَنَا دَعَوْتَ فَاَمِنُوْا اَنْتُمْ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا تو عیسائیوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے پر صلح کر لی۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ عیسائیوں نے بھی مباہلے کے لیے میدان میں نکلنا چاہا مگر ان کے ایک سردار نے کہا میں مقابلے میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اگر یہ اللہ سے دعا کریں تو اللہ پہاڑ کو بھی اس کی جگہ سے ہٹا دے۔ [۳]

ان احادیث سے مجموعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ اس موقع پر اپنے مقرب ترین افراد کو لے کر نکلے۔ بہر حال اس جگہ ان حضرات کے لیے بہت بڑا مقام اور فضیلت ہے رسول اکرم ﷺ ان نفوس قدسیہ کو اپنے ساتھ اسلام کی دلیلوں کے طور پر لے کر نکلے گویا آپ زبان حال سے فرما رہے تھے۔ عیسائیو! میرے دین کی صداقت دیکھنی ہے تو شجاعت علی کو دیکھ لو. میری بیٹی کی طہارت وعفت کو دیکھ لو اور حسین وحسن کی عظمت کو دیکھ لو۔ رضی اللہ عنہم

اس جگہ لفظ ابناء نا کے تحت رسول اللہ ﷺ کا اپنے نواسوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو لیکر

۱۔ حاکم. ابن مردویہ اور ابونعیم فی دلائل النبوۃ

۲۔ مسلم شریف جلد دوم باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ کراچی. ترمذی جلد دوم ابواب المناقب مناقب علی بن ابی طالب

۳۔ تفسیر کبیر

نکلنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے لیے بیٹوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں کی ذریت کو اولاد رسول ﷺ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی رگوں میں رسول ﷺ کا خون ہے

دوسری آیت: اللہ نے اہل بیت رسول ﷺ کو پاک فرمایا

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا [1] ۔

ترجمہ: اے نبی ﷺ کی بیویو! تم کسی دوسری عورت کی طرح نہیں ہو (سب سے افضل ہو) اگر تم اللہ سے ڈرو تو اپنی بات میں لوچ (ہلکی مسکراہٹ) نہ رکھا کرو کہیں وہ شخص تم میں دلچسپی نہ لے جس کے دل میں مرض ہے اور ہمیشہ اچھی بات کہا کرو اور اپنے گھر میں ٹھہرا کرو اور دور جاہلیت والی پرانی بن ٹھن کے ساتھ باہر نہ نکلا کرو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے رسول کے گھر والو! کہ تم سے ہر طرح کی گردش (ناپاکیزگی) دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔

اس آیت میں لفظ اہل بیت یعنی رسول کے گھر والے کا مصداق کون ہے؟ کن لوگوں کے حق میں یہ لفظ بولا گیا ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے تین اقوال ہیں:

قول اول:

اس سے صرف ازواج رسول ﷺ مراد ہیں کوئی دوسرا اس میں شامل نہیں چنانچہ عکرمہ نے ابن عباس ؓ سے (جو خود آل محمد ﷺ میں شامل ہیں ان پر صدقہ حرام ہے) سے یہ روایت کیا کہ نزلت فی نساء النبی خاصۃ یہ آیت صرف اور صرف ازواج نبی ﷺ کے لیے نازل ہوئی

[1] سورہ احزاب: آیت ۳۲، ۳۳ پارہ ۲۲ رکوع ۱

ہے۔ چنانچہ عکرمہ (تابعی) خود فرمایا کرتے تھے:

من شاء باھلتہ انھا نزلت فی ازواج النبی ﷺ [1]

ترجمہ: جو شخص چاہے میں اس سے یہ مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں کہ یہ آیت ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے اتری ہے۔

ابن مردویہ نے بھی بتابعی رسول سعید بن جبیر ؒ کے واسطہ سے ابن عباس ؓ سے یہی روایت کیا ہے ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عکرمہ بازاروں میں ندا کیا کرتے تھے کہ یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت (اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو تم سے اللہ ہر قسم کی آلائش کو دور رکھے) امہات المومنین کے لیے ہی نازل ہوئی ہے۔ [2]

اسی طرح ابن سعد نے عروہ بن زبیر ؓ سے بھی یہی روایت کیا ہے کہ ازواج رسول ﷺ کے حق میں ہی یہ آیت اتری ہے۔ [3]

صرف ازواج رسول ﷺ مراد لینے والوں کی یہی دلیل ہے کہ اس آیت کا مضمون یٰنساء النبی (اے ازواج رسول) کے لفظ سے شروع ہو رہا ہے پھر لَا تَخْضَعْنَ، قُلْنَ، قَرْنَ اَقِمْنَ، واٰتِیْنَ جیسے صیغہ ہائے جمع مونث صاف صاف بتا رہے ہیں کہ ازواج رسول مراد ہیں اور اگلی آیت میں وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ صیغہ ہائے جمع مونث بھی یہی سمجھا رہے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں متعدد مقامات پر لفظ اہل البیت وراہل کسی شخص کی بیوی کے لیے ہی استعمال ہوا ہے مثلاً:

اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ

ترجمہ: فرشتوں نے حضرت سارہ زوجہ ابراہیم ؑ سے کہا کیا تم حکم خداوندی سے تعجب کرتی ہو (کہ بڑھاپے میں تم سے کیسے بچہ پیدا ہوگا) اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ [4]

---

1. درمنثور نقلاً عن ابن حاتم وابن عساکر جلد ۶ صفحہ ۶۰۳
2. ابن جریر سورہ احزاب جز ۲۲ صفحہ ۱۵
3. روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۱۳
4. ۷۳:۱۱

اس آیت میں لفظ اہل البیت بیوی ہی کے لیے بولا گیا ہے۔

۲۔ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا

ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام نے آگ دیکھی تو اپنی اہل یعنی اپنی بیوی سے کہا کہ ذرا ٹھہر و میں آگ دیکھ رہا ہوں۔ [۱]

۳۔ فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا۔

ترجمہ: تو جب موسیٰ علیہ السلام نے (حضرت شعیب کے پاس) اپنی میعاد پوری کرلی اور اپنی اہل (بیوی) کو لے چلے تو طور کی جانب سے آگ محسوس ہوئی تو اپنی اہل سے کہا۔ [۲]

۴۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ۔

ترجمہ: اور جب آپ اپنے گھر والوں کے پاس سے باہر تشریف لائے۔ [۳]

۵۔ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓی اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے کہا کیا میں تمہیں ایسے گھر والے نہ بتاؤں جو اس بچے (موسیٰ) کی کفالت کریں گے اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں گے۔ [۴]

تو ان تمام آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے لئے بولا گیا ہے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے اپنے گھر کی مالکہ کے لئے یعنی اپنی والدہ کے لئے اہل بیت کا لفظ استعمال کیا۔ تو جب سارے قرآن مجید میں یہی طریقہ چلا آرہا ہے تو آیت تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ میں اہل بیت کا لفظ ازواج رسول ﷺ کے لیے کیوں نہیں ہے؟ جب کہ ان آیات کا شانِ نزول بھی ازواج رسول ﷺ ہی سے متعلق ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے زیورات

---

[۱] طٰہٰ: ۱۰

[۲] سورہ قصص آیت ۲۹ پارہ ۲۰ رکوع ۷

[۳] آل عمران: ۱۲۱

[۴] پارہ ۲۰ رکوع ۴

طلب کیے تو آپ نے اپنی ازواج سے چند ہفتے علیحدگی اختیار کر لی جسے سیرت النبی میں واقعہ ایلا سے یاد کیا جاتا ہے تب اللہ نے یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا سے لے کر اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا تک تمام آیات نازل فرمائیں جن میں پہلے تو ازواج رسول ﷺ سے کہا گیا کہ اگر تم مال لینا چاہتی ہو تو جتنا مال چاہو لے لو۔ اس کے بعد تمہیں طلاق دی جائے گی اور اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی چاہتی ہو تو یاد رکھو اللہ کے نزدیک تمہارا مرتبہ بہت زیادہ بلند ہے تم مرتبے میں دیگر تمام عورتوں سے بڑھ کر ہو اس کے بعد فرمایا کہ اے ازواج رسول ﷺ! اللہ تو تمہیں تمام دنیاوی آلائشوں سے دور کر کے خوب پاک فرمانا چاہتا ہے تاکہ تمہارے دل سے دنیا کی تمام محبتیں ختم ہو جائیں اور تمہارے دل ہمارے نبی کی طرح ہر دنیوی خواہش سے پاک ہو جائیں اور تمہارے دلوں کو خدا اور اس کے رسول کی محبت سے بھر کر تمہیں سیرت و کردار کے بلند ترین مقام پر پہنچا دیا جائے۔

یہاں تک تو قول اول کے قائلین کے دلائل ہیں۔ راقم الحرف محمد طیب عرض کرتا ہے کہ اس قول کے اس حصے سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس آیت تطہیر میں ازواج رسول ﷺ داخل ہیں اس لئے کہ اگر ازواج نبی کو نکال دیں تو اس آیت کا ماقبل اور مابعد سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔

قول ثانی:

اس آیت میں اہل بیت سے حضرت علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمہ زہرہ خاتون جنت اور حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم مراد ہیں اور یہ کہ صرف انہی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور اس پر اتنی احادیث وارد ہیں کہ شمار میں لانا مشکل ہے (اور اسی سبب سے راقم الحروف نے یہ آیت یہاں درج کی ہے) چند ایک یہاں لکھی جا رہی ہیں

سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ صبح کو تشریف لائے جب کہ آپ کے اوپر سیاہ بالوں والی منقش چادر (کالی کملی) تھی۔ اتنے میں حسن رضی اللہ عنہ آگئے آپ نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر لیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ آگئے وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو گئے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آگئیں انہیں بھی داخل کر لیا گیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔

آپ ﷺ نے انہیں بھی داخل کر لیا پھر فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیت رسول ﷺ! کہ تم سے ہر آلائش کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔ [1]

۲۔ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رسول خدا ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے آپ کے ساتھ حسن وحسین اور علی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جب آپ اندر آگئے تو جناب علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو قریب کر کے اپنے سامنے بٹھا لیا اور حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو اپنے رانوں پر رکھ لیا پھر ان پر اپنی چادر ڈال دی۔ میں ان کی طرف پشت کئے بیٹھا تھا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ [2]

اس مفہوم کی حدیث ابن مردویہ نے ابن عباس اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے، ابن جریر، ابن مردویہ اور طبرانی نے ابوحمراء رضی اللہ عنہ سے اور ابن ابی حاتم نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔ [3]

حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عباس، ابوسعید خدری و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اکثر دیکھا کہ رسول کریم ﷺ جب سیدہ فاطمہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہما کے گھر کے دروازے پر نماز فجر کے لیے دستک دیتے تو فرماتے "اٹھو نماز کے لیے تم اے اہل بیت! تم کو اللہ پاک کرنا چاہتا ہے:

ان احادیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت مولا علی، خاتون جنت اور ان کے بیٹوں حضور امام حسن وحسین رضی اللہ عنہم کے لیے نازل ہوئی ہے۔ خود نبی پاک ﷺ نے ان پر چادر ڈال کر یہ آیت پڑھی گویا تخصیص کر دی کہ یہ وہ اہل بیت ہیں جن سے اللہ نے ہر آلائش دور کر دی ہے اور ان کے لیے یہ آیہ تطہیر اتاری۔

[1] مسلم شریف جلد دوم کتاب الفضائل، فضائل حسن وحسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ کراچی

[2] ترمذی شریف جلد دوم ابواب المناقب مناقب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، مسند احمد بن حنبل، حاکم، طبرانی، بیہقی

[3] درمنثور جلد ۶ صفحہ ۶۰۶

قول ثانی کے قائلین یہ دلیل بھی رکھتے ہیں کہ اس آیت میں مذکر ضمیریں بولی گئی ہیں یعنی عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اور وَيُطَهِّرَكُمۡ کیونکہ اس کا مدلول پانچ افراد پنجتن پاک ہوئے ہیں جن سے چار مرد ہیں اور ایک عورت تو اکثریت کے سبب جمع مذکر کی ضمیریں لائی گئیں ہیں۔ اگر اس جگہ اہل بیت سے ازواج رسول ﷺ مراد ہوتیں تو عنکن اور یطہرکن بولا جاتا مگر ان کا جواب قول اول والوں نے یہ دیا ہے کہ چونکہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت کے جمع کے صیغوں میں اہل البیت کی مخاطب کیا گیا ہے اور یہ لفظ مذکر ہے تو اس کے لیے جمع مذکر کی ضمیریں بولی گئی ہیں اور اس کی دیگر مثالیں بھی قرآن مجید میں موجود ہیں جیسے:

اَتَعۡجَبِيۡنَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ ۔ [1]

میں حضرت سارہ علیہا السلام کو خطاب ہے اور ضمیر جمع مذکر لفظ اہل البیت کی وجہ سے آئی ہے اسی طرح فَقَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا (سورہ طہ ۱۰) میں موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کے لئے ضمیر جمع مذکر بولی گئی ہے کیونکہ بیوی کو لفظ اہل سے یاد کیا گیا ہے۔

البتہ یہاں ایک حدیث ہے جسے ابن جریر ابن ابی حاتم اور طبرانی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نزلت ھذہ الآیۃ فی خمسۃ فی وفی علی و فاطمہ و حسن حسین رضی اللہ تعالی عنہم انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ [2]

یعنی یہ آیہ تطہیر پانچ افراد کے لیے نازل ہوئی میرے لیے علی اور فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے لیے۔ مگر یہ حدیث امہ دین کے نزدیک پایہ صحت سے ساقط ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میری تحقیق کے مطابق یہ حدیث صحیح نہیں۔ [3] اور اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو پانچ کا عدد اختصاص کے لئے نہیں بلکہ یہ بتانے کے لئے ہے کہ پانچ اہل بیت پاک کے معظم ترین فرد ہیں جن کا

[1] سورہ ہود، ۷۳

[2] درمنثور جلد ۶ صفحہ ۶۰۴

[3] روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۱۷ مطبوعہ دارالطباعہ بیروت

خصوصیت سے ذکر کیا جا رہا ہے۔ کئی مواقع پر نبی پاک ﷺ نے کوئی عدد بولا ہے مگر اس سے اختصاص مراد نہیں ہوتا بلکہ معظم ترین افراد کا ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے ارشاد نبوی ہے:

اجتنبو السبع الموبقات۔

سات مہلک کاموں سے بچو۔[1]

آگے حدیث مبارکہ میں وہ سات مہلک کام بتائے گئے ہیں یعنی شرک، عقوق والدین، سحر قتل، جھوٹ، غیبت اور جھوٹی گواہی وغیرہ مگر مقصد یہ نہیں کہ ان سات کے علاوہ سب کام حلال ہیں مقصد یہ ہے یہ سات کام محرمات میں سے اہم ترین اور معظم ترین ہیں۔

قول ثالث:

اس آیت میں اہل بیت سے ازواج رسول اور علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم دونوں مراد ہیں۔ وہ اس طرح کہ یہ آیت اپنے سیاق وسباق اور شان نزول کے لحاظ سے تو ازواج رسول ﷺ کے حق میں ہی نازل ہوئی ہے تاہم نبی پاک ﷺ نے چاہا کہ اس تطہیر کی نعمت سے آپ کی پیاری اور لاڈلی بیٹی خاتون جنت اور آپ کے پیارے نواسوں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور آپ کے چچازاد بھائی اور داماد مولا علی رضی اللہ عنہ کو بھی سرفراز کیا جائے اور جو فضل آپ کی ازواج پر ہوا ہے ان پر بھی ہو جائے تو آپ نے ان نفوس قدسیہ کو اپنی چادر میں لے کر دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر تو نے میری ازواج کو میرے اہل بیت کہہ کر انہیں تطہیر عطا فرمائی ہے تو اہل بیت کے لفظ سے میں ان کو بھی یاد کرتا ہوں یا اللہ! ان پر بھی یہ نعمت ارزاں فرما دے تو اللہ نے اپنے محبوب کی یہ دعا قبول فرمائی۔

یہ قول پچھلے دونوں اقوال کو جمع کر دیتا اور اختلاف اٹھا دیتا ہے اور متعدد احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چند ایک ملاحظہ ہوں:

۱۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ یہ آیت انما یرید اللہ الخ میرے گھر میں نازل ہوئی اس وقت گھر میں سات افراد تھے جبریل، میکائیل علیہما السلام، علی، فاطمہ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم جب کہ میں گھر کے دروازہ پر تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! الست من اهل

---

[1] مسلم شریف

البیت؟ کیا میں اہل بیت میں سے نہیں؟ فرمایا:

انك على خير انك من ازواج النبی۔

ترجمہ: تم تو پہلے ہی بھلائی پر ہو تم تو ازواج نبی (ﷺ) میں سے ہو۔ ابن مردویہ۔ [1]

۲۔ حضرت ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں خیبر سے آئی ہوئی چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آ گئیں ان کے پاس گوشت سے بھری ہنڈیا تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے شوہر اور اپنے دونوں بیٹوں کو بلا لاؤ تو وہ انہیں بلا لائیں۔ ابھی وہ کھا ہی رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت اتری:

انما یرید الله...الخ

تو نبی پاک ﷺ نے اپنی چادر ان پر ڈال دی اور پھر آپ نے چادر سے ہاتھ باہر نکال کر آسمان کی طرف پھیلائے اور دعا کی:

اللهم هؤلاء اهل بيتي وخاصتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيراً۔

ترجمہ: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے قریبی ہیں تو ان سے ہر آلائش دور کر کے انہیں خوب پاک کر دے یہ آپ نے تین مرتبہ دعا فرمائی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے بھی چادر میں سر داخل کیا اور عرض کیا یارسول اللہ! وانا معکم میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ فرمایا:

انك على خير مرتين

ترجمہ: کہ تم دو مرتبہ بھلائی پر ہو۔ [2]

دو مرتبہ بھلائی پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو تم ازواج نبی میں داخل ہو دوسرا میں تمہیں اپنی دعا میں بھی داخل کرتا ہوں اس طرح یہ آیت تمہارے لیے دو مرتبہ ہو جائے گی۔

۳۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ملتا جلتا دوسرا واقعہ بھی ہم آگے احادیث کی فصل میں

[1] درمنثور جلد ۶ صفحہ ۶۰۴

[2] ابن جریر: ابن ابی حاتم، طبرانی

لا رہے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں کہ نبی پاک نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو بلالاؤ۔ جب وہ آگئے تو آپ نے ان پر چادر ڈال دی جو خیبر سے مال غنیمت میں آئی تھی اور میرا بچھونا تھی پھر آپ نے یہ دعا فرمائی:

اللھم ھؤلاء ال محمد فاجعل صلوتک وبرکاتک علی ال محمد کما جعلھا علی ال ابراھیم انک حمید مجید

ترجمہ: اے اللہ یہ محمد ( ) کی آل ہیں پس تو اپنی رحمتیں اور برکتیں آل محمد پر اسی طرح نازل فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر اتاری تھیں بے شک تو حمد والا اور بزرگی والا ہے۔ سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے چادر کا کونا اٹھا کر دیکھا تو نبی پاک نے اسے میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور فرمایا تم تو پہلے ہی بھلائی پر ہو۔[1]

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ آیت تطہیر ازواج مطہرات کے لیے ہی اتری ہے البتہ نبی پاک نے دعا فرما کر مولا علی شیر خدا سیدہ خاتون جنت اور حسنین کریمین کو بھی اس میں شامل کر لیا اکثر مفسرین قرآن نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے چنانچہ امام قرطبی ارشاد فرماتے ہیں:

فھذہ دعوۃ من النبی لھم بعد نزول الایۃ احب ان یدخلھم فی الایۃ التی خوطب بھا الازواج فذھب الکلبی ومن وافقہ فصیرھا لھم خاصۃ وھی دعوۃ لھم خارجۃ من التنزیل

ترجمہ: یہ نبی پاک کی طرف سے اس آیت تطہیر کے نزول کے بعد حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین کے لیے دعا ہے۔ آپ نے چاہا کہ انہیں بھی اس آیت میں داخل فرمائیں جس میں آپ کی ازواج کو مخاطب کیا گیا تھا تو کلبی اور اس کے ہم نواؤں نے اسے انہی کے لیے خاص قرار دیا حالانکہ یہ دعا ان کے لیے نزول آیت سے الگ ہے۔[2]

---

1. کنزالعمال جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۵ بروایت ابن عساکر
2. تفسیر قرطبی جلد ۱۴ صفحہ ۱۸۳ طبع بیروت

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

وعدم ادخالها في بعض المرات تحت الكساء ليس لانها ليست من اهل البيت اصلا بل لظهور انها منهم حيث كانت من الازواج اللاتي يقتضي سياق الاية و سباقها دخولهن فيهم بخلاف من ادخلوا تحته رضي الله عنهم فانه عليه الصلوة والسلام لو لم يدخلهم ويقل ما قال لتوهم عدم دخولهم في الاية لعدم اقتضاء سياقها

ترجمہ: نبی پاک ﷺ کا حضرت ام سلمہ کو چادر کے نیچے داخل نہ کرنا اس لیے نہیں تھا کہ وہ اہل بیت میں شامل ہونا نہ تھیں بلکہ وجہ یہ تھی جب کہ خود آیت کا سیاق وسباق واضح کر رہا ہے بخلاف ان کے آپ نے چادر میں لیا، اگر آپ ﷺ داخل نہ کرتے اور جو کچھ فرمایا نہ فرماتے تو آیت میں ان کا غیر داخل ہونا واضح ہوتا کیونکہ آیت کا سیاق وسباق ان کے اہل بیت میں داخل ہونے کا متقاضی نہیں۔ [1]

حضرت علامہ آلوسی نے بڑا محققانہ اور بلیغ کلام فرمایا ہے: فللہ درہ

۳۔ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهذه كما ترى آية بينة وحجة نيرة على كون نساء النبي ﷺ من اهل بيته قاضية ببطلان مذهب الشيعة في تخصيصهم اهل البيت بفاطمة وعلي وابنيهما الحسنين رضي الله عنهم

ترجمہ: جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ آیت اس بات کی واضح دلیل اور روشن حجت ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں اور یہ آیت شیعہ مذہب کے بطلان پر فیصلہ دے رہی ہے کہ انہوں نے لفظ اہل بیت کو حضرت علی، سیدہ فاطمہ اور ان کے صاحبزادگان حسن وحسین رضی اللہ عنہم سے خاص کر دیا ہے۔

آگے علامہ حقی فرماتے ہیں یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت علی، سیدہ

۱۔ روح المعانی جز ۲۲ صفحہ ۱۵ مطبوعہ بیروت

فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو چادر میں لے کر فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں اور یہ آیت انما یرید اللہ الخ تلاوت کی تو یہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حضرات اہل بیت ہیں۔ لا ان من عداھم لیسو کذالک اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے سوا کوئی اہل بیت میں سے نہیں۔ ؎

الغرض قریباً تمام مفسرین قرآن کی یہی رائے ہے کہ یہ آیت تطہیر ازواج رسول ﷺ کے حق میں اتری تو رسول کریم ﷺ نے دعا فرمائی اور مولا علی، سیدہ فاطمہ و حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں داخل فرمایا یعنی اللہ نے ان کو بھی پاک کر دیا۔

تطہیر کا مطلب:

اللہ نے تو یہی فرمایا کہ اللہ اہل بیت رسول ﷺ کو ہر آلائش دنیا سے پاک کرنا چاہتا ہے انما یرید اللہ اور دوسری جگہ فرمایا: اِذَآ اَرَادَ شَیْئاً اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْن جب اللہ کسی چیز کے لیے یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہ ہو جائے تو ہو جاتی ہے اس لئے جب اللہ نے اہل بیت رسول کو پاک کرنے کا ارادہ فرمالیا تو پاک ہو گئے اور پاک کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے انہیں گناہوں سے محفوظ کر دیا اپنی حفاظت میں لے لیا۔ لیذھب عنکم الرجس کا مفاد یہ ہے کہ پہلے اللہ نے ان کے دل گناہوں سے پھیر دیے اور لیطھرکم تطھیراً کا مفاد یہ ہے کہ پھر ان کے دل نیکیوں کی طرف راغب کر دیے، اب وہ نیکی کا ہی ارادہ کرتے ہیں یا یوں کہہ لیں۔ لیذھب عنکم الرجس کہہ کر اللہ نے گناہوں کے اسباب اور راستے ان سے دور کر دئے اور لیطھرکم تطھیراً میں بتایا کہ اعمال صالحہ کے اسباب ان کے لئے مہیا کر دیے گئے۔

مذکورہ آیت اور مذکورہ احادیث کی روشنی میں معلوم ہو گیا کہ مولا علی، اور حسنین کریمین کو اللہ نے نیکیوں کی طرف راغب کیا تھا تو انہوں نے جس موقع پر جو بھی موقف اختیار کیا وہ مبنی برنیت خیر تھا اور برحق تھا خواہ وہ واقعہ جمل ہو یا حادثہ صفین ہو یا سانحہ کربلا۔ کیونکہ آیہ تطہیر اور دعائے رسول کی برکت سے اللہ نے ہر طرح کا شر ان کی فطرت سے نکال دیا تھا۔ ان پر اعتراضات کرنا اور ان کو محل تنقید بنانا اپنے اعمال ضائع کرنے کے مترادف ہے اللہ اس سے ہر مسلمان کو بچائے۔ آمین! ثم آمین!

؎ روح البیان جلد ۷ صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ بیروت

تیسری آیت:

. نبی و آل نبی پر درود و سلام!

اِنَّ اللہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجو اور خوب سلام کہو۔ [1]

اب ایمان والے کیسے نبی پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجیں؟ اس کا طریقہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ مجھے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ملے تو فرمایا کیا میں تجھے ایک تحفہ دوں؟ جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا میں نے کہا کیوں نہیں۔ مجھے وہ ہدیہ ضرور عنایت کیجئے۔ کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ یارسول اللہ! کیف الصلوۃ علیکم اھل البیت آپ اہل بیت پر ہم کس طرح صلوۃ یعنی درود پڑھیں۔ (کیونکہ حضور پرنور نبی کریم رؤوف و رحیم ﷺ خود بھی اہل بیت میں شامل ہیں اور انما یرید اللہ الخ کے مخاطبین میں سے ہیں) ہمیں اللہ نے آپ کی زبان سے یہ تو بتا دیا ہے کہ ہم آپ پر سلام کیسے پڑھیں (چنانچہ ہم نماز میں) السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ پڑھتے ہیں مگر ہمیں درود پڑھنے کا پتہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یوں کہا کرو:

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید. اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید [2]

ترجمہ: اے اللہ! محمد و آل محمد پر درود بھیج جیسے تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر درود بھیجا

---

[1] سورہ احزاب: ۵۶

[2] بخاری شریف جلد اول صفحہ ۴۷۷ کتاب الانبیاء

ہے بے شک تو حمد والا بزرگی والا ہے اے اللہ محمد و آل محمد پر برکت فرما جس
طرح ابراہیم اور آل ابراہیم پر تو نے برکت کی۔

تو اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا محمد و آل محمد ﷺ پر درود وسلام پڑھتے
چاہیے۔

آل محمد کون ہیں؟

اب یہ سمجھنا باقی ہے کہ آل محمد ﷺ کون ہیں جن پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا گیا ہے تو اس بارے
میں مختلف اقوال ہیں۔

قول اول:

آل محمد ﷺ سے صرف وہی لوگ مراد ہیں جن کو نبی ﷺ نے اپنی چادر کے نیچے لے
فرمایا تھا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں یعنی حضرت علی مرتضیٰ، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین ؓ اس
کی دلیل وہ ہے جو پیچھے دو مرتبہ گزری کہ رسول اللہ ﷺ نے ان حضرات کو چادر میں لے کر فرمایا:

اللهم هؤلاء آل محمد فاجعل صلواتك وبركاتك على آل محمد
كما جعلتها على ابراهيم انك حميد مجيد

ترجمہ: اے اللہ! یہ ہیں آل محمد ﷺ پس تو درود اور برکتیں آل محمد پر اسی طرح نازل فرما
جس طرح تو نے آل ابراہیم پر نازل فرمائیں۔

گویا حضرت علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین ؓ ہی اہل بیت ہیں اور یہی آل محمد ہیں انہی کے لیے
تطہیر ہے اور انہی کے لیے درود اور چونکہ آل کا معنی عموماً اولاد ہی لیا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے

اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: کہ ہم نے ابراہیم اور عمران کی اولاد کو عالمین پر فضیلت دی۔

اس لیے سیدہ فاطمہ اور ان کی اولاد ہی اولاد محمد ہونے کی حقدار ہیں اور حضرت علی ؓ
رسول میں حکماً داخل ہیں کہ داماد بھی بیٹا ہی ہوتا ہے۔

قول ثانی:

آل محمد میں ازواج رسول بھی داخل ہیں اور آپ کی ذریت بھی۔ کیونکہ آدمی کی آل میں اس کی بیوی اور بچے سبھی شامل ہوتے ہیں اور اسی کو فیملی کہتے ہیں یعنی آل بمعنیٰ افراد خانہ کیونکہ آل اصل میں اہل تھا،ہا،کو ہمزہ کیا گیا تو دو ہمزے جمع ہو گئے اور ائل ہو گیا پھر دوسرے ہمزے کو پہلے کی حرکت کے موافق الف سے بدل دیا جیسا کہ لسان العرب القاموس اور مفردات القرآن وغیرہ میں لکھا ہے اس طرح اہل سے آل بن گیا اور عربی میں ہا،کو ہمزے سے بسا اوقات بدلا جاتا ہے جیسے مآء اصل میں ماہ تھا اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ آل کی تصغیر اھیل آتی ہے اور تصغیر سے لفظ کی اصلیت کا پتہ چل جاتا ہے نحو کا قاعدہ ہے:

التصغیر یرجع الی اصل الاسماء۔

جب آل کا معنیٰ اہل ہے تو نبی پاک ﷺ کے اہل میں ازواج بھی داخل ہیں اور ذریت بھی۔ قرآن کریم بھی جا بجا لفظ اہل کو بیوی کے لیے استعمال فرماتا ہے پیچھے متعدد مثالیں گذر چکی ہیں اور ذریت کا اہل میں ہونا بھی ظاہر و باہر ہے اس قول کی تائید ایک متفق علیہ حدیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے چنانچہ ابو حمید ساعدی کہتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیف نصلی علیک ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں۔آپ نے فرمایا:

اللھم صل علیٰ محمد و ازواجه وذریاته کما صلیت علی آل ابراھیم و بارك علی محمد وازواجه و ذریاته کمابارکت علی آل ابراھیم انك حمید مجید۔

ترجمہ: اے اللہ! محمد (ﷺ) اور آپ کی ازواج اور اولاد پر اس طرح درود بھیج جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر درود بھیجا اور محمد (ﷺ) اور آپ کی ازواج اور اولاد پر اسی طرح برکت فرما جس طرح تو نے آل ابراہیم پر برکت فرمائی۔ [1]

یہ حدیث مسلم کتاب الصلوۃ جلد اول صفحہ ۱۷۵ پر بھی ہے اور اسے امام مالک نے موطا اور

---

[1] بخاری شریف جلد اول کتاب الانبیاء صفحہ ۴۷۷

دیگر محدثین نے بھی اپنی کتب میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں حضور پرنور نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج اور ذریت کو درود میں داخل کیا ہے اور انہیں آل ابراہیم کی تشبیہ دے کر اپنی آل قرار دیا ہے۔ آپ کی ذریت سے مراد آپ کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور آپ کے تاقیامت اس سلسلے کے سارے افراد شامل ہیں بشرطیکہ وہ صاحب ایمان وعقیدہ صحیحہ ہوں وہ سب آل محمد کا مصداق ہیں اور جب درود شریف پڑھنے والے درود پڑھتے ہیں تو ان سب کو اس میں سے حصہ ملتا ہے۔

تیسرا قول:

آل محمد سے مراد وہ سب لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے یعنی جملہ بنو ہاشم، جن میں حضرات علی، عقیل، جعفرطیار، عباس اور حارث رضی اللہ عنہم کی اولاد داخل ہیں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو حدیث ثقلین کا مصداق ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے ان سے ہمیشہ وابستہ محبت رہنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و اھل بیتی لن تضلوا ما تمسکتم بھما بعدی۔

اور صحابی رسول ﷺ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں اہل بیت وہ ہیں جن جن پر صدقہ حرام ہے اور ان سب کے آل محمد کے مصداق ہونے کی دلیل مسلم شریف کی یہ حدیث بھی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے اپنے بیٹے عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ آپ انہیں اموال زکوٰۃ پر مقرر فرمادیں تو آپ ﷺ نے ان کا سوال رد کرتے ہوئے فرمایا:

ان الصدقة لا تنبغی لآل محمد انما ھی اوساخ الناس۔

ترجمہ: یعنی آل محمد کے لائق صدقہ نہیں کہ یہ لوگوں کی میل ہے۔ [1]

ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ نے اپنے دونوں چچاؤں حارث اور عباس کی اولاد کو بھی آل محمد ﷺ کہہ کر پکارا۔ لہذا جب ہم اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد الخ کہتے ہیں تو درود پاک کی برکت ان سب کو حاصل ہو جاتی ہے ان میں فاطمی، علوی اور عباسی بلکہ جملہ ہاشمی سادات داخل ہیں۔

1۔ مسلم شریف جلد اول کتاب الزکوۃ صفحہ ۳۴۴

چوتھا قول:

آل محمد ﷺ سے حضور پرنور نبی اکرم ﷺ کی ساری امت مسلمہ مراد ہے کیونکہ آل کا معنی قرآن مجید میں متعدد جگہ پر متبعین یعنی ماننے والوں کے آتے ہیں لہذا بہتر ہے کہ اس دعا کو جو اہل اسلام درود شریف کی صورت میں حضرت محمد وآل محمد ﷺ کے لئے مانگتے ہیں آپ کی امت کے تمام تابعین و متبعین سنت کے لیے عام رکھا جائے تاکہ رحمت کا بادل سب پر برسے۔ درود شریف کا معنی ہی یہ ہے کہ رحمت کی دعا کی جائے تو جس نے نبی پاک ﷺ کے صدقے میں آپ کا دین اختیار کیا اور آپ کی سنت کے پیروکاروں میں داخل ہوا وہ آپ کی آل ہے۔ قرآن بار بار کسی کے پیروکاروں کو اس کی آل کہہ کر پکارتا ہے چند آیات ملاحظہ ہوں:

وَاَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ

اور ہم نے فرعون کی آل کو (متبعین) کو غرق کیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ [1]

جو لوگ فرعون کے ساتھ لاکھوں کی تعداد میں غرق ہوئے وہ نہ اس کی اولاد تھے اور نہ اس کے قریبی رشتہ دار۔ فرعون کی اپنی کوئی اولاد ہی نہ تھی وہ سب اس کے ماننے والے تھے ان سب کو آل فرعون کہا گیا۔

۲۔ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔

ترجمہ: بے شک طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین ہوگی اور اس میں آل موسیٰ اور آل ہارون علیہما السلام کی چھوڑی ہوئی چیزیں یعنی ان کے تبرکات ہوں گے۔ [2]

اس تابوت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے استعمال کی چیزیں اور بنی اسرائیل پر اترنے والے من سلویٰ کے کچھ ٹکڑے تھے۔ اس آیت میں بنی اسرائیل کو آل موسیٰ کہہ کر پکارا گیا کیونکہ وہ آپ کے متبعین تھے۔ ثابت ہوا متبعین کو آل کہا جاتا ہے۔ تو جو کسی کا متبع ہے وہ اس

---

۱ البقرہ

۲ بقرہ ۲:۲۴۸

کی آل ہے خواہ وہ اس کا قریبی یا نسبی رشتہ دارہ ہو یا نہ ہو۔ فرعون کے سارے ساتھی اس کی آل قرار پائے اور نوح علیہ السلام کے سگے بیٹے کے لئے کہا گیا۔

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۔

یعنی اے نوح علیہ السلام! وہ آپ کی اہل (آل) میں سے نہیں کیونکہ اس کا عمل اچھا نہیں یعنی عقیدہ درست نہیں۔ اللہ نے پسر نوح کو ان کی اہل سے نکال دیا چونکہ خود آل اصل میں اہل ہے تو آل ہونے کا مدار اتباع پر ہے نسبت و قرابت پر نہیں یہ دلائل قرآن کریم میں سے ہیں۔ اب حدیث کی طرف آییے!

۱۔ طبرانی نے معجم صغیر میں اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا آل محمد ﷺ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کل تقی ہر پرہیزگار آدمی۔ [۲]

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یک دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے دیکھیں سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۵۲ کتاب الصلوۃ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت۔ یونہی امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس کی ایک اور سند بیان کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا ہے۔ [۳]

جب کہ امام سیوطی نے اس کے حوالہ جات میں ابن مردویہ کا اضافہ کیا ہے۔ [۴]

اس حدیث کے بعض راویوں پر تنقید کی گئی ہے مگر اتنی مختلف اسناد اور طرق کی موجودگی میں یہ قابل التفات اور حجت ہے۔

۲۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملنے آیا وہ نہ ملے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے ہیں تو تم بیٹھو۔ اتنے میں رسول خدا ﷺ بھی حضرت علی کے ساتھ آگئے وہ دونوں گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ

---

[۱] سورہ ہود: پارہ ۱۲

[۲] معجم صغیر جلد اول صفحہ ۱۱۵

[۳] مجمع الزوائد جلد اول صفحہ ۲۴۹

[۴] در منثور ج ۳ ص ۱۸۳ مطبوعہ ایران

داخل ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے جناب امامین کریمین حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو بلایا اور دونوں کو اپنے رانوں پر بٹھایا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جھولی کے قریب کر لیا اور ان پر اپنی چادر ڈال دی جب کہ میں ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ نے تب فرمایا:

انما یرید اللہ لیذھب الخ اللھم ھولاء اھلی اللھم اھلی احق

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے اہل بیت رسول! کہ تم سے ہر آلائش دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔ اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔ اے اللہ! میرے اہل زیادہ حق دار ہیں۔

حضرت واثلہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: وانا من اھلك یارسول اللہ؟ یارسول اللہ! کیا میں بھی آپ کے اہل (آل) میں سے ہوں فرمایا وانت من اھلی ہاں تم بھی میری اہل (آل) میں سے ہو حضرت واثلہ فرماتے ہیں انہا لمن رجی ما ارجو بے شک یہ ہر اس آدمی کے لئے ہے جو وہی کچھ تمنا کرے جو میں کرتا ہوں۔ [1]

اس حدیث میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنی آل قرار دیا ہے اور انہوں نے فرما دیا کہ یہ ارشاد یعنی آل رسول ہونا ہر اس آدمی کے لئے ہے جو میرے جیسی تمنا رکھے۔ امام بیہقی نے اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے اور فرمایا ھذا صحیح [2]

۳۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے متعلق روایت کیا کہ وہ فرماتے تھے آل محمد ﷺ امتہ۔ [3]

حضرت جابر بن عبداللہ صحابی ابن صحابی ہیں اور رسول کریم ﷺ سے بڑا قرب رکھتے ہیں آپ ﷺ حضرت جابر سے بہت محبت رکھتے تھے انہی کا قرضہ اتارنے پر یہ معجزہ ہوا کہ کھجوروں کے ایک ڈھیر ہی سے سارے قرض خواہوں کو مال مل گیا اور ڈھیر بھی اسی طرح نظر آ رہا تھا۔ بہر حال یہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آپ کی ساری امت آپ کی آل ہے الغرض قرآن وحدیث کی یہ متعدد

---

[1] سنن بیہقی جلد دوم صفحہ ۱۵۲ کتاب الصلوٰۃ باب من زعم ان آل النبی ﷺ اہل دینہ عامۃ

[2] حوالہ مذکورہ

[3] سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۵۲ کتاب الصلوٰۃ

نصوص اس چوتھے قول کی تائید کر رہی ہیں۔ ائمہ دین کی اکثریت بھی اسی قول سے متفق نظر آتی ہے چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں۔

اختلف العلماء فی آل النبی ﷺ علی اقوال، اظهرها و هو اختيار الازهری وغيره من المحققين انهم جميع الامة

ترجمہ: علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ آل محمد ﷺ کون ہیں؟ ان کے مختلف اقوال ہیں۔ سب سے واضح اور پختہ قول جو امام ازہری اور دیگر محققین کا پسندیدہ ہے یہی ہے کہ آپ کی ساری امت آپ کی آل ہے۔ ؎

۲۔ امام بیہقی روایت فرماتے ہیں کہ امام عبدالرزاق نے فرمایا میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا من آل محمد؟ آل محمد کون ہیں انہوں نے فرمایا اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض آپ کے اہل بیت کو آل محمد کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک آپ کی اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کرنے والا ہر آدمی آپ کی آل ہے۔ ابوبکر کہتے ہیں امام عبدالرزاق کا بھی یہی خیال ہے۔ شیخ نے کہا اور یہ قول قرآن کی اس نص کے مطابق ہے کہ فرمایا: اے نوح! تیرا بیٹا تیری اہل میں سے نہیں۔ ؎

۳۔ امام شہیر، مفسر قرآن، امام محمد بن احمد قرطبی اپنی تفسیر میں واذ نجينكم من آل فرعون کے تحت لفظ آل فرعون کی تشریح میں فرماتے ہیں:

آل فرعون قومه واتباعه واهل دينه و كذالك آل رسول الله ﷺ من هو على دينه و ملته فى عصره وسائر الاعصار سواء كان نسيباله اولم يكن ومن لم يكن على دينه وملته فليس من آله ولا اهله وان كان نسيباله وقريبه

ترجمہ: آل فرعون سے مراد اس کی قوم، اسکے پیروکار اور اس کے ہم مذہب ہیں اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی آل بھی وہ لوگ ہیں جو آپ کے دین وملت پر ہیں

؎ حاشیہ نووی علی المسلم جلد اول ص ۱۷۵

؎ سنن بیہقی جلد ۲ ص ۱۵۱

چاہے وہ آپ کے زمانہ میں ہوں یا بعد کے سارے زمانوں میں چاہے وہ آپ ﷺ سے کوئی نسبی تعلق رکھتے ہوں یا نہ، اور جو آپ کے دین وملت پر نہیں وہ نہ آپ ﷺ کی آل ہے اور نہ اہل۔ چاہے وہ آپ سے نسبی تعلق رکھتا ہو اور قریبی ہو۔[1]

امام قرطبی نے اس جگہ آگے چل کر یہ دلیل بھی دی ہے کہ اسی لیے ابولہب کو آل رسول میں سے نہیں کہا جاتا حالانکہ وہ آپ کا قریبی تھا۔

راقم الحروف محمد طیب عرض کرتا ہے کہ حقیقت میں ان چاروں اقوال کے دلائل باہم متصادم نہیں کہ ان کے درمیان محاکمہ نہ کیا جا سکے پہلے قول کی دلیل وہ حدیث تھی کہ حضرت علی و فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کے لئے فرمایا گیا اللھم ھولاء ال محمد اے اللہ! یہ آل محمد ہیں۔ آپ دیکھ لیں اس ارشاد میں نبی پاک ﷺ نے ان چاروں کو اپنی آل فرمایا ہے مگر یہ نہیں فرمایا کہ ان کے سوا کوئی تیسری آل نہیں یہ نہیں فرمایا انما ھؤلاء آل محمد یا یہ نہیں فرمایا لیس من آلی الا ھولاء اسی طرح دوسرے قول کی دلیل جو حدیث تھی اس میں بھی ازواج وذریت رسول کو آل ابراہیم کی طرح آل بتایا گیا ہے مگر ان کے سوا کسی دوسرے کے آل ہونے کا انکار نہیں کیا گیا۔ تیسرے قول کی دلیل کا بھی یہی حال ہے۔ جب کہ چوتھے قول میں نصوص قرآن وحدیث سے سارا معاملہ واضح ہو گیا کہ آل محمد کا مصداق آپ کے تمام متبعین ہیں۔

آل محمد کا بہترین مصداق:

تاہم یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہیے کہ اگرچہ ساری امت آل محمد میں داخل ہے مگر سادات کرام خصوصاً حسنی حسینی سادات کرام آل محمد ﷺ کا بہترین اور افضل مصداق ہیں چونکہ جتنا کسی کا سیدنا ومولانا حضرت محمد ﷺ سے تعلق ہو گا وہ اتنا ہی آل محمد کہلانے کا زیادہ حقدار ہو گا باقی ساری امت کا تعلق صرف ایمانی اور اعتقادی ہے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا تعلق ایمانی بھی ہے اور نسبی بھی پھر ان سے سیدہ فاطمۃ الزہرا کا تعلق سب سے زیادہ ہے اس سے کہ لفظ آل مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ کسی

---

1 تفسیر قرطبی ج۱ ص ۳۸۱ سورہ بقرہ آیت ۴۹

شخص کے گھر والوں کو اس کی آل کہتے ہیں اور اولاد کو بھی آل کہا جاتا ہے خاندان والے بھی آل کہلاتے ہیں اور کسی شخص کے پیروکاروں کو بھی آل کہا جاتا ہے تو مولا علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم ہر معنی میں آل رسول ہیں وہ آپ کے اہل بیت بھی ہیں اور اولاد بھی ہیں اور خاندان کے بہترین افراد بھی ہیں اور پیروکار بھی۔ جب آل محمد ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے تو اہل بیت رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے بھی وہ اس درود کے حقدار ٹھہرتے ہیں اور اولاد ہونے کے اعتبار سے بھی۔ خاندان ہونے ناطے بھی اور پیروکار ہونے کے حوالے سے بھی۔

یہ بات پہلے بھی واضح ہو چکی ہے کہ حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رسول کریم ﷺ کے بے مثل اہل بیت ہیں ایک تو وہ داماد ہیں اور داماد بیٹا ہی کہلاتا ہے اسی لئے انگریزی میں داماد کو Son in law یعنی قانونی بیٹا کہا جاتا ہے دوسرا اس لئے کہ ان کو نبی کریم ﷺ نے بیٹے کی طرح پالا تھا اس لئے آل نبی کا معنی اولاد نبی کیا جائے تو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل اور شمار کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کو امت کے درود و سلام میں سے دوسروں کی نسبت بہت زیادہ حصہ ملتا ہے اور ان پر صلوٰۃ و برکات کی برسات دوسروں سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ جس طرح حرم کعبہ میں ایک نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے اسی طرح وہاں کا ایک گناہ ایک لاکھ گناہ کے برابر ہے۔ یہی حال یہاں ہے۔ ازواج رسول ﷺ کو اللہ نے اہل بیت رسول کہہ کر پکارا اور فرمایا اگر تم میں سے کسی نے گناہ کیا تو اس کا عذاب دوسری عورتوں سے دگنا ہوگا۔ [1]

بہر حال یہ بھی معلوم ہوگیا کہ سادات کرام جب عمل خیر کرتے ہیں تو اس کا اجر و ثواب دوسروں سے زیادہ ہوتا ہے اسی جگہ اللہ نے ازواج رسول سے فرمایا لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ تم اگر تقویٰ اختیار کرو تو تمہاری عظمت کو کوئی دوسری عورت نہیں پہنچ سکتی۔ [2]

چوتھی آیت: مودۃ فی القربیٰ کا حکم:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

ترجمہ: فرمادیں اے رسول! میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا مگر قرابت

---

[1] سورہ احزاب: ۳۰

[2] احزاب ۳۲

کی محبت ومودت مانگتا ہوں۔ ؎

شانِ نزول

صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ مصارف بہت زیادہ ہیں اور مال بھی (ظاہری طور پر) کچھ نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ آقا کے حقوق کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی ہے اور ہم نے گمراہی سے نجات پائی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضور کے مصارف بہت زیادہ ہیں اس لئے یہ مال ہم خدام آستانہ کی خدمت میں نذر کے لئے لائے ہیں۔ قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی جائے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور آپ نے وہ اموال واپس کر دیئے۔

حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی مزید لکھتے ہیں:

اے محبوب! تم فرماؤ! میں اس تبلیغ وارشاد ہدایت پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا مگر میرے قرابت کی محبت تم پر لازم ہے۔ جب مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے سے محبت واجب ہے تو سید عالمین کے ساتھ کس قدر محبت فرض ہوگی۔ معنی یہ ہیں کہ میں ہدایت وارشاد پر کچھ اجر نہیں چاہتا لیکن قرابت کے حقوق تو تم پر واجب ہیں۔ ان کا لحاظ کرو اور میرے قرابت والے تمہارے بھی قرابتی ہیں انہیں ایذا نہ دو حضرت سعید بن جبیر سے مروی کہ قرابت والوں سے مراد حضور ﷺ کی آل پاک ہے (بخاری) اہل قرابت سے کون کون مراد ہیں؟ اس میں کئی قول ہیں ایک تو یہ کہ مراد اس سے علی وفاطمہ وحسنین کریمین رضی اللہ عنہم ہیں ایک قول یہ ہے کہ مراد اس سے آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس رضی اللہ عنہم ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے وہ تمام اقارب مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ مخلصین بنی ہاشم وعبد المطلب ہیں۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات حضور ﷺ کے اہل بیت میں داخل ہیں۔

مسئلہ:

حضور سید عالم ﷺ کی محبت اور حضور سید العالمین ﷺ کے اقارب کی محبت دین کے فرائض

؎ سورہ شوریٰ پارہ ۲۵

میں سے ہے۔ ؎

قریباً تمام مفسرین نے اس آیت کے تحت وہ احادیث درج کی ہیں جن میں رسول خدا ﷺ نے اپنی اہل بیت کی محبت کا درس دیا ہے۔

تفسیر قرطبی میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جو شخص آل محمد کی محبت میں مرا وہ شہید ہوا (مرتبہ شہادت پایا) اور جو آل محمد ﷺ کی محبت میں مرا اللہ فرشتوں کو اس کی قبر کا زائر بنا دیتا ہے اور جو شخص آل محمد کے بغض میں مرا روز قیامت اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ رحمت رب سے محروم ہے اور جو شخص بغض آل محمد میں مرا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور جو میرے اہل بیت کے بغض میں مرا اس کے لیے میری شفاعت میں سے کوئی حصہ نہیں۔

اس حدیث کے بعض کلمات امام قرطبی نے آگے لکھے ہیں کہ فرمایا: جو شخص آل محمد کی محبت میں مرا اسے ملک الموت مرتے ہوئے جنت کی بشارت دیتا ہے پھر منکر نکیر بھی یہ بشارت دیتے ہیں اور جو شخص آل محمد کی محبت میں مرا اس کی قبر میں جنت کی طرف دو دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جو آدمی حب آل رسول میں مرا وہ مسلک اہل سنت و جماعت پر مرا اور جو شخص آل محمد ﷺ کے بغض پر مرا وہ کافر مرا۔ ؎

امام سیوطی نے اس آیت کے تحت کثیر احادیث ذکر کی ہیں چند ایک یہ ہیں:

۱۔ ابن عدی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ من ابغضنا اهل البيت فهو منافق جس شخص نے ہم اہل بیت سے بغض کیا ہو منافق ہے۔

۲۔ امام بخاری نے سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے ارقبوا محمد فى اهل بيته یعنی نبی پاک ﷺ کی اہل کے بارے میں آپ ﷺ کی نسبت کا خیال رکھا کرو۔ ؎

۳۔ احمد ابن حبان اور حاکم نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

؎ جمل وخازن وغیرہ بحوالہ تفسیر خزائن العرفان ص ۶۹۹

؎ تفسیر قرطبی الجامع الاحکام القرآن ج۱۶: ص ۲۳

؎ یہ بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب مناقب قرابۃ رسول میں موجود ہے

والذی نفسی بیدہ لا یبغضنا اہل البیت رجل الا ادخلہ اللہ النار

مجھے اس رب کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم اہل بیت سے جو شخص بھی بغض رکھے گا اللہ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔ [1]

پانچویں آیت: آل یٰسین پر سلام:

سلام علی ال یاسین

ترجمہ: الیاسین پر سلام ہو۔ [2]

الیاسین سے کیا مراد ہے؟ ایک قول میں یہ الیاس کی دوسری لغت ہے جیسے سینا کو سینین بھی پڑھا جاتا ہے قرآن مجید میں ایک جگہ طور سینا آیا ہے دوجگہ طور سینین آیا ہے (الطین) اسی طرح الیاس اور الیاسین گویا الیاس علیہ السلام کا نام ہے۔ دوسرے قول الیاسین آل یاسین سے مخفف ہے یعنی یاسین کی آل۔ اس کے چند دلائل ہیں:۔

(۱) قرات سبعہ متواترہ میں سے امام نافع مدنی اور امام ابن عامر شامی کی قرات میں یہ لفظ آل یاسین پڑھا گیا ہے لفظ آل کی یاسین کی طرف اضافت کی گئی ہے۔ [3]

راقم الحروف احقر محمد طیب نے علم قراءات سبعہ کو باقاعدہ پڑھا اور پڑھایا ہے اس لئے علی وجہ البصیرت لکھ رہا ہوں۔ افسوس کہ آج اس انتہائی ضروری علم کے شناسا بہت کم رہ گئے ہیں۔

۲۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ایسے لکھا گیا ہے:

اِلْ یَاسِین یعنی اِلْ اور یَاسِین الگ الگ لکھے گئے ہیں یہ اس لئے ہے تاکہ اس سے آل یاسین بھی پڑھا جا سکے۔ دراصل قرآن کریم کی کتابت دور عثمان رضی اللہ عنہ میں اس طرح کی گئی تھی کہ کسی لفظ کی تمام قراءات کو اس سے نکالا جا سکے۔ اگر یہاں آل یاسین لکھا جاتا تو اس کی الیاسین والی قرات خارج ہو جاتی۔ تو واضح ہو گیا کہ الیاسین اور آل یاسین ایک ہی چیز ہے تو آیت کا معنی بن گیا آل یاسین پر سلام ہو۔ اب آل یاسین کون ہیں؟ اس بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر پڑھیں

---

[1] درمنثور ج ۷ ص ۳۴۹

[2] الصافات: ۱۳۰ پارہ ۲۳ ع ۸

[3] دیکھیے النشر فی القراءات العشر امام ابن جزری ج ۲ سورہ صافات اور الشاطبیہ از امام شاطبی

امام سیوطی لکھتے ہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی قولہ سلام علی ال یاسین قال نحن ال محمد آل یاسین

ترجمہ: ابن ابی حاتم طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ سلام علی آل یاسین سے ہم آل محمد ﷺ مراد ہیں۔ [1]

علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں:

وقیل یاسین فیہا اسم لمحمد ﷺ قال یاسین آلہ علیہ الصلوۃ والسلام

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ اس آیت میں یاسین حضور نبی کریم ﷺ کا لقب مبارک ہے تو آل یاسین سے آپ کی آل مراد ہے۔ [2]

یاسین نبی کریم ﷺ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے۔ آپ کے اسمائے گرامی پر اہل سیرت نے ضخیم مواد لکھا ہے۔ مدارج النبوت، مواہب اللدنیہ زرقانی وغیرہ کتب میں جہاں اسماء النبی حروف تہجی کی ترتیب سے لکھا گیا ہے وہاں حرف یاء میں آپ کے ناموں میں یسین ضرور لکھا جاتا۔ اس لئے آپ کی آل کو اکثر آل یاسین بھی لکھا جاتا ہے صاحب روح البیان علامہ اسماعیل رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔

ویویدہ انہ یقال لاھل البیت ال یاسین کما قیل سلام علی آل طٰہٰ و یسین سلام علی آل خیر النبیین

ترجمہ: یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ میں یٰسین سے نبی ﷺ مراد ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اہل بیت کو عموماً آل یاسین بھی کہا جاتا ہے جیسے یہ کہا جاتا ہے آل طٰہٰ و یٰسین پر سلام ہو اور آل خیر الانبیاء پر سلام ہو۔ [3]

---

[1] در منثور ج ۷ ص ۱۲۰ سورہ صافات مطبوعہ دار الفکر

[2] روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۴۲

[3] روح البیان ج ۷ ص ۳۶۴ سورہ یاسین

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم متعدد معانی میں اتارا گیا ہے ایک آیت کی کئی کئی تفاسیر اور کئی کئی معانی ہوتے ہیں اور سب درست ہوتے ہیں اگر زیر بحث آیت میں ال یاسین سے حضرت الیاس ؑ مراد ہوں تو بھی درست ہے اور اگر نبی پاک ﷺ کی آل مراد ہو تو بھی درست ہے اس میں آل رسول کی بہت بڑی عظمت ہے کہ خدا ان کو سلام فرما رہا ہے۔ قرآن مجید انہیں سلام کہہ رہا ہے اور ساری امت ان کی بارگاہ میں سلام پیش کر رہی ہے۔ جس شخص کو کسی گورنر کا سلام آجائے وہ ناز کرتا ہے جسے کسی بادشاہ کا سلام آجائے وہ پھولا نہیں سماتا تو قربان جائیے آل نبی کے وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہیں عرش سے رب العالمین کا سلام آرہا ہے۔

چھٹی آیت: حب آل رسول کا صلہ:

وَمَنۡ يَقۡتَرِفۡ حَسَنَةً نَّزِدۡ لَهٗ فِيۡهَا حُسۡنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ

ترجمہ: اور جو شخص نیکی کمائے تو ہم اس کے لئے اچھائی بڑھا دیتے ہیں بے شک اللہ بخشنے والا جزا عطا فرمانے والا ہے۔[1]

اس جگہ حسنتہً سے یوں تو کوئی بھی نیکی مراد ہو سکتی ہے کہ ہر نیکی ہی کی اللہ جزا دیتا ہے مگر حبر امت مفسر قرآن مجید عمزاد رسول ﷺ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اہم نیکی کا بیان بھی آیا ہے چنانچہ امام سیوطی فرماتے ہیں۔

واخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس ومن یقترف حسنة قال المودة لآل محمد ﷺ

ترجمہ: ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ من یقترف حسنة سے آل محمد ﷺ کی محبت مراد ہے۔[2]

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ اس سے پہلی آیت یہی ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی تو چونکہ پیچھے سے حب آل رسول کا تذکرہ آرہا ہے یہاں بھی نیکی سے مراد حب آل رسول ہی ہے۔

---

[1] سورہ شوریٰ ۲۳ پارہ ۲۵

[2] درمنثور ج ۷، ص ۳۴۸، سورہ شوریٰ

ساتویں آیت: مسکین و یتیم اور اسیر کو کھانا دینا:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝ فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُورًا ۝ وَجَزٰهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيرًا ۝ مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ ۖ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا ۝[1]

ترجمہ: اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا میں کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ ہم اپنے رب سے اس دن سے متعلق ڈرتے ہیں جو ترش رو اور سختی والا ہے تو اللہ نے انہیں اس دن کی سختی سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور سرور سے ہمکنار کیا اور ان کے صبر کے سبب انہیں جنت اور ریشم کی جزاء عطا کی وہ وہاں تکیوں پر مسند نشین ہوں گے نہ وہاں دھوپ دیکھیں گے نہ سردی۔

یہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے ہر اس آدمی کو شامل ہے جو اللہ کی محبت میں یتیموں مسکینوں کو کھانا کھلائے تاہم اپنے شان نزول کے اعتبار سے اہل بیت رسول کی عظیم فضیلت بیان کرتی ہے چنانچہ چند روایات ملاحظہ ہوں

۱۔ اخرج ابن مردویہ عن ابن عباس فی قوله و یطعمون الطعام علی حبه قال نزلت هذه الآیة فی علی بن ابی طالب وفاطمه بنت رسول الله

ترجمہ: ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہ آیت وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول کے حق میں نازل ہوئی۔[2]

۱۔ الدھر۔

۲۔ درمنثور جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۱ سورۃ الدھر

۲۔ تفسیر بغوی میں امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے شان نزول پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

مجاہد اور عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری۔ اس لئے کہ انہوں نے ایک یہودی کے لئے کچھ مزدوری کی اور اس سے کچھ جو حاصل کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر والوں (سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا) نے ان جوؤں کا تیسرا حصہ پیس لیا اور اس سے کھانا تیار کیا جب کھانا پک گیا تو ایک مسکین نے آ کر اللہ کے لیے کھانا مانگا۔ ان لوگوں نے وہ کھانا اسے دیدیا۔ دوسرے دن انہی جوؤں کا ایک اور حصہ پکایا گیا جب وہ تیار ہوا تو ایک یتیم نے آ کر کھانا مانگا۔ انہوں نے وہ اسے کھلا دیا۔ یہی عمل باقی جوؤں سے تیسرے روز ہوا تو مشرکین میں سے ایک قیدی (غلام) نے آ کر کھانا طلب کیا اہل بیت رسول نے وہ کھانا اسے دیدیا اور خود بھوکے رہ گئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

جس قدر شان نزول ہم نے مذکورہ روایات سے بیان کیا ہے قابل قبول ہے اور اسے کثیر مفسرین نے نقل بھی کیا ہے اور اسے کسی نے ضعیف تک نہیں کہا۔ البتہ اسکے شان نزول میں ایک من گھڑت روایت لکھی جاتی ہے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نذر مانی اگر اللہ انہیں شفایاب کرے تو آپ رضی اللہ عنہ تین روزے رکھیں گے۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے بھی یہی نذر مان لی۔ اللہ نے حسنین رضی اللہ عنہما کو صحت دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے قرض لے کر جو خریدے پھر روزہ افطاری کے وقت کھانا تیار تھا کہ کسی مسکین نے کھانا مانگا۔ انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا۔ اگلے روز بھی کھانا برائے افطاری تیار تھا کہ کسی یتیم نے صدا لگائی تو سارا کھانا اسے دے دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کھانا خود کھایا نہ بچوں کو کھانے دیا سب مسکین و یتیم کو دیدیا تیسرے روز کسی اسیر نے کھانا مانگا تو انہوں نے سارا کھانا اسے دے دیا اور بچوں کو بھی کھانے نہ دیا۔ چوتھے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بھی ساتھ لے لیا۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ حسنین بھوک کی وجہ سے چڑیا کے نوزائیدہ بچوں کی طرح پھڑپھڑا رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر آپ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہو گیا ہے چلو بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلیں وہاں آئے تو کیا دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے انکی آنکھیں اندر دھنس چکی ہیں اور پیٹ کمر سے لگ گیا ہے۔ تب جبرئیل علیہ السلام آئے اور سورہ دھر کی آیتیں شان اہل بیت میں لائے۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور علامہ قرطبی نے تفسیر جامع البیان میں اس واقعہ کو قطعی جھوٹا، من گھڑت اور دل آزار خرافات پر مشتمل قرار دیا ہے۔ صحیح واقعہ صرف اس قدر ہے جو علامہ سیوطی امام بغوری اور علامہ خازن وغیرہم نے لکھا ہے۔ امام بغوی فرماتے ہیں حسن رضی اللہ عنہ اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرک قیدی کو بھی کھانا کھلانا ثواب ہے۔ [1]

۳۔ تفسیر خازن میں بھی اس مقام پہ یہی شان نزول اور یہی واقعہ لکھا گیا ہے

۴۔ ابن خلیفہ علیوی نے جامع النقول فی اسباب النزول میں پورے قرآن کی آیات کے شان ہائے نزول جمع کیے ہیں چنانچہ سورۃ الانسان (سورہ الدھر) کے تحت وہ لکھتے ہیں۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ کے تحت عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک بار کسی شخص کے باغ کو پانی لگانے کا کام کیا اور کچھ جو حاصل کیے۔ اگلے دن ان کا تیسرا حصہ پسوایا اور گھر والوں نے اس سے خزیرہ (ایک طرح کا کھانا) تیار کیا جب وہ کھانا تیار ہوا تو ایک مسکین نے آ کر صدا لگائی اور کھانے کو کچھ مانگا۔ ان لوگوں نے وہ کھانا اسے دے دیا دوسرے دن مزید تیسرا حصہ جو پکائے گئے تو ایک یتیم آگیا اور کھانا مانگا انہوں نے وہ کھانا اس یتیم کو دے دیا۔ اگلے دن باقی ماندہ جو تیار کیے گئے تو مشرکوں میں سے ایک قیدی (غلام) نے آ کر کھانا مانگا ان لوگوں نے وہ اسے کھلا دیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ [2]

سورہ دہر کی یہ قریباً تیرہ آیات ہیں جن میں اللہ نے مسکین یتیم اور اسیر کو کھانا کھلانے پر اہل بیت رسول ﷺ کی بے پناہ تعریف فرمائی ہے اور درج ذیل اوصاف وانعامات ان لوگوں کے لئے گنوائے ہیں۔

۱۔ یہ لوگ صرف خوشنودی خدا کے لئے مسکین یتیم اور اسیر کو کھانا دیتے ہیں۔

۲۔ اس کے بدلے میں وہ کوئی دنیاوی فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ شکریہ کا لفظ بھی نہیں سننا چاہتے۔

۳۔ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں کہ قیامت کے ہولناک دن میں کہیں پکڑ نہ ہو جائے کہ تم نے کھانا کھلا کر اس کا بدلہ مانگا تھا۔

۴۔ اللہ نے انہیں روز قیامت کی ہر سختی سے بچا لیا۔

---

[1] تفسیر معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی جلد ۴ صفحہ ۹۱

[2] اسباب النزول جلد دوئم صفحہ ۳۲۶ مطبوعہ مصر

۵۔ ان کے چہرے پر قیامت کے دن تروتازگی اور مسرت ٹمٹماتی ہوگی۔

۶۔ انہیں جنتی ریشم پہنایا جائیگا۔

۷۔ جنت میں وہ گاؤ تکیوں پر مسند آرا ہوں گے نہ وہاں گرمی ہوگی نہ سردی۔

۸۔ پھل دار جنتی درختوں کے خوشے جھک جھک کر انہیں سلام عرض کرتے ہوں گے۔

۹۔ غلمان جنت چاندی کے برتن اٹھائے ہوئے ان کے دائیں بائیں پھرتے ہونگے

۱۰۔ ان برتنوں میں انہیں جنتی شراب طہور پلائی جائے گی جسکا مزہ بہت ہی روح پرور ہوگا۔

۱۱۔ انہیں سبز سندس و استبرق کے حلے پہنائے جائیں گے اور چاندی کے کنگن بھی۔ یہ ہے وہ جنتی مقام جو مولائے کائنات مولا علی شیر خدا علیہ السلام، سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرہ، حسن مجتبیٰ اور امام حسین سید الشہداء علیہ السلام کو جنت میں عطا فرمایا جائیگا۔

قرآن کریم میں مزید آیات بھی اشارتاً اور تصریحاً اہل بیت رسول ﷺ کا مقام بیان کرتی ہیں۔ تاہم اس جگہ انہی سات آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ سات کا عدد بہت مبارک ہے۔

اللہ رب العزت جہاں قرآن پڑھنے کی توفیق دے وہاں صاحب قرآن رسول رحمان سید الانس والجان علیہ صلوات الرحمن اور انکی آل پاک کی سچی عقیدت و محبت بھی عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ آیات کے بعد شان اہل بیت میں احادیث نبویہ پیش کی جاتی ہیں اس حدیث کو پڑھیں اور سوچیں کہ جو لوگ امام عالی مقام سیدنا امام حسین علیہ السلام کو باغی قرار دیتے ہیں جیسے کہ محمود عباسی نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید میں آپ کو باغی اور یزید کی متفق علیہ خلافت کے مقابلے میں کھڑے ہو کر امت میں تفرقہ ڈالنے والا قرار دیا ہے ایسے لوگوں کا دین میں کیا مقام ہے؟ باغی کی سزا جہنم ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے امیر کے خلاف خروج کرے اور مارا جائے وہ جاہلیت کی موت مرا اور امام حسین علیہ السلام کے لیے حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ایک ہی جگہ ہوں گے۔ تو کیا آپ ﷺ ایک باغی و تفرقہ باز آدمی کو جنت میں اپنے ساتھ رکھ رہے ہیں؟ بے شک و شبہ کہ اس حدیث اور آگے دیگر احادیث نے یزیدی حکومت کی حیثیت بھی متعین کر دی ہے اور امام عالی مقام کا درجہ بھی۔ جس حکومت سے ٹکر لینے والا جنت میں امام الانبیاء کے ساتھ مقام پاتا ہے کیا وہ حکومت اسلامی کہلائے گی؟

فصل دوم

احادیث اور فضیلتِ پنج تن پاک رضی اللہ عنہم

میں علی و فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم جنت میں ایک جگہ ہوں گے

حدیث اول:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور ہمارے ہاں رات آرام فرمایا۔ حسن وحسین رضی اللہ عنہما سوئے ہوئے تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے رات کو پینے کو مانگا۔ رسول کریم ﷺ اٹھے اور ہمارے گھر ایک بکری تھی اس کا دودھ ایک پیالے میں دوہنے لگے اور دودھ لا کر ان کو پلانے لگے۔ اتنے میں حسین رضی اللہ عنہ نے بھی تقاضہ کیا اور دودھ والا پیالہ پکڑنے کی کوشش کی مگر آپ ﷺ نے انہیں روک دیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول ﷺ لگتا ہے حسن آپ ﷺ کو دونوں میں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں صرف یہ بات ہے کہ حسن نے پہلے پینے کو مانگا تھا۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اَنَا وَاِیَّاکِ وَ وَھٰذَیْنِ وَھٰذَا الرَّاقِ یَعْنِیْ عَلِیًّا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ مَکَانٍ وَّاحِدٍ۔

ترجمہ: میں اور تم اور یہ دونوں (حسن وحسین) اور یہ سونے والا یعنی حضرت علی، ہم سب روز قیامت ایک ہی جگہ میں ہوں گے۔ [1]

حدیث دوم۔ فاطمہ خواتین جنت کی اور حسنین نوجوانان جنت کے سردار ہیں

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جب مجھ سے میری والدہ نے پوچھا رسول کریم ﷺ کے ساتھ تم کب سے وابستہ ہو؟ میں نے کہا فلاں فلاں وقت سے پھر میں نے کہا کہ

---

[1] طبرانی، مسند احمد بن حنبل بحوالہ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۳۹

جان اب آپ مجھے جانے دیں میں آپ کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا پھر آپ کے ساتھ ہی رہوں گا تاکہ آپ میرے اور امی جان آپ کے لیے استغفار فرمائیں۔ چنانچہ میں نے جا کر مغرب کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی اور وہیں بیٹھا رہا پھر آپ نے نماز عشاء پڑھائی اور سب لوگ نماز کے بعد چلے گئے اور رسول کریم ﷺ کو کوئی معاملہ پیش آگیا اور آپ اللہ سے مناجات کرنے لگے دعا کے بعد آپ نے میری آواز پہچان کر فرمایا اوحذیفہ تم؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا! تم کیسے آئے ہو اللہ تمہاری اور تمہاری ماں کی بخشش فرمائے پھر فرمایا اوحذیفہ یہ فرشتہ ابھی نازل ہوا ہے جو اس سے قبل کبھی زمین پر نہیں اترا تھا اس نے اللہ سے اجازت لی کہ مجھے آ کر سلام کہے۔ اللہ نے اجازت دی اور یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ

فاطمة سيدة نساء اهل الجنة و الحسن و الحسين سيدا شباب اهل الجنة

ترجمہ: فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ [1]

حدیث سوم، پنجتن پاک مقام وسیلہ میں ہوں گے

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درجہ ہے جسے وسیلہ کہتے ہیں جب تم اللہ سے دعا کرو تو میرے لیے وسیلہ مانگا کرو (یہ درجہ مانگا کرو) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس درجے میں آپ کے ساتھ بھی کوئی اور ہوگا؟ فرمایا:

علی و فاطمة والحسن والحسين.

ترجمہ: علی و فاطمہ اور حسن وحسین علیہم السلام [2]

حدیث چہارم:

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا خاتون جنت سے فرمایا:

---

[1] ابن جریر بحوالہ کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۰ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۶۱۹

[2] ابن مردویہ کنز جلد ۱۲ صفحہ ۶۴۰

نبینا خیر الانبیاء وهو ابوك.

ہم اہل بیت میں سے جو نبی ہے وہ سب انبیاء سے افضل ہے۔ اور وہ تمہارا باپ ہے۔

و شهیدنا خیر الشهداء وهو عم ابیك حمزة

ترجمہ: اور ہمارا شہید سب شہداء سے افضل ہے اور وہ تمہارے والد کا چچا ہے۔

یعنی امیر حمزہ رضی اللہ عنہ آگے فرمایا: ہم اہل بیت میں وہ بھی ہے جو اپنے دو پروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہتا ہے اڑتا پھرتا ہے اور وہ تمہارے والد کے چچا (ابو طالب) کا بیٹا ہے یعنی جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ہم اہل بیت ہی میں سے اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ تمہارے بیٹے حسن و حسین ہیں (رضی اللہ عنہما) اور ہم ہی میں سے مہدی بھی آنے والا ہے۔[1]

حدیث پنجم۔ نبی کی آخری وصیت محبت اہل بیت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا:

آخر ما تکلم به رسول الله ﷺ اخلفونی فی اهل بیتی۔

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے وقت وصال جو آخری بات فرمائی یہ تھی کہ میرے اہل بیت کے بارہ میں بات کرتے ہوئے میرا خیال رکھنا۔[2]

اسی لیے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا:

ارقبوا محمدا فی اهل بیته.

یعنی رسول کریم ﷺ کی اہل بیت کے متعلق آپ ﷺ کی نسبت کا احترام کرو۔[3]

حدیث ششم۔ اے علی و فاطمہ و حسنین! تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور تمہارا دوست میرا دوست

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی اور حسن حسین رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

انا حرب بمن حاربکم و سلم بمن سالمکم۔

---

1. طبرانی صغیر بحوالہ مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶۹
2. طبرانی اوسط
3. بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب مناقب قرابۃ الرسول ﷺ صفحہ ۵۲۶

ترجمہ: جس کی تم سے جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے اور جس کی تم سے صلح ہے اس سے میری صلح ہے۔ [1]

حدیث ہفتم:

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

ائتنی بزوجك و ابنیك۔

ترجمہ: میرے پاس اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو لے کر آؤ۔

تو وہ جا کر انہیں لے آئیں۔ رسول کریم ﷺ نے ان پر وہ چادر ڈال دی جو میرا بچھونا تھی وہ خیبر سے آئی تھی۔ خیبر کے مال غنیمت میں سے تھی پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰؤلَاءِ آلُ مُحَمَّدٍ فَاجعل صَلٰوتك و برکاتكَ علی آلِ مُحَمَّدٍ کما جعلتھا عَلیٰ آل ابراھیم اِنَّكَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ

ترجمہ: اے اللہ یہ آل محمد ﷺ ہیں تو آل محمد پر رحمتیں اور برکتیں اسی طرح نازل فرما جیسے تو نے آل ابراہیم پر نازل فرمائیں۔ بے شک تو حمد والا بزرگی والا ہے۔

سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے چادر کا ایک پلو اٹھایا تاکہ میں بھی داخل ہو جاؤں رسول کریم ﷺ نے اسے میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور فرمایا:

اِنَّكِ عَلیٰ خَیرٍ۔

ترجمہ: تم پہلے ہی بڑی بھلائی والی ہو۔ [2]

ابن ابی شیبہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہی حدیث اس طرح ہے کہ میں نے پکار کر عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی؟ فرمایا ہاں تم بھی۔

حدیث ہشتم:

ام المومنین زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر

---

1. ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۷ مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا
2. ابن عساکر بحوالہ کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۵

تھے آپ نے حسن رضی اللہ عنہ کو ایک طرف حسین رضی اللہ عنہ کو دوسری طرف اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سامنے بٹھا کر فرمایا:

رَحْمَةُ اللہِ وَبَرَكَاتُه عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّه حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

ترجمہ: اے میرے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں اور وہ بڑی حمد اور بزرگی والا ہے۔

زینب فرماتی ہیں میں اور ام سلمہ سوئی ہوئی تھیں ام سلمہ رونے لگیں رسول کریم ﷺ نے انکی طرف دیکھ کر فرمایا:

مَا يُبْكِيْكِ،

ترجمہ: تم کیوں رو رہی ہو؟

عرض کیا: آپ نے ان کو لے لیا اور مجھے اور میری بیٹی (زینب) کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا:

انت وابنتك من اهل بيت.

ترجمہ: تم اور تمہاری بیٹی تو اہل بیت میں سے ہیں۔ [1]

یہ اور اس سے پہلے والی حدیث دونوں بتا رہی ہیں کہ اہل بیت رسول ﷺ میں آپ کی بیویاں بھی شامل ہیں بلکہ لفظ اہل بیت یعنی گھر والے قرآنی نصوص کے مطابق بیویوں ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا۔

حدیث نہم: پنجتن سے محبت کرنے والا جنت میں میرے ساتھ ہوگا

نصر بن جہنی کہتے ہیں مجھے حضرت علی بن جعفر نے بتایا ان کو ان کے بھائی حضرت موسیٰ (کاظم) بن جعفر صادق نے بتایا انہیں ان کے والد امام جعفر صادق نے بتایا انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے روایت کیا انھوں نے اپنے والد علی بن حسین (زین العابدین) سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

---

1. ابن عساکر وطبرانی کبیر بحوالہ کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۳

مَنْ اَحَبَّنِيْ وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِيَ فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: جس نے مجھ سے محبت رکھی اور دونوں (حسنین رضی اللہ عنہما) اور ان کے والد اور والدہ سے محبت رکھی وہ روز قیامت میرے ساتھ ہوگا۔ [1]

اے اللہ میں ان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو

حدیث دہم: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے چادر بچھائی اور اس پر آپ خود بیٹھ گئے اور علی اور فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم بھی بیٹھ گئے نبی کریم ﷺ نے اس چادر کے کونے آپس میں ملا دیئے اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنْهُمْ كَمَا اَنَا عَنْهُمْ رَاضٍ.

ترجمہ: اے اللہ ان سے یونہی راضی ہو جا جیسے میں ان سے راضی ہوں۔ [2]

امام ابن حجر فرماتے ہیں اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے:

ورجاله رجال الصحيح غير عبيد بن طفيل وهو ثقة.

ترجمہ: اس کے سارے راوی بخاری کے رواۃ ہیں عبید بن طفیل کے سوا اور وہ بھی ثقہ ہے۔

اب جن کے لئے رسول کریم ﷺ دعا فرما رہے ہیں اے اللہ ان سے راضی ہو جا جیسے میں ان سے راضی ہوں ان کی عظمت کا کیا کہنا ہے۔

رسول خدا ﷺ کی دعا مقبول ہے اللہ ان سے راضی ہے اور اس رضا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انہیں زندگی بھر اپنی رضا والے کاموں کی توفیق دی۔ کوئی کام ان سے ایسا نہ ہوا جو مرضی مولا کے خلاف ہو۔ اس لئے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ انہوں نے اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا۔ البتہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی تھی۔ وہ قابل معافی ہے اور عفو شدہ ہے بلکہ مجتہد کا ایک درجہ ثواب بھی ملے ہوئے ہے۔

---

1. ترمذی شریف جلد دوم مناقب حضرت علی ۶۱۵ رضی اللہ عنہ
2. مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶۷ مناقب اہلبیت از رسول

اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف قدم اٹھایا تو وہ بھی اس حدیث کی روشنی میں مرضی مولا کے عین مطابق تھا۔ جو آپ رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہیں وہ اس حدیث سے عبرت پکڑیں۔

قارئین! حضرت پنجتن پاک کی عظمت و فضیلت پر احادیث کا سلسلہ طویل ہے ہم صرف انہیں دس احادیث پر اکتفا کرتے ہیں کہ دس کا عدد اللہ کو پسند ہے۔

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ۔

اللہ رب العزت ہم گنہگاروں کو ہمیشہ پنجتن پاک کا خادم رکھے انکی محبت میں جئیں اور ان کی محبت میں مریں اور ان کی محبت میں روز حشر غلامی آل رسول ﷺ کا پٹہ گلے میں ڈالے ہوئے اٹھیں۔

جاں ہماری اور قلب و روح و تن — ہو فدا بر نقش پائے پنجتن
مصطفی و مرتضی و فاطمہ — مجتبی اور پھر شہید کربلا
جاں فدا میری بر اہل بیت مصطفی — فاطمہ حسن و حسین و مجتبی

(از مصنف کتاب ہذا)

فصل سوم

اہل بیت رسول ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عقیدت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شان اہل بیت کی تصدیق

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہ دور نبوی ﷺ میں بھی اہل بیت رسول ﷺ سے شفقت و محبت کے بے پناہ جذبات رکھتے تھے اور اپنے خلافت میں بھی آپ کی الفت و محبت اہل بیت پاک سے مثالی تھی۔ چند دلائل ملاحظہ ہوں

۱۔ شیعہ سنی دونوں کی کتب سیرت میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا اور کہا رسول اللہ ﷺ نے ابھی تک اپنی پیاری لخت جگر کا رشتہ طے نہیں فرمایا لگتا ہے آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہ وہ آکر رشتہ مانگیں تو انہیں رشتہ دیا جائے اور ممکن ہے کہ حضرت علی کو اس خیال نے رشتہ مانگنے سے روک رکھا ہو کہ شادی کے خرچ اور اخراجات کیسے پورے ہوں گے۔ (یعنی حق مہر، وسکنی وغیرہ) اگر ایسی بات ہے تو ہم چل کر ان سے بات کرتے ہیں اور اگر انہیں کوئی مشکل درپیش ہو تو ان کی مدد کریں چنانچہ جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے رشتہ مانگیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے مجھے ایک ایسے کام کی طرف متوجہ کیا ہے جس سے میں بے خبر تھا۔ میں سویا ہوا تھا تم نے مجھے جگا دیا ہے۔ مجھے یہ رشتہ مانگنے سے میری تنگ دستی روکتی ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے بھائی علی! پیسے کے متعلق فکر کی ضرورت نہیں جتنی ضرورت ہو مجھ سے لے لو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے پاس گئے رشتہ مانگا جو آپ نے فوراً قبول فرمایا اور فرمایا کہ میرے پاس ابوبکر، عمر، عثمان، بلال، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور فلاں فلاں دیگر صحابی کو بلاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ خوشی خوشی باہر نکلے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت علی نے باہر آ کر انہیں قبولیت رشتہ کی مبارکباد دی اور نبی پاک ﷺ کا پیغام دیا۔ پھر تمام لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت علی اپنی زرہ بیچ کر آئے اور رقم پیش کی۔ آپ نے وہ رقم ابوبکر صدیق اور بلال رضی اللہ عنہ کو دی اور فرمایا: بازار سے میری بیٹی فاطمہ کے لیے ضرورت کی چیزیں خرید لاؤ۔ اور حضرت بلال سے فرمایا جو چیز بھی خریدو ابوبکر کے مشورے سے خریدو۔ جب چیزیں آ گئیں تو آپ نے اپنی لخت جگر کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح پڑھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کو اس کا گواہ بنایا۔ یہ سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ اہل تشیع کی معتبر کتاب کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ جلد اول میں سید ہاشم اردبیلی لکھا ہے جب کہ کتب اہل سنت میں سے کنز العمال جلد ۱۳ کتاب الفضائل، فاطمہ بنت رسول ﷺ الاصابہ اور استیعاب وغیرہ میں بھی اس کی تفاصیل ملتی ہیں۔ معلوم ہوا صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی اور انہی کی کوشش سے آپ کا رشتہ طے ہوا اور خاندان اہل بیت تشکیل پایا یوں کہہ لیں کہ نخلستان اہل بیت کو معرض وجود میں لانے کے لئے اور راستہ ہموار کرنے والے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔

۲۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خاندان اہل بیت پاک سے کیا عقیدت تھی۔ اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں بیٹھتے ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دور سے دیکھا کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں۔ انہوں نے انہیں دیکھتے ہی ان کے لئے جگہ بنا دی اور خود ایک طرف ہٹ گئے نبی پاک ﷺ نے انہیں نہیں دیکھا تھا اس لئے فرمایا: اے ابوبکر تجھے کس چیز نے مجھ سے دور کیا؟ عرض کیا:

هٰذا عمك يارسول الله۔

رسول اللہ! یہ آپ کے چچا جان آ رہے ہیں۔

فسر بذالك النبی ﷺ حتی رؤی ذالك فی وجهه

نبی پاک ﷺ اس عمل سے بہت خوش ہوئے تاآنکہ یہ خوشی آپ کے چہرہ مبارک میں دیکھی جاسکتی تھی۔ [1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک طرف ہو گئے۔ نبی پاک ﷺ نے دیکھ کر فرمایا کہ

اِنَّمَا یَعْرِفُ الْفَضْلَ لِاَھْلِ الْفضلِ اَھْلُ الْفَضْلِ۔

یعنی اہل فضیلت کی فضیلت کو اہل فضیلت ہی پہچانتے ہیں۔ [2]

سبحان اللہ! سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آل رسول ﷺ کا احترام کیا حالانکہ ان کا اسلام میں مقام ومرتبہ انبیاء کے بعد سب سے بلند تر ہے۔ مگر وہ اپنے آقا و مولا ﷺ کو خوش کرنا چاہتے تھے۔ تو آقا نے خوش ہو کر کتنا بڑا انعام عطا فرمایا اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو شخص بھی اپنے بلند تر علمی اور معاشی مقام کے باوجود اپنے سے کمتر مرتبہ والے کسی سید آل رسول ﷺ کی عزت کرتا ہے تو اسے اس عمل کا عنداللہ ضرور عظیم اجر نصیب ہوگا۔ اسی طرح جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام امتِ مسلمہ کے اتفاق سے خود نبی کریم ﷺ کی خواہش کے مطابق منصب خلافت سنبھالا تو بھی آلِ رسول ﷺ کی عزت وحرمت کا ہمیشہ لحاظ رکھا چنانچہ۔

۳۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے باغ فدک اور اموال خیبر میں سے اپنا حصہ مانگا تو آپ نے اس کے جواب میں جو کہا وہ بخاری شریف میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ہم انبیاء کی میراث نہیں ہوتی ہم جو کچھ اپنے پیچھے چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے آل محمد ﷺ اس مال سے اپنے کھانے پینے کی ضرورت کے مطابق لیتے رہیں گے جیسے نبی پاک ﷺ کے زمانے میں لیتے تھے اس سے زیادہ نہیں، بخدا میں اس مال میں اسی طرح عمل کروں گا جس طرح رسول کریم ﷺ عمل کرتے تھے:

فَتَشَھَّدَ عَلِیٌّ

---

[1] ابن عساکر بحوالہ کنز العمال ج ۱۳ ص ۵۱۰

[2] کنز العمال ج ۱۳ ص ۵۱۵

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر گواہی دی اور فرمایا:

إِنَّا عَرَفْنَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ

اے ابو بکر ہم آپ کی فضیلت جانتے ہیں پھر انہوں نے رسول کریم ﷺ سے اپنی قرابت اور حق بیان کیا تو ابو بکر صدیق فرمانے لگے:

وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ اَنْ اَصِلَ قَرَابَتِيْ.

ترجمہ: خدا کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ رسول خدا ﷺ کے قریبی رشتہ دار مجھے اس سے زیادہ عزیز ہیں کہ میں اپنے رشتہ داروں سے بھلائی کروں۔[1]

۴۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ.

ترجمہ: اے لوگو! رسول کریم ﷺ کے اہل بیت سے معاملہ کرنے میں آپ ﷺ کی نسبت کا خیال رکھا کرو۔[2]

۵۔ عقبہ بن حارث کہتے ہیں میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر نکلا یہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے چند دن بعد کی بات ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ چل رہے تھے سامنے سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نظر آئے جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے کندھوں پر بٹھا لیا اور یہ کہنے لگے:

بِاَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَيْسَ شَبِيْهًا بِعَلِيٍّ

قسم بخدا تمہاری شکل حیدر سے نہیں ملتی
تمہیں تو دیکھ کے یاد آرہی ہے یاد شکل مصطفوی

(منظوم ترجمہ)[3]

---

[1] بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۶۲ مناقب قرابت رسول

[2] بخاری شریف حوالہ مذکور

[3] منظوم ترجمہ از مصنف

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بار بار یہ کلمات دہرا رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے۔ [1]

یہ روایت من و عن انہی الفاظ کے ساتھ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم میں شیعہ مجتہد سید ہاشم نے بھی لکھی ہے۔ گویا فریقین کی کتب کی یہ متفق علیہ روایت بن گئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل میں آل رسول ﷺ کے ساتھ کس قدر پیار تھا کہ ان کی محبت کے بول خود بخود شعری سانچہ میں ڈھل جاتے تھے۔ یہ محبت کی معراج ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حب آل رسولِ معظم ﷺ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اہل بیت رسول ﷺ سے بہت محبت رکھتے تھے ابھی گزرا کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح مبارک کے انعقاد میں پیش پیش تھے اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کی اجتماعی کوششوں سے ہی یہ نکاح انعقاد پذیر ہوا۔ اسی لئے دونوں کو نبی پاک ﷺ نے اپنی لخت جگر کے نکاح میں بطور گواہ سرفہرست رکھا۔ آپ کی محبت اہل بیت سے چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

1. ایک بار آپ منبر رسول ﷺ پر خطبہ دے رہے تھے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا:

انزل عن منبر ابی۔

ترجمہ: میرے باپ (نبی ﷺ) کے منبر سے اتر جائیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت تقریباً سات برس تھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مِنْبَرُ اَبِیْکَ لَا مِنْبَرُ اَبِیْ

ترجمہ: یہ واقعی آپ کے باپ کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا اس بچے کو یہ بات کسی نے سکھلائی نہیں ہے پھر کہا اے حسین! میں تجھے اس کی سزا دوں گا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میرے بھتیجے کو مت سزا دینا واقعی یہ ان کے باپ کا منبر ہے۔ [2]

---

[1] بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب صفحہ ۵۲۰

[2] ابن عساکر بحوالہ کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۶۵۴

۲۔ ایک بار عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما اپنے کندھوں پر بٹھا رکھا ہے کہتے ہیں میں نے کہا نعم الفرس بچو! تمہاری سواری کتنی پیاری ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

نِعْمَ الْفَارِسَانِ هُمَا

ترجمہ: دونوں سوار بھی تو کتنے عمدہ ہیں۔ [1]

ان دونوں واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اہل بیت رسول ﷺ سے کیسی دل بستگی تھی۔ اور کس طرح ان کا دل خوش کرنے کے لئے کوشش کرتے تھے آج اگر کسی کو وہ کچھ کہا جائے جو عمر فاروق کو کہا گیا تو مرنے مارنے پر آجائے مگر آپ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت رسول ﷺ سے جو محبت تھی اس نے آپ کے دل میں غصے کی بجائے مزید الفت اور پیار پیدا کر دیا۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب بھی قحط ہوا تو انہوں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کے واسطے سے دعا کی اور کہا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بنبينا فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نبينا فَاسْقِنَا فَيُسْقَوْنَ

ترجمہ: اے اللہ پہلے ہم اپنے نبی کے وسیلے سے دعا کیا کرتے تھے اور تو بارش برساتا تھا اب ہم تیری جناب میں تیرے نبی کے چچا کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں یا اللہ! ہم کو سیراب فرما۔ حضرت عمر جب بھی یہ دعا کرتے تو اسی وقت بارش ہو جاتی تھی۔ [2]

۴۔ اسلم نے روایت کیا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو کہا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو نبی پاک ﷺ کا محبوب نہیں پایا۔

وَاللّٰهِ مَا كَانَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ اَبِيْكِ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْكِ

ترجمہ: خدا کی قسم! آپ کے والد گرامی کے بعد لوگوں میں سے کوئی بھی مجھے آپ سے

---

[1] ابن شاہین کنزالعمال ج ۱۳ ص ۶۵۸

[2] بخاری شریف ج ا ص ۵۲۶

بڑھ کر معزز محبوب نہیں۔ ؎۱

۵۔ اسلم نے روایت کیا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عباس عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا تھا کہ آپ مسجد نبوی میں اضافہ فرمانا چاہتے تھے اور آپ کا گھر مسجد کے قریب ہے۔ آپ یہ گھر ہمیں دیدیں تاکہ ہم (منشاء نبوی کے مطابق) مسجد میں اضافہ کر سکیں اور میں اس کے بدلے میں آپ کو کسی اور جگہ اس سے بڑا گھر دے دیتا ہوں انہوں نے کہا نہیں۔ میں ایسا نہ کروں گا آپ نے فرمایا تو میں بہر حال اسے آپ سے لے لوں گا انہوں نے کہا ایسا ممکن نہیں۔ آپ میرے اور اپنے درمیان کوئی ثالث مقرر کر دیں جو صحیح فیصلہ کرے۔ پوچھا کون؟ کہا حذیفہ بن یمان۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا انہیں واقعہ سنایا گیا انہوں نے کہا اس بارے میں میرے پاس ایک خبر ہے وہ یہ کہ داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس میں اضافہ کرنا چاہا۔ مسجد کے ساتھ ایک یتیم کا گھر تھا آپ نے اس سے وہ گھر مانگا اس نے انکار کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے وہ بہر صورت لینے کا ارادہ کیا تو اللہ نے آپ کی طرف وحی کی کہ میرا گھر ظلم سے پاک ہونا چاہیے۔ آپ نے اسے اپنی حالت میں چھوڑ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فیصلہ ہو گیا۔ حضرت عمر نے کہا ہاں! اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عباس کے گھر سے ایک پرنالہ مسجد کی طرف بنا ہوا ہے۔ اور اس میں سے بارش کا پانی مسجد میں گرتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے وہ پرنالہ وہاں سے اتروا دیا اور فرمایا کہ مسجد رسول ﷺ میں یہ پرنالہ نہیں رہنا چاہیے۔ (تاکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ پرنالہ اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے خود لگایا تھا جہاں سے اے عمر! تم نے اتروا دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عباس! میرے کندھوں پہ کھڑے ہو جاؤ اور اس کو واپس اپنی جگہ لگا دو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے کندھوں پہ چڑھ کر اسے واپس لگا دیا اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں یہ گھر مسجد میں اضافے کے لئے آپ کو دے رہا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ گھر مسجد میں ڈال کر ان کے بدلے میں

۱؎ کنز العمال جلد ۳ ص ۲۷۴ مناقب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت عباسؓ کو مقام زوراء میں ایک بڑا گھر دے دیا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عمر فاروقؓ رسول اور آل رسول کا کس قدر احترام کرتے تھے کہ فرمایا عباس میں نیچے بیٹھتا ہوں تم میرے کندھوں پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہو اور یہ پرنالہ وہیں لگا دے جہاں اسے میرے آقا حضور ﷺ نے لگایا تھا۔

٦۔ محمد بن علی سے روایت ہے کہ عمر فاروقؓ کے پاس یمن سے جبے آئے۔ آپ نے مہاجرین و انصار میں تقسیم کیے جن میں کوئی بھی سیدنا امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے ناپ کا نہ تھا عمر فاروق نے فوراً حاکم یمن کو خط لکھا کہ شہزادوں کے ناپ کے دو جبے سوا کر فوراً بھیج دیجئے۔ انہوں نے بھیج دیے آپؓ نے حسنین رضی اللہ عنہما کو پہنائے اور فرمایا جب تک ان دونوں نے جبے نہیں پہن لیے مجھے دوسروں کے جبے پہننے کی کوئی خوشی نہیں تھی۔ [1]

احقر راقم نے الریاض النضرۃ کا اردو ترجمہ کیا ہے جو عنقریب چھپ چکا ہے۔

٧۔ امام جعفر صادق اپنے والد امام باقر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وظائف مقرر کیے تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا وظیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برابر مقرر کیا (جو پانچ ہزار درہم سالانہ تھا)۔ [3]

٨۔ امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بار میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ علیحدگی میں بات کر رہے تھے۔ اور دروازے پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے انہیں اجازت نہ ملی تھی میں یہ دیکھ کر واپس چلا گیا (کہ جب انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں ملی تو مجھے کیسے آنے دیں گے) اس کے بعد آپ مجھے ملے تو فرمایا پیارے بیٹے آپ ہمارے پاس آئے نہیں۔ میں نے کہا میں آیا تھا مگر آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ محو ملاقات تھے میں نے دروازے پر عبداللہ بن عمر کو دیکھا وہ واپس پلٹ رہے ہیں تو میں بھی واپس پلٹ گیا آپ نے فرمایا:

---

1. حاکم ابن عساکر کنز العمال ج ١٣ ص ٥٠٣
2. الریاض النضرۃ باب مناقب عمر بن خطاب جلد اول ص ٣٠٠
3. کنز العمال ج ١٣ ص ٦٥٨

اَنْتَ اَحَقُّ بِالْاِذْنِ مِنِ ابْنِ عُمَرَ.

آپ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر اندر آنے کے حق دار ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

اِنَّمَا اَنْبَتَ فِیْ رُءُوْسِنَا مَا تَرٰی اللّٰهُ ثُمَّ اَنْتُمْ

ترجمہ: ہمارے سروں میں یہ بال اللہ نے اگائے ہیں اور پھر آپ نے اگائے ہیں۔

(یعنی ہمیں یہ عزت اللہ نے دی ہے اور اس کے بعد آپ اہل بیت پاک کی نسبت کی وجہ سے آپ کے صدقے میں ملی ہے۔ یہ آپ کے نانا جان کی غلامی سے ہمیں یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے۔) [1]

۹۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی کرتے دیکھا تو فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے ان صاحب قبر کو ایذا پہنچائی ہے اور آپ نے قبر رسول ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔ [2]

یہاں ہم اہل تشیع کی ایک معتبر کتاب سے بھی حوالہ دے دینا مناسب سمجھتے ہیں شاید کسی کو ہدایت حاصل ہو جائے چنانچہ علامہ ابن شہر آشوب نے اپنی مشہور کتاب مناقب آل ابی طالب میں لکھا ہے کہ جب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وظائف مقرر کئے اور دیوان تیار کیا گیا تو سب سے پہلے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا وظیفہ دیا۔ وَمَلَاَ حِجْرَهُمَا مِنَ الْمَالِ اور ان کی جھولیاں مال سے بھر دیں۔ آپ کے بیٹے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے ان دونوں کو مجھ سے زیادہ مقام دے دیا ہے حالانکہ مجھے نبی پاک ﷺ کی طویل صحبت و ہجرت کا شرف حاصل ہے جو انہیں حاصل نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹ کر کہا:

اُسْكُتْ لَا اُمَّ لَكَ اَبُوْهُمَا خَيْرٌ مِّنْ اَبِيْكَ وَاُمُّهُمَا خَيْرٌ مِّنْ اُمِّكَ!

ترجمہ: خاموش رہو تیری ماں نہ رہے ان دونوں کا باپ تیرے باپ سے بہتر ہے اور ان کی ماں تیری ماں سے بہتر ہے۔ [3]

الغرض سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اہل بیت رسول ﷺ سے جو پیار تھا اسے کما حقہ بیان کرنا

---

1. ابن سعید۔ خطیب بغدادی کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۵
2. زرقانی جلد ۷ صفحہ ۱۴
3. علامہ ابن شہر آشوب فی مناقب آل ابی طالب جلد ۳ ص ۷ مطبوعہ قم

ممکن نہیں صرف چند جھلکیاں آپ کو دکھاتی ہیں۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور محبت آل نبی ﷺ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی آل رسول ﷺ سے سچا پیار رکھتے تھے اس سلسلے میں کتب اہل سنت ایسے واقعات سے بھری ہیں۔ زمانہ عسرت میں سرکار دو عالم ﷺ کے اہل بیت کو جب بھی مالی مشکل پیش آئی یا گھر میں چولہا نہ جلا تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنی خدمات پیش کیں اور اپنے مال کا نذرانہ پیش کیا اس سلسلے کی ایک حدیث ہے۔

۱۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں:

مَكَثَ آلُ مُحَمَّدٍ أَرْبَعَةَ أَيَّامٍ مَا طَعِمُوا شَيْئًا

آل محمد ﷺ پر چار دن ایسے آئے کہ ان کے بچے بھوک سے بلکنے لگے نبی پاک ﷺ تشریف لائے تو فرمایا: اے عائشہ کیا میرے بعد تجھے کچھ ملا میں نے عرض کیا کہاں سے ملتا۔ آپ کے ہاتھوں ہی سے اللہ نے کچھ چاہا تو پہنچے گا آپ نے وضو کیا اور بڑے افسردہ سے مسجد میں چلے گئے کبھی مسجد کے اس کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں کبھی دوسرے کونے میں دعا فرما رہے ہیں دن کے آخری پہر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت مانگی پہلے میں نے چاہا کہ انہیں کچھ نہ بتاؤں پھر دل نے کہا یہ مسلمانوں میں سے مالدار ہیں شاید انہیں اللہ ہمارے پاس اسی لئے لایا ہے تاکہ ان کے ذریعے ہمیں کوئی بھلائی پہنچے تو میں نے اجازت دی وہ اندر آئے تو پوچھا رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟ میں نے کہا:

مَا طَعِمَ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَرْبَعَةَ أَيَّامٍ شَيْئًا

آل محمد ﷺ نے چار دن سے کچھ نہیں کھایا۔ نبی کریم ﷺ آئے تھے۔ بھوک سے آپ کا چہرہ انور زرد تھا۔ خالی پیٹ تھے میری باتیں سن کر واپس چلے گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سن کر رو پڑے اور کہا اس دنیا کی خرابی ہو اے ام المومنین! اگر آپ پر ایسا وقت ہو تو آپ کو یہ بات مجھ سے، عبدالرحمن بن عوف، ثابت بن قیس اور ایسے ہی دوسرے اہل ثروت سے نہیں چھپانی چاہیے۔ پھر وہ واپس گئے اور آئے۔ گندم کھجور اور گوشت کی کثیر مقدار جو کئی جانوروں کا بوجھ تھی بھیج دی پھر

سے پکانے میں تو وقت لگے گا جب آپ لوگوں کو شدید بھوک لگی ہوئی ہے تو فوری طور پر پکی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت لے آئے اور تین سو درہم کی تھیلی بھی دے گئے اور کہا خود بھی کھاؤ اور رسول کریم ﷺ کے لیے بھی رکھو پھر مجھ سے قسم لی کہ اگر کوئی ایسی صورت ہو تو میں انہیں ضرور بتاؤں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا اے عائشہ کیا میرے بعد تمہیں کچھ ملا میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہی یقین تھا جب آپ گئے تھے کہ آپ ضرور اللہ سے دعا کریں گے اور میرا ایمان ہے کہ اللہ آپ کی دعا ہرگز رد نہیں فرماتا فرمایا تمہیں کیا ملا؟ میں نے بتایا کہ اتنا بوجھ آٹا، گندم اور کھجور تین سو درہم کی تھیلی اور آٹا اور کافی سارا بھنا ہوا گوشت آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ممن؟ کس نے دیا میں نے کہا عثمان غنی بن عفان ؓ نے۔ وہ ہمارے پاس آئے تھے میں نے ان کو صورت حال بتائی تو وہ رو پڑے اور دنیا کی خرابی بیان کی اور مجھ سے قسم لی کہ جب بھی ایسی بات ہو تو انہیں ضرور بتایا جائے نبی پاک ﷺ تھوڑی ہی دیر گھر میں ٹھہر کر مسجد کو چلے گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ قَدْ رَضِيْتُ عَنْ عُثْمَانَ فَارْضَ عَنْهُ.

اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوا تو بھی اس سے راضی ہو جا یہ تین بار فرمایا۔[1]

اس حدیث میں آل محمد ﷺ سے ازواج مطہرات بھی مراد ہیں اور فاطمہ ؓ اور ان کے بچے بھی مراد ہیں۔ کیونکہ سیدہ فاطمہ زہرا ؓ کا حجرہ بھی ازواج مطہرات کے حجروں میں ہی تھا اور اس حجرے کے مکینوں کے فقر و ناداری کا حال بھی ازواج رسول ﷺ جیسا ہی تھا کیونکہ اپنی ازواج کے علاوہ اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا ؓ کی کفالت بھی نبی اکرم ﷺ خود ہی فرماتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چونکہ اپنی زندگی وقف دین کر رکھی تھی اس لیے ان کی کوئی مستقل مالی آمدن نبی کریم ﷺ سے علیحدہ نہ تھی بلکہ وہ تو بچپن ہی سے آپ کے زیر کفالت آ رہے تھے۔ نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے نہیں کبھی بھی اپنے سے جدا نہ کیا اس لئے جب آل محمد یا اہل بیت رسول ﷺ کا لفظ بولا جاتا تو عموماً ازواج رسول ﷺ اور سیدہ حضرت فاطمہ ؓ کی فیملی پر یکساں بولا جاتا کیونکہ یہ سب نبی کریم ﷺ کی ہی زیر کفالت تھے یہاں سے لفظ اہل بیت رسول کی معنویت اور کلمہ آل محمد کے مصداق پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ زیر بحث حدیث میں آل محمد ﷺ کے چار دن تک بھوکا

---

1 ابونعیم، ابن عساکر، ابن قدامہ۔ کنز ج ۱۳ ص ۴۹

رہنے کی جو بات ہے وہ جہاں ازواج رسول ﷺ کو شامل ہے وہاں سیدہ فاطمہ زہرا اور ان کے بچوں پر بھی صادق ہے بلکہ حدیث کے یہ الفاظ کہ آل محمد کے بچے پر ان کی بھوک سے بلکنے لگے واضح بتا رہے ہیں کہ ان سے حسنین کریمین ہی مراد ہونے چاہئیں کیونکہ ازواج مطہرات کے ہاں تو چھوٹے بچوں والی نہ تھیں اگر نبی اکرم ﷺ کے حجروں میں سے کسی چھوٹے بچوں کی بھوکی آواز ابھرتی تھیں تو حسنین کریمین ہی کی ہوتی تھیں۔

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہر مشکل وقت میں آل رسول ﷺ کی خدمت کی اور ان پر دست رسول ﷺ دعا کے لیے ان کے حق میں اٹھتا رہتا تھا اور جنت میں ان کا مقام بلند کرتا رہتا تھا۔

۲۔ خود شیعہ محققین کو اعتراف ہے کہ سیدہ فاطمہ کے جہیز یعنی ضروریات خانہ کے لیے سارى رقم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مہیا کی۔ چنانچہ سید اربلی لکھتا ہے کہ نبی کریم، رؤوف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ علی! جاؤ اپنی زرہ بیچ کر قیمت میرے پاس لاؤ تا کہ میں اپنی بیٹی و لخت جگر کے لیے ضروری سامان خریدوں جو تم دونوں کو کام آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گیا و عثمان بن عفان سے چار سو درہموں کے بدلے میں اسے فروخت کیا۔ میں نے ان سے درہم لے لیے اور انہوں نے مجھ سے زرہ لے لی پھر انہوں نے مجھ سے کہا اے علی آپ کو درہموں کی مجھ سے زیادہ ضرورت ہے اور مجھے آپ سے زیادہ زرہ کی ضرورت نہیں۔ میں کہا ہاں۔ انہوں نے کہا پھر زرہ بھی لے جائیں اور درہم بھی۔ هدیة منی الیک۔ یہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔ میں نے زرہ اور درہم دونوں لے جا کر نبی اکرم ﷺ کے سامنے ڈال دیے۔ اور بتایا کہ یہ سب کچھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیے ہیں: فدعا له بخير۔ نبی کریم ﷺ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر آپ نے ان درہموں میں سے مٹھی بھر کر نکالی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا

یاابوبکر اشتر بھذہ الدراهم لابنتی ما یصلح فی بیتها

ترجمہ: اے ابوبکر جاؤ ان دراہم سے میری لخت جگر کے لئے ضروریات خانہ لے کر آؤ۔ [1]

یہ واقعہ کتنی واضح شہادت ہے کہ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لیے جملہ ضروریات خانہ

[1] کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ جلد اول ۳۵۹ مطبوعہ تبریز

مال سے خریدی گئیں جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مولا علی رضی اللہ عنہ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان غنی کا دیا ہوا مال کافی زیادہ تھا نبی کریم رحمۃ للعالمین ﷺ نے اس میں سے مٹھی بھر نکال کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ضروریات خانہ کی خریداری کے لیے دیا۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور محبت آل فاطمہ رضی اللہ عنہا

مومنوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ پراپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ وہ آل رسول ﷺ سے محبت نہیں رکھتی تھیں مگر یہ سب مردود قصے ہیں امت مسلمہ میں فساد ڈالنے کی کوشش ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت سے جو محبت تھی وہ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے جو آپ نے شان اہل بیت میں روایت کی ہیں چند احادیث مختصراً پیش خدمت ہیں۔

۱۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں آپ روایت فرماتی ہیں کہ نبی پاک نے اپنی لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے مرض وصال میں بلایا اور ان کے کان میں کچھ فرمایا تو وہ رو پڑیں پھر دوبارہ کان میں کچھ فرمایا وہ مسکرا پڑیں بعد میں میں نے اس بارے میں پوچھا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ پہلی مرتبہ نبی پاک ﷺ نے مجھے کان میں یہ فرمایا تھا کہ میں اس مرض میں وصال پانے والا ہوں تو میں رو پڑی پھر آپ نے مجھے یہ بتایا کہ آپ کے اہل بیت میں سے میں ہی سب سے پہلے آپ کے پاس جاؤں گی اور وصال پاؤں گی تو میں خوشی سے مسکرا پڑی۔ [1]

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک بار صبح کو یوں تشریف لائے کہ آپ نے ایک منقش چادر اوڑھ رکھی تھی۔ سیاہ بالوں سے اس پر نقوش بنے ہوئے تھے اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آگئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنی چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ آگئے۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی داخل کر لیا پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آگئیں آپ نے انہیں بھی داخل کر لیا پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی آگئے آپ ﷺ نے انہیں بھی داخل کر لیا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ

۱۔ بخاری شریف جلد اول ص ۵۳۲ مسلم شریف جلد دوم مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا ص ۲۹۰

الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ۱؎

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْ قِيَامِهَا وَقُعُوْدِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ۲؎

ترجمہ: میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا کہ جس کا چلنا بیٹھنا رسول اللہ ﷺ سے اس قدر ملتا جلتا ہو جتنا فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کا تھا۔

آگے فرمایا اور جب وہ نبی اکرم کے پاس آتیں تو آپ ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کا ماتھا چومتے اور اپنے پاس بٹھاتے اور جب بھی نبی پاک ﷺ ان کے پاس جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں اور سرکار کی پیشانی چومتیں اور جہاں خود بیٹھی ہوتیں وہاں آپ کو بٹھاتی تھیں۔ ۳؎

۴۔ ام المومنین سیدہ عائشہ ؓ سے پوچھا گیا:

اَیُّ النَّاسِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ: رسول پاک ﷺ کو کون سا شخص زیادہ محبوب تھا۔

سیدہ عائشہ ؓ نے فرمایا فاطمہ بنت رسول ﷺ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ پوچھا گیا مردوں میں کون آپ ﷺ کو محبوب تر تھا سیدہ عائشہ ؓ نے جواب دیا سیدہ فاطمہ ؓ کے شوہر علی! میں جانتی ہوں کہ وہ کثرت سے روزہ رکھنے والے اور کثرت سے شب بیداری کرنے والے تھے۔ ۴؎

فضائل اہل بیت میں سیدہ عائشہ ؓ سے مروی احادیث کی کثیر تعداد کتب میں موجود ہے ہم نمونے کے طور پر انہی چند پر اکتفا کرتے ہیں

صرف یہ شبہ بعض ذہنوں میں الجھن (Confusion) پیدا کرتا ہے کہ سیدہ عائشہ ؓ کو

۱؎ مسلم شریف جلد دوم کتاب الفضائل حسنین ؓ ص ۲۸۳

۲؎ مسلم شریف جلد دوم کتاب الفضائل حسنین ؓ ص ۲۸۳

۳؎ ترمذی شریف جلد دوم کتاب مناقب فاطمہ ؓ ص ۲۲۷

۴؎ ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲۷

اہل بیت سے واقعی محبت تھی تو وہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں کیوں نکلی تھیں اس کا جواب یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نہیں بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے انتہائی مظلومانہ شہادت کے ردعمل میں اٹھنے والی تحریک میں شامل ہوئیں اور اس لشکر کا ساتھ دیا جس نے بہرحال قاتلوں سے جنگ کی ٹھانی تھی اس جنگ سے فراغت ہوئی تھی کہ حضرت علی بھی اپنا لشکر لے کر پہنچ گئے تاکہ حالات پر کنٹرول کیا جا سکے۔ چنانچہ باہمی گفت وشنید سے تصفیہ ہو گیا مگر انہی قاتلان عثمان کے ایک گروہ نے رات کے سناٹے میں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما والے لشکر پر کہ جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں ایسے اچانک حملہ کیا کہ وہ یہ سمجھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے حملہ کر دیا ہے یوں جنگ چھڑ گئی ناگہانی جنگ میں نہ تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مولا علی سے مقابلہ مقصود تھا نہ ہی وہ حضرت علی سے لڑنے نکلے تھے بہرحال دشمنان اسلام کی سازش سے ہونے والی اس جنگ میں موجودگی پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ساری زندگی شدید افسوس رہا اور آپ کو جب واقعہ جمل یاد آتا تو رو رو کر اپنی چادر تر کر لیتی تھیں۔ [1]

اور فرماتی تھیں:

یَالَیتَنِی مِتُّ قَبلَ هٰذَا وَکُنتُ نَسیاً مَنسِیّاً

اے کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری چیز ہوگئی ہوتی۔ [2]

اس کی مزید تفصیل اس خاکسار کی تصنیف سیرت خلفائے راشدین میں دیکھیں۔

حضرت ابوہریرہ اور عقیدت اولاد رسول ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت رسول ﷺ کے مشترکہ فضائل اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے انفرادی فضائل میں کثیر احادیث روایت کی ہیں جو آج مدارس میں پڑھائی جاتی اور منبروں پر سنائی جاتی ہیں یعنی اہل بیت کا مقام امت کو اگر کسی نے بتایا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابوہریرہ اور حضرت انس، عبداللہ بن عمر، زید بن ارقم، حذیفہ بن یمان اور دیگر صحابہ کرام

---

[1] درمنثور ج ۲ ص ۲۰۰

[2] البدایہ والنہایہ ۔

ﷺ نے بتایا اس لئے جو یہ کہتا ہے کہ صحابہ اور اہل بیت میں باہم محبت نہ تھی وہ پرلے درجے کا احمق انسان ہے۔ بہرحال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو اہل بیت سے عقیدت تھی اس کی چند جھلکیاں دیکھیں۔

۱۔ سعید کہتے ہیں ہم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے تھے جب بھی حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ تشریف لاتے۔ اور سلام فرماتے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو یوں جواب دیتے:

وعليك السلام يا سيدی.

ترجمہ: اے میرے سردار آپ پر بھی سلام ہو۔

پھر فرماتے میں نے رسول ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے:

اِنَّہٗ سَیِّدٌ

ترجمہ: بے شک حسن سردار ہے۔ [۱]

۲۔ عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن کو ملے تو کہا:

ارفع ثوبك حتى اقبل حيث رايت النبی ﷺ يقبل

ترجمہ: اپنی قمیض اٹھائیں تاکہ میں وہاں بوسہ دوں جہاں میں نے نبی کریم سید عالم ﷺ کو بوسہ دیتے دیکھا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے قمیض اٹھائی تو انہوں نے آپ کی ناف پر بوسہ دیا۔ [۲]

۳۔ ابوہریرہ فرماتے تھے میں جب بھی حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھیں برس پڑتی ہیں۔ (میں رو پڑتا ہوں)۔ [۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے شان اہل بیت میں جو احادیث روایت کی ہیں وہ بھی اس امر کا اعلیٰ ثبوت ہیں کہ وہ اہل بیت رسول ﷺ کے حقیقی قدردان اور سچے عقیدت مند تھے مثلاً:

۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے معانقہ فرمایا کرتے تھے۔ (اپنے بازوؤں میں لے کر محبت سے دبایا کرتے تھے)۔ [۴]

---

[۱] ابن عساکر کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۰ ف ۴

[۲] کنز العمال ج ۱۳ ص ۶۵۰

[۳] حاکم البدایہ جلد ۸ ص ۳۶

[۴] بخاری شریف جلد اول مناقب حسن وحسین ص ۵۳۰

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی امارت پسند نہیں کی البتہ یوم خیبر میں پسند کی میں نے فخر سے سر اٹھایا اس امید کے ساتھ کہ مجھے اس کام کے لیے بلایا جائے لیکن رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب کو بلایا اور جھنڈا ان کے ہاتھوں میں دے کر فرمایا چلو اور التفات بھی نہ دیکھو تا آنکہ اللہ تمہیں فتح عطا فرمادے۔ ¹

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی دو عالم ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا:

اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ

ترجمہ: اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے تو اس سے بھی محبت رکھ۔

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ نکلا دن کا کوئی پہر تھا نہ آپ مجھ سے بات کر رہے تھے اور نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا حتی کہ بازار بنی قینقاع آگیا پھر آپ واپس لوٹے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے۔ اور فرمایا:

اثم لکع اثم لکع.

کیا یہاں چھوٹا بالکا ہے؟ کیا یہاں چھوٹا بالکا (بچہ) ہے؟

آپ ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرما رہے تھے۔ ہم سمجھے ان کو ان کی والدہ نے روک رکھا ہو گا انہیں نہلا کر کپڑے پہنا رہی ہوں گی۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ دوڑتے ہوئے آئے اور آتے ہی پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ سے لپٹ گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو خود سے چمٹا لیا پھر آپ نے فرمایا:

اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ

ترجمہ: اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے

۱۔ مسلم شریف ج ۲ ص ۲۷۹

محبت رکھے تو اس سے بھی محبت رکھ۔ [1]

۵۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ

ان الحسن والحسین هما ریحانتی من الدنیا

بے شک حسن اور حسین دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا کردار در عظمت اہل بیت ابرار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ کثیر احادیث کے راوی ہیں انہوں نے محبت اہل بیت کا ورثہ اپنے والد گرامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پایا تھا چنانچہ:

۱۔ ابن ابی نعم کہتے ہیں میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عراقی شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ جس نے احرام باندھا ہوا گر وہ مکھی مار دے تو کیا جرمانہ ہے؟ آپ نے فرمایا اہل عراق مجھ سے مکھی مارنے کا مسئلہ پوچھ رہے ہیں:

وقد قتلوا ابن بنت رسول اللہ ﷺ جب کہ انہی لوگوں نے رسول خدا ﷺ کے نواسہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جب کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا:

هما ریحانتی من الدنیا۔

یہ حسین و حسن رضی اللہ عنہما دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ [3]

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اتنا افسوس تھا کہ جب اس کوفی نے احرام میں مکھی مارنے کا مسئلہ پوچھا تو آپ کا پارہ چڑھ گیا اور حیرت سے فرمایا: کوفیو! نواسہ مصطفی ﷺ کو شہید کرتے ہوئے تمہیں خیال نہ آیا کہ تم کتنا عظیم جرم کر رہے ہو اور تم نے قلب مصطفی ﷺ کو کتنا دکھ پہنچایا اور مکھی مارنے کا تمہیں زیادہ خیال ہے؟ ہو سکتا ہے اس کوفی عراقی کا قتل حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ بھی تعلق نہ ہو مگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اتنا دکھ تھا کہ کسی بھی کوفی کی زبان سے ایسی بات سن کر آپ کا دل دکھ سے بھر گیا اور قتل حسین کا زخم پھر تازہ ہو گیا۔

۱۔ مسند شریف ج ۲ ص ۵۹۰

۲۔ ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۱۸

۳۔ بخاری شریف جلد اول ص ۵۳۰۔ مناقب الحسن والحسین

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترامِ شانِ اہل بیت عظام:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ستم ظریفوں نے دشمن اہل بیت کی حیثیت سے مشہور کر دیا ہے جب کہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ دراصل ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صرف اس بات پر اختلاف ہوا کہ قاتلان عثمان غنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تقاضا تھا کہ ان ظالموں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سزا دیں یا انہیں ہمارے حوالے کریں تاکہ ہم انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں۔ وہ کہتے تھے کہ اگر وہ ایسا کریں تو ملک شام میں سے پہلا شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والا میں معاویہ ہوں گا جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ مجبوری تھی کہ کسی ٹھوس شرعی گواہی کے بغیر آپ ان قاتلوں پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے اور ایسی گواہی موجود نہیں تھی اور صورت حال یہ تھی کہ ان قاتلوں کے پاس بے پناہ سیاسی قوت بھی تھی۔ اگر ان کو چھیڑا جاتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ساری اسلامی مملکت میں شہر شہر خانہ جنگی چھڑ جاتی۔ آپ انہیں پکڑنا چاہتے تھے مگر بہتر وقت کا انتظار کر رہے تھے اس طرح اس تنازع نے طول پکڑا اور جنگ جمل و صفین کے خونیں حادثات پیش آئے اہل سنت کے نزدیک حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطائے اجتہادی تھی اگر قاتلان عثمان غنی کے پکڑے جانے میں تاخیر نہ ہوتی اور فوراً کیفر کردار تک پہنچ جاتے تو کسی کو بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختلاف نہ ہوتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جس طرح دورِ صدیقی سے تمام خلفائے راشدین کی بیعت اور اتباع کرتے چلے آ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اتباع میں بھی کوئی باک نہ رکھتے۔ مگر وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا اس تنازع سے ہٹ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد سے کچھ اختلاف نہ تھا بلکہ ان کی تعریف اور بے پناہ قدر کرتے رہے۔

چنانچہ مشہور شیعہ عالم باقر مجلسی اپنی کتاب حلیۃ الابرار میں لکھتا ہے کہ ضرار بن حمزہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا آپ نے ان سے کہا صِفْ لِیْ عَلِیًّا میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صفات بیان کرو ضرار نے کہنا شروع کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے وہ خلیفہ ہو کر بھی عام آدمی کی طرح رہتے تھے ہم جو سوال کرتے وہ بے تکلف جواب دیتے انہوں نے کبھی ہم پر دروازہ بند نہ کیا اور نہ کبھی کوئی دربان کھڑا کیا اس کے باوجود ان کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ہم بات کرنے میں ان سے

پہل نہیں کر سکتے تھے جب وہ مسکراتے تو لگتا کہ موتی چمک رہے ہیں۔ امیر معاویہ فرمانے لگے زدنی من صفاته مجھ سے ان کے مزید اوصاف بیان کرو۔ ضرار کہنے لگے۔ خدا حضرت علیؑ پر رحمت فرمائے وہ شب زندہ دار تھے۔ بہت کم سوتے تھے۔ رات بھر قرآن پڑھا کرتے تھے اپنی پسندیدہ چیزیں راہ خدا میں دے ڈالتے۔ خوف خدا سے ان کے آنسو نہ تھمتے۔ انہوں نے کبھی پردے لٹکائے نہ دستر خوان سجائے۔ کبھی گاؤ تکیے کی نرمی محسوس کی نہ کھردرے کپڑے کی تنگی۔ جب رات اپنے سیاہ پردے ڈال دیتی اور ستارے نکل آتے تو وہ مسجد کے محراب میں آ کر عبادت کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اس وقت وہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ایسے پہلو بدلتے جیسے سانپ کا ڈسا تڑپتا ہے اور غم واندوہ میں ڈوب کر کہتے اے دنیا تو میرے پیچھے پڑی ہے، دور ہو جا دور ہو جا مجھے تیری کچھ ضرورت نہیں۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اور کبھی رجوع نہیں کروں گا۔ پھر فرماتے ہائے ہائے سفر لمبا ہے توشہ کم اور راستہ کٹھن ہے: فبکی معاویه امیر معاویہ یہ سن کر رونے لگے اور کہا ضرار بس کرو کذالک کان والله علی۔ خدا کی قسم! حضرت علی ایسے ہی تھے۔ [1]

اسی طرح حلیۃ الابرار میں چند صفحے آگے چل کر لکھا ہے کہ ضرار جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوصاف حمیدہ بیان کر رہا تھا تو امیر معاویہ کی عجیب حالت تھی۔ فذرفت دموع معاویة علی لحیته و هو ینشفها بکمه امیر معاویہ کے آنسو چھم چھم برس پڑے اور وہ اپنی آستینوں سے آنسو پونچھنے لگے۔ جب کہ سننے والوں کے گلے رو رو کر بند ہو گئے۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کہنے لگے:

رحم الله ابا الحسن كان والله كذالك!

ترجمہ: اللہ ابوالحسن علیؑ پر رحمت فرمائے خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ [2]

۲۔ مشہور مورخ مرزا محمد تقی لکھتا ہے کہ امیر معاویہ نے حضرت امام حسنؑ کو جواب میں لکھا کہ مجھے آپ کا خط ملا ہے اور حالات سے آگاہی ہوئی ہے آپ کے والد گرامی ابن قیس کے ان اشعار کے مستحق تھے۔

۱۔ حلیۃ الابرار جلد اول ص ۳۳۸ باب ۲۵ مطبوعہ قم

۲۔ حلیۃ الابرار جلد اول ۳۴۵

اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

تم سخی جوان ہو جنگوں میں تمہارے نیزے کا یہ حال ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے سینے کوٹنے لگتی ہیں پورے جزیرہ عرب میں کوئی ایسا جوان جو اپنی بہادری سے بلند چوٹیاں فتح کر لے۔ تم سے زیادہ سخی نہیں ہزاروں درہم دینا اور حمد و ثنا سمیٹنا تمہارا کام ہے۔[1]

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ خون حضرت عثمان ؓ کے قصاص کے تنازع سے ہٹ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اوصاف حمیدہ اور کمالات رفیعہ کے امیر معاویہ ؓ معترف تھے اور سن کر زار زار رویا کرتے تھے اسی سے مولا علی شیر خدا کے وصال کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ ؓ نے امیر معاویہ ؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس تنازعہ کا خاتمہ کر دیا۔ ساری زندگی اس بیعت پر قائم رہے کئی لوگوں نے کوشش کی کہ آپ ؓ یہ بیعت توڑ دیں مگر آپ نے وفاداری بشرط استواری کا اصول قائم فرمایا اور اپنے سب ساتھیوں کو بھی امیر معاویہ ؓ کی بیعت پر قائم رہنے کا حکم فرمایا اور امیر معاویہ ؓ بھی اہل بیت اطہار کے بے پناہ قدر دان تھے اور ان کی عزت افزائی میں کوئی فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ اور ان کی مالی معاونت میں بھی پوری قوت صرف کرتے تھے۔ شیعہ مورخین بھی اپنے تعصب و عناد کے باوجود اس کا اعتراف کرتے ہیں چنانچہ شیعوں کا رئیس العلماء ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ قطب راوندی نے امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ

۲۔ ایک دن امام حسن ؓ نے امام حسین اور عبداللہ بن جعفر ؓ سے فرمایا کہ امیر معاویہ ؓ کی طرف سے ہی ہمارا وظیفہ اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کو پہنچ جائے گا جب پہلی تاریخ آئی تو واقعی وظیفہ پہنچ گیا۔ امام حسن ؓ کافی مقروض تھے آپ نے اپنے وظیفے میں سے سارا قرض اتارا اسی طرح امام حسین ؓ نے اپنے وظیفے سے پہلے قرض اتارا باقی مال اپنے اہل و عیال اور دوستوں میں تقسیم فرمایا۔ عبداللہ بن جعفر نے بھی اپنی ضروریات پوری کر کے باقی مال امیر معاویہ ؓ کے ایلچی کو بطور انعام دے دیا۔ چوں ایں خبر بمعاویہ رسید برائے وصال بیار فرستاد جب یہ خبر معاویہ ؓ کو پہنچی تو انہوں نے آپ کے لئے (امام

[1] ناسخ التواریخ حالات امام حسن جلد اول صفحہ ۱۸۸

حسن رضی اللہ عنہ کے لیے) مزید مال بھیج دیا۔[1]

یہی پورا واقعہ حافظ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۷ مطبوعہ مصر میں بھی ہے وہاں یہ اضافہ بھی ہے کہ جو رقم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھیجی تھی وہ چار لاکھ درہم تھی جب کہ ہر سال کا مقرر وظیفہ ایک لاکھ درہم اس کے علاوہ تھا۔

کیا امیر معاویہ کے خطبا حضرت علی پر لعنت کرتے تھے؟

یہاں سے ایک غلط پراپیگنڈہ کا بھی رد ہو گیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبروں پر خطبات جمعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کا (معاذ اللہ) حکم دے رکھا تھا اور یہ سلسلہ خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیز تک جاری رہا انہوں نے آ کر یہ سلسلہ ختم کیا یہ پراپیگنڈہ غلط ہے اور یہ تو ایسی روایات شیعہ راویوں کی کارستانیاں ہیں جو بعض مورخین کے تساہل اور چشم پوشی کے سبب کتب اہل سنت میں داخل ہو گئی ہیں تفصیل کے لئے میرے والد گرامی محقق علامہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۹۷ کی تصنیف تحفہ جعفریہ جلد دوم دیکھیں۔ اس موضوع پر بہت کام کرنے کی ضرورت ہے کچھ لوگوں نے کیا بھی ہے لیکن وہ بہت کم ہے۔ اور یہ روایات اگر قبول بھی کر لی جائیں تو بھی ان میں لعنت کا لفظ کہیں نہیں صرف یہ ہے کہ امیر معاویہ کے خطباء حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سَبّ کرتے تھے اور سَبَّ یَسُبُّ کا معنی لعنت کرنا نہیں ہے۔ احادیث میں اس کا معنی کسی کے موقف کو غلط قرار دینا بھی آتا ہے چنانچہ بخاری شریف جلد دوم ص ۵۷۵ میں ہے۔ فَاسْتَبَّ عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے پر سب کیا یعنی ایک دوسرے کا موقف غلط قرار دیا یہ مطلب نہیں کہ دونوں نے معاذ اللہ لعنت کی یا گالی گلوچ کیا کیونکہ یہ مطلب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے شایان شان ہرگز نہیں اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی حکومت میں صرف اتنا حکم دے رکھا تھا کہ خطباء اپنے خطبوں میں حضرت علی کے موقف کو غلط کہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ہزاروں صحابہ کرام کی موجودگی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی پر معاذ اللہ گالی یا لعنت کا حکم دیں (اور وہ بھی معاذ اللہ مسجد میں) جیسے مذکورہ حدیث بخاری میں حضرت علی و عباس رضی اللہ عنہما کے لئے لفظ سب کا معنی موقف کا رد کرنا ہے اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی

---

[1] جلاء العیون جلد اول ص ۳۷۶ مطبوعہ تہران

زبان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب کرنے کا مطلب یہی ان کے موقف کو غلط قرار دینا ہے پھر آپ خود شیعہ علماء کی تحریرات سے پڑھ چکے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے کا حکم دیتے تھے اور تعریف سن کر روتے تھے البدایہ والنہایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہنے کے بعد رونے لگے کسی نے کہا کہ آپ کی تو ان سے جنگ ہے۔آپ نے فرمایا:

وَيُحَكَ اِنَّمَا اَبْكِيْ لَمَّا فَقَدَ النَّاسُ مِنْ حِلْمِهٖ وَ عِلْمِهٖ وَ فَضْلِهٖ وَسَوَابِقِهٖ وَخَيْرِهٖ

ترجمہ: تم پر افسوس ہے میں اس لئے رو رہا ہوں کہ آج لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حلم، علم، فضل، اچھائیوں اور خوبیوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ [1]

اس فصل کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اہل تشیع جو اہل بیت کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ قطعی غلط ہے اہل بیت اور صحابہ کرام میں بے پناہ محبت تھی وہ ایک دوسرے کے سچے خیر خواہ تھے اگر ان میں کسی وجہ سے اختلاف رائے ہوا بھی تو وہ ذاتی دشمنی پر مبنی نہ تھا اختلافی مسئلے سے ہٹ کر وہ ایک دوسرے کا پورا احترام کرتے تھے جیسا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے مابین جو تاریخ بتاتی ہے کہ جنگ صفین کے دوران قیصر روم نے مکہ شریف پر حملہ کرنے کا سوچا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے اسے ان الفاظ میں خط لکھا کہ او کتے اگر تو نے ایسا کیا تو میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا اور ان کی افواج میں تجھ پر حملہ کروں گا اور تیری سلطنت کے ہم دونوں مل کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں گے۔

اس غیرت افروز تاریخی خط نے قیصر روم کا ہوش ٹھکانے لگا دیا۔ [2]

۱ البدایہ جلد ۸ ص ۱۵ مطبوعہ مصر

۲ البدایہ والنہایہ جلد ۸ مطبوعہ بیروت

فصل چہارم

اہل بیت رسول ﷺ بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے گہری محبت رکھتے تھے

آج ایک گروہ صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو جی بھر کر معاذ اللہ گالیاں دیتا ہے۔ انہوں نے اہل بیت پر ظلم کیا۔ نبی پاک ﷺ کے بعد آپ کی جانشینی اور خلافت کا حق حضرت علیؓ کا تھا ان سے وہ چھین کر ابوبکرؓ نے خلافت سنبھال لی اور دنیا سے جاتے ہوئے عمر کو خلافت دے گئے۔ اور عمر نے دنیا سے جاتے ہوئے چھ رکنی کمیٹی بنائی اور اس کمیٹی نے حضرت علیؓ کو خلافت سے دور رکھا پھر ابوبکر نے خلافت سنبھالتے ہی سیدہ فاطمہ زہراؓ سے باغ فدک چھین لیا وغیرہ ذالک من خرافات اس لئے یہ لوگ جنہیں اہل تشیع کہا جاتا ہے اہل بیت کی تعریف کرتے ہوئے جب تک صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر معاذ اللہ غلیظ گالی گلوچ نہ کریں تب تک ان کے نزدیک حب اہل بیت کا تقاضا پورا نہیں ہوتا مگر یہ لوگ شیطان کی بہکاوے میں آ کر گمراہی کے دلدل میں پھنس گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں دے کر اہل بیت کی محبت کا دم بھرنا پرلے درجے کی ضلالت ہے۔ یہ اہل بیت سے محبت نہیں بلکہ ان سے دشمنی ہے۔ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سے خوش نہیں ہوتے بلکہ غیظ و غضب سے بھر جاتے ہیں اس لئے میں نے یہ فصل اس باب میں ڈالی ہے تاکہ قارئین جان لیں کہ اہل بیت رسول ﷺ اور اولاد بتول خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے کیسی عقیدت و محبت رکھتے تھے اور اس فصل میں میں کتب اہل سنت سے کوئی حوالہ یا عبارت تحریر نہیں کروں گا بلکہ کتب شیعہ کی روشنی میں وہ سچائی پیش کرنے کی کوشش کروں گا جو اللہ نے مخالفین کی زبانوں سے اگلوائی ہے۔

کلام حضرت علی رضی اللہ عنہ در شان خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

اہل تشیع کا معتبر مورخ نصر بن مزاحم بیان کرتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کو خط لکھتے ہوئے حضرات صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی فضیلت بیان کی اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

لعمری ان مکانهما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شدید رحمهما الله وجزهما باحسن الجزآء

ترجمہ: مجھے اپنی زندگی کی قسم بے شک اسلام میں ان دونوں (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کا مرتبہ بے شک بہت بلند ہے اور ان کا دنیا سے جانا اسلام کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے اللہ ان دونوں پر رحم فرمائے اور انہیں رب سے اچھی جزا عطا فرمائے۔ [1]

ایسے ہی ایک اور خط میں آپ یوں فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو بھیجا انہوں نے امت کو گمراہی سے نکالا جب آپ تشریف لے گئے تو لوگوں نے ابو بکر کو خلیفہ چنا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عمر کو خلیفہ بنایا: واحسنا السیرة وعدلا فی الامة جب کہ ان دونوں نے بطور خلیفہ بہت عمدہ سیرت اپنائی اور امت میں عدل وانصاف قائم کر دکھایا آگے حضرت علی فرماتے ہیں ہمارے دل میں یہ بات تھی کہ ہم اہل بیت ہیں اور خلافت کے زیادہ حقدار ہیں لیکن جب ان دونوں نے عدل وانصاف کے تقاضے پورے کر دیئے اور یہی بڑا مقصد تھا تو ہم نے اپنا حق معاف کر دیا۔ [2]

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیخین رضی اللہ عنہما کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

ترجمہ: وہ دونوں عدل وانصاف کرنے والے امام ہیں دونوں حق پر کاربند تھے اور حق پر ہی قائم رہ کر دنیا سے رخصت ہوئے تو ان دونوں پر روز حشر تک اللہ کی رحمت ہو۔ [3]

۱۔ وقعة صفین ص ۶۳ مطبوعہ بیروت

۲۔ واقعة صفین ص ۱۴۹

۳۔ احقاق الحق مصنفہ نور اللہ شوستری ص ۱۴

حضرت علی ؓ کے مزید متعدد اقوال بھی خلفائے راشدین کے متعلق موجود ہیں ہم صرف ان تین پر اکتفا کرتے ہیں دیکھیے! حضرت علی ؓ کے نزدیک وہ عدل و انصاف کے علمبردار تھے۔ حضرت علی نہیں امام کہہ کر پکارتے تھے۔ شیعو! تم اپنی طرف سے بارہ اماموں کی امامت تو مانتے ہو مگر جنہیں حضرت علی ؓ امام قرار دے رہے ہیں انہیں تم سب اہل بیت کی آڑ میں گالیاں دیتے ہو، بتاؤ پھر تمہارا حضرت علی ؓ سے کیا تعلق ہے؟ یہ فیصلہ میں تم ہی پر چھوڑتا ہوں؟ خلفائے راشدین سے حضرت علی کی محبت کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹوں کے نام ابو بکر، عمر اور عثمان رکھے چنانچہ کشف الغمہ میں آپ کی اولاد کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی اولاد کی تعداد ستائیس تھی بعض کے نام یہ ہیں۔ حسن، حسین، زینب کبریٰ، زینب صغریٰ ان چاروں کی والدہ سیدہ فاطمہ ؓ ہیں۔ محمد بن حنفیہ ان کی والدہ خولہ بنت جعفر حنفیہ ہیں۔ عمر اور رقیہ ان کی والدہ ام حبیبہ بنت ربیعہ ہیں۔ عباس، جعفر، عثمان اور عبداللہ یہ چاروں اپنے بھائی امام حسین کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے ان کی والدہ ام البنین بنت حزام ہے۔ محمد اصغر جنہیں ابو بکر کہا جاتا ہے اور عبیدہ یہ دونوں بھی کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ہے۔ [1]

یعنی امام حسین ؓ کے بھائیوں میں سے بعض کے نام ابو بکر، عمر اور عثمان بھی ہیں۔ ان میں سے عمر اور عثمان تو آپ کے ساتھ کربلا میں شہید بھی ہوئے بتایئے حضرت علی ؓ نے اپنے بچوں کے نام خلفائے راشدین کے ناموں پر کیوں رکھے؟ جس شخص سے نفرت ہو کیا اس آدمی کے نام پر کوئی اپنے بیٹے کا نام رکھتا ہے کیا آج کوئی اپنے بیٹے کا نام یزید، فرعون اور شداد رکھتا ہے؟ بلکہ بچوں کے نام محبوب ہستیوں کے ناموں پر رکھے جاتے ہیں۔ مولا علی شیر خدا نے اپنے بچوں کے نام ابو بکر عمر اور عثمان رکھ کر بتا دیا کہ آپ کو ان سے سچا پیار تھا۔ اہل سنت جماعت تو نام رکھنے کی اس سنت علی پر عمل کرتے ہیں شیعوں کو بھی اپنے بچوں کے نام ابو بکر و عمر رکھنے چاہئیں۔

امام حسن ؓ کی عقیدت خلفائے راشدین سے

جب امام حسن ؓ نے حضرت امیر معاویہ ؓ کو حکومت سپرد کرتے ہوئے ان کے ہاتھ

---

[1] الخ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۴۴۰

پر بیعت کی تو کچھ شرائط مقرر کیں ان میں سے بڑی یہ تھیں عَلٰی اَنْ یَعْمَلَ فِیْهِمْ بِکِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَسِیْرَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ

ترجمہ: اس شرط پر حسن بن علی رضی اللہ عنہ معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے صلح کر رہے ہیں کہ وہ اللہ کی کتاب، رسول ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کی سیرت پر عمل کریں گے۔ [1]

یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ کے نزدیک معاشرے میں حق و صداقت اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے کسی بھی حکمران کو تین اصول ہمیشہ پیش نظر رکھنے چاہییں۔ ۱۔ قرآن ۲۔ سنت۔ ۳۔ سیرت خلفائے راشدین۔ یعنی امام حسن کے نزدیک قرآن و سنت کے عملی نفاذ کے لیے سیرت خلفائے راشدین میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے۔

اب قارئین خود ہی فیصلہ فرمائیں۔ جو امام حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کا دم بھر کر دوسرے ہی سانس میں سیدنا صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم یعنی خلفائے راشدین کو برا بھی کہے اس کا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق ہے؟ اس سے سب اہل بیت کا حق صرف وہی ادا کر سکتا ہے جو خلفائے راشدین سے صحیح عقیدت رکھتا ہو اور ان کی سیرت کو نمونہ عمل بنائے اور یہ شرف صرف اور صرف اہل سنت و جماعت کو ہی حاصل ہے۔

ع

بے ادب گستاخ فرقوں کو سنا دے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

امام حسین رضی اللہ عنہ جنت میں خلفائے راشدین کو پانی پلا رہے تھے

شیعوں کی بہت مخصوص کتاب مدینۃ المعاجز میں مشہور شیعہ عالم سید ہاشم بحرانی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ اس نے خواب دیکھا کہ وہ جنت میں ہے اور حضرت علی ایک خوبصورت نہر پہ بیٹھے ہیں اور ایک جگہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے پیار و محبت کی گفتگو کر رہے ہیں اتنے میں نبی پاک ﷺ تشریف لے آتے ہیں آپ کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ہاتھ میں چاندی کا پیالہ لئے تشریف لے آئے نبی پاک ﷺ نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسقنی مجھے پلاؤ انہوں

[1] کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص ۵۷۰ مطبوعہ تبریز

نے آپ کو چاندی کے پیالے سے جنتی شربت پلایا پھر آپ نے فرمایا حسین اسق الجماعة اے حسین! اس جماعت کو بھی پانی پلاؤ۔

فسقی ابابکر و عمر و عثمان و سقا علیا منہ

ترجمہ: امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو بھی وہ جنتی شربت پلایا۔ [1]

یہ خواب حلیۃ الابرار میں کافی طویل لکھا ہے ہم نے صرف اپنے موضوع سے متعلق حصہ نقل کیا ہے جب ایک شیعہ عالم یہ خواب لکھ رہا ہے اور آگے اس کی تردید بھی نہیں کرتا بلکہ اس خواب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ خواب دیکھنے والا نوجوان ایک مسجد میں موذن تھا اور اذان و نماز کے دوران حضرت علی پر ایک ہزار بار (معاذاللہ) لعنت کرتا تھا جب اس نے یہ خواب دیکھا تو نبی ﷺ نے خواب میں امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس نوجوان کو بھی پلاؤ انہوں نے عرض کیا یہ تو میرے باپ علی مرتضی کو اتنی مرتبہ لعنت کرتا ہے آپ نے فرمایا تم علی پر لعنت کرتے ہو؟ حالانکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں خدا تجھ پر لعنت کرے یہ تین بار آپ نے فرمایا جب وہ خواب سے اٹھا تو اس کا چہرہ اور سر خنزیر جیسا بن گیا تھا۔ اگر اس کے خواب کا شان علی سے متعلق حصہ سچ ہے اور یقینا سچ ہے اور اسی حصے کی بناء پر مذکور شیعہ علامہ نے اسے لکھا ہے تو اس خواب کا وہ حصہ جو شان خلفائے راشدین سے متعلق ہے وہ بھی یقینا سچ ہے اور واقعتا امام حسین کربلا کی پیاس کی جزا میں جنت کے اندر ساقی بنے ہوئے ہیں اور نبی پاک ﷺ اور آپ کے پیارے دوستوں ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو نقرئی پیالوں میں بھر بھر کر شراب طہور پلا رہے ہیں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خلفاء راشدین کے گستاخوں پر پھٹکار

اس فصل میں پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما کی خلفاء راشدین سے محبت بیان کی گئی ہے اور شیعوں کے نزدیک وہ تینوں علی الترتیب پہلا دوسرا اور تیسرا امام کہلاتے ہیں اب چوتھے امام حضرت امام زین العابدین میں ان کی خلفائے راشدین سے عقیدت بھی ملاحظہ کریں

[1] حلیۃ الابرار جلد اول باب ۱۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ قم

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ شریف میں عراق (کوفہ) سے کچھ لوگ آئے وتکلموا فی ابی بکر و عمر و عثمان اور انہوں نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق کلام کیا (ان کی عیب جوئی کی معاذاللہ) جب وہ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو امام زین العابدین نے فرمایا کیا تم ان پہلے مہاجرین میں سے ہو جنہیں ان کے گھروں اور مالوں سے نکالا گیا اور وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے تھے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے تھے اور وہ سچے لوگ تھے (یہ سورۂ حشر کی آیت الذین اخرجوا من دیارھم الخ) کی طرف اشارہ ہے وہ لوگ کہنے لگے نہیں ہم ان مہاجرین میں سے نہیں ہیں۔

امام زین العابدین نے فرمایا: تو کیا تم ان انصار میں سے ہو جنہوں نے مہاجرین کی آمد سے قبل ان کے لئے گھر اور ایمان کی محبت تیار کر رکھی تھی وہ مہاجرین سے محبت رکھتے تھے اور اپنی عزیز متاع کو ان سے عزیز تر نہیں سمجھتے تھے وہ ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے تھے (یہ بھی سورۂ حشر کی آیت وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ الخ کی طرف اشارہ ہے) ان کو فیول نے کہا نہیں! ہم ان انصار میں سے نہیں ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو تم نے مان لیا کہ تم مہاجرین و انصار سے نہیں ہو اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم واقعی ان لوگوں میں سے نہیں ہو جن کی اللہ کریم نے یہ تعریف فرمائی ہے تو کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی تعریف اللہ کریم نے یوں فرمائی: اور جو ان کے (مہاجرین و انصار کے) بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے قبل ایمان کے ساتھ چلے گئے (سورۂ حشر آیت ۱۰) کوفی کہنے لگے نہیں ہم ان میں سے بھی نہیں ہیں (یعنی تابعین میں سے نہیں ہیں) امام زین العابدین نے فرمایا اُخْرُجُوا فَعَلَ اللّٰهُ بِكُمْ نکل جاؤ یہاں سے خدا تمہیں اس بدکلامی کی سزا دے۔

قارئین اندازہ کریں۔ جو لوگ حضرت صدیق اکبر اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو برا کہیں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ان سے کتنی سخت نفرت ہے آپ نے پہلے تو بڑے حکیمانہ انداز سے اہلبیت رسول ﷺ کے شایان شان سب مہاجرین و انصار کے حق میں اترنے والی آیات پڑھ کر پوچھا کہ اے خلفائے راشدین جیسے صحابہ کبار کو برا کہنے والو! کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی مدح میں اللہ نے قرآن اتارا اگر نہیں تو کیا کم از کم تم ان تابعین میں سے ہو جن کی اللہ نے یہ تعریف

کشف الغمہ جلد دوم ص ۷۸ ، جلاء العیون جلد اول ص ۳۹۳

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ شریف میں عراق (کوفہ) سے کچھ لوگ آئے وتکلموا فی ابی بکر و عمر و عثمان اور انہوں نے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے متعلق کلام کیا (ان کی عیب جوئی کی معاذ اللہ) جب وہ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو امام زین العابدین نے فرمایا کیا تم ان پہلے مہاجرین میں سے ہو جنہیں ان کے گھروں اور مالوں سے نکالا گیا اور وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے تھے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے تھے۔ اور وہ سچے لوگ تھے (یہ سورہ حشر کی آیت الذین اخرجوا من دیارھم الخ) کی طرف اشارہ ہے وہ لوگ کہنے لگے نہیں ہم ان مہاجرین میں سے نہیں ہیں۔

امام زین العابدین نے فرمایا تو کیا تم ان انصار میں سے ہو جنہوں نے مہاجرین کی آمد سے قبل ان کے لیے گھر اور ایمان کی محبت تیار کر رکھی تھی وہ مہاجرین سے محبت رکھتے تھے اور اپنی عزیز متاع کو ان سے عزیز تر نہیں سمجھتے تھے اور ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے تھے (یہ بھی سورہ حشر کی آیت وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ الخ کی طرف اشارہ ہے) ان کوفیوں نے کہا نہیں! ہم ان انصار میں سے نہیں ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو تم نے مان لیا کہ تم مہاجرین و انصار سے نہیں ہو اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم واقعتا ان لوگوں میں سے نہیں ہو جن کی اللہ کریم نے یہ تعریف فرمائی ہے تو کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی تعریف اللہ کریم نے یوں فرمائی: اور جو ان کے (مہاجرین وانصار کے) بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے قبل ایمان کے ساتھ چلے گئے (سورہ حشر۔ آیت ۱۰) کوفی کہنے لگے نہیں ہم ان میں سے بھی نہیں ہیں (یعنی تابعین میں سے نہیں ہیں) امام زین العابدین نے فرمایا اُخْرُجُوْا فَعَلَ اللّٰہُ بِکُمْ نکل جاؤ یہاں سے خدا تمہیں اس بدکلامی کی سزا دے۔ ۱

قارئین! اندازہ کریں۔ جو لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو برا کہیں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ان سے کتنی سخت نفرت ہے آپ نے پہلے تو بڑے حکیمانہ انداز میں اہل بیت رسول ﷺ کے شایان شان مہاجرین وانصار کے حق میں اترنے والی آیات سنا کر پوچھا کہ اے خلفائے راشدین جیسے صحابہ کبار کو برا کہنے والو! کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی مدحت میں اللہ نے قرآن اتارا اگر نہیں تو کیا کم از کم تم ان تابعین میں سے ہو جن کی اللہ نے یہ تعریف

---

۱ کشف الغمہ جلد دوم ص ۷۸، جلاء العیون جلد دوم ص ۳۹۳

فرمائی ہے اگر تم نہیں ہو تو دفع ہو جاؤ پھر ان کی شان میں گستاخی کرتے ہو۔ ان کی تعریفیں اللہ فرماتا ہے نکل جاؤ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ میں تمہاری منحوس شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔ اب صحابہ کے گستاخو اہل بیت سے تمہارا کوئی تعلق نہیں دراصل کوفہ میں عبداللہ بن سبا یہودی نے بظاہر اسلام قبول کر کے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے یہ نظریہ رائج کیا کہ نبی پاک ﷺ کے بعد حضرت علی ہی حقدار خلافت تھے۔ ابوبکر و عمر اور عثمان نے ان کا حق چھین لیا یہ دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بات ہے کہ اس نے کوفہ کے علاوہ مصر اور بصرہ میں اس نظریے کی اشاعت کی۔ چنانچہ انہی تینوں شہروں سے منافقین اور سرکش باغیوں کے تین گروہ اٹھے اور مدینہ شریف پر چڑھائی کر کے حضرت عثمان غنی کو شہید کیا اور وہیں سے شیعہ مذہب کی بنیاد پڑی پھر انہی فتنہ پردازوں نے جنگ جمل اور جنگ صفین میں بظاہر حضرت علی کا ساتھ دیا اور بباطن مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا خاتمہ کرنے کی بھرپور کوشش کی اور جب بھی صحابہ کرام میں صلح کا موقع قریب آیا انہوں نے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔ تو اہل کوفہ شروع ہی سے خلفائے راشدین کے متعلق مسموم ذہن کے مالک تھے اور یہی گستاخی انہوں نے امام زین العابدین کے سامنے اظہار کیا اور آپ سے پھٹکار لی اور آج تک اسی سرکش گروہ کی باقیات چلی آ رہی ہیں۔

نو آئمہ اہل بیت کی روایت کردہ حدیث خلفائے راشدین کی شان میں

یہاں ہم وہ حدیث رسول ﷺ لکھ رہے ہیں جو صدیق و فاروق و ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی شان میں ہے اور اس کے تمام راوی جو ہیں وہ آئمہ اہل بیت ہیں۔ حدیث اس طرح ہے۔

قال حدثني علي بن محمد بن علي الرضا عن ابيه عن آبائه عن الحسن بن علي عليهم السلام قال قال رسول الله ﷺ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَأَنَّ عُمَرَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ الْبَصَرِ وَأَنَّ عُثْمَانَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ الْفُؤَادِ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے مجھے امام علی نقی نے یہ حدیث سنائی ان کو ان کے والد امام محمد تقی نے اپنے باپ دادا (حضرت امام موسیٰ کاظم، امام جعفر صادق، امام محمد باقر، امام زین العابدین اور امام حسین رضی اللہ عنہم) سے (نسل در نسل) روایت کی اور آگے یہ حدیث حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

ابوبکر میرے لیے ایسے ہیں جیسے میرے کان اور عمر میرے لیے ایسے ہیں جیسے
میری آنکھیں اور عثمان میرے لیے ایسے ہیں جیسے میرا دل۔ [1]

حضور پر نور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی لکھنے کے بعد شیخ صدوق نے اپنی بدعقیدگی عیاں کرنے کے لیے روایت کا رخ اس طرف موڑا ہے کہ قرآن میں ہے بے شک کان، آنکھ اور دل سے سوال کیا جائے گا لہذا ان تینوں سے یعنی ابوبکر اور عمر اور عثمان سے ولایت علی کے متعلق پوچھا جائے گا کہ تم اسے مانتے تھے یا نہیں (یعنی چونکہ بقول شیعہ وہ اسے نہیں مانتے تھے اس لیے انہیں بالآخر جہنم بھیجا جائے گا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) مگر شیخ صدوق کا عقل صندوق میں بند ہوگیا وہ یہ بدعقیدگی پھیلاتے ہوئے یہ بھول گیا کہ ہر کسی کے کان آنکھ اور دل سے قیامت میں سوال ہوگا اور جو کچھ کان آنکھ اور دل سے گناہ ہوئے ہوں گے ان کی انہیں سزا ملے گی مگر نبی پاک ﷺ کے کان آنکھ اور دل کا حساب نہیں ہوگا اور جنہیں آپ اپنا کان آنکھ اور دل قرار دے رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا حساب بھی نہیں ہوگا۔ بہرحال مذکورہ حدیث میں سیدنا صدیق اکبر سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی جو عظمت سید عالمین ﷺ نے بیان فرمائی ہے وہ بہت ہی ایمان افروز ہے اس روایت کرنے والے تمام راوی وہ ہیں جن میں سے ہر ایک کی عظمت پر ہماری جانیں قربان۔ اس کے پہلے راوی حضرت امام حسن بن علی ؑ ہیں اور آخری راوی حضرت امام علی تقی اور درمیان والے بالترتیب امام اہل بیت ٹھہرتے ہیں یعنی نو امام اہل بیت عظام نے اسے روایت کیا ہے کہ ان تمام امام اہل بیت کا یہی عقیدہ ہے کہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو رحمۃ للعالمین ﷺ سے وہ قرب حاصل ہے جو جسم کے ساتھ کان آنکھ اور دل کو حاصل ہوتا ہے۔

لہذا اب اہل بیت رسول ﷺ کا یہی تقاضا ہے کہ صحابہ کرام بالخصوص خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی اپنی عقیدت و محبت رکھی جائے اور یہی اہلسنت وجماعت کا سرمایہ حیات اور مایہ نجات ہے اہلسنت کے ایک ہاتھ میں دامن اصحاب ہے تو دوسرے ہاتھ میں دامن الفت اہل بیت ہے۔ (لہذا ہم نہ تو رافضی ہیں اور نہ خارجی ہم سچے محب اہل بیت ہیں اسی لیے آج تک تمام اولیاء کرام صرف اور صرف اہل سنت وجماعت میں سے ہوئے ہیں)۔

[1] معانی الاخبار شیخ صدوق صفحہ ۷۱۳ مطبوعہ بیروت

فصل پنجم

آئمہ اہل سنت کی اہل بیت رسول ﷺ سے والہانہ عقیدت

۱۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور حب آل رسول رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ بتاتی ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت ثابت بن زوطی کو جب وہ بچے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت عالیہ میں پیش کیا گیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان اور ان کی اولاد کو برکت عطا فرما چنانچہ ۱۰ ہجری میں کوفہ میں سیدنا امام اعظم پیدا ہوئے اور آپ نے دین میں جو فقید المثال فقاہت حاصل کی وہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی دعا کا ثمر ہے۔

پھر امام اعظم رحمۃ اللہ نے کوفہ میں امام جعفر صادق سے ظاہری اور باطنی علوم کا استفادہ کیا۔ اس لیے آپ سادات کرام اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا بے پناہ احترام کرتے تھے۔ آپ نے دو سال امام جعفر صادق کی صحبت میں گزارے اور علمی استفادہ کیا۔ چنانچہ آپ ان دو سالوں کو اپنی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ تصور کرتے ہوئے فرماتے تھے۔ لولا السنتان لهلك النعمان اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔ (آپ کا نام نعمان بن ثابت ہے)۔

کوفہ میں امام جعفر صادق کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور تلامذہ کی کثرت سے خلیفہ وقت منصور عباسی سخت خائف تھا اس نے چاہا کہ ان کے مقابلے میں کوئی فقیہ کھڑا کیا جائے جو ان کی شہرت کا خاتمہ کرے تاکہ یہ حکومت کے لئے دردِ سر نہ بن سکیں اس لئے سیدنا امام اعظم میں جو ابھی عنفوانِ شباب میں تھے وہ استعداد دیکھی جس کا وہ طالب تھا چنانچہ اس نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے رابطہ کیا اور انہیں تمام فقہاء سے افضل قرار دیا اور اپنا قرب عطا کرنا چاہا۔ آپ اس کی نیت بھانپ گئے آپ نے عام اعلان فرمایا:

مَا أَرَى أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَإِنَّهُ أَعْلَمُ الْأُمَّةِ

ترجمہ: میں امام جعفر صادق بن محمد باقر رضی اللہ عنہ سے کسی کو بڑا عالم نہیں سمجھتا وہ ساری امت

---

۱ الامام الصادق صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ بیروت

میں سب سے بڑے عالم ہیں۔ ؎1

حضرت امام ابو حنیفہ نے حمایت اہل بیت میں حکومت کے خلاف فتویٰ دیا

جب خلیفہ وقت نے خانوادہ نبوت کے عظیم چشم و چراغ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ گھٹانے کے لیے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ بڑھانا چاہا تو آپ نے مذکورہ اعلان فرما کر آل رسول ﷺ کا جھنڈا ساری دنیا پر بلند کر دیا۔ خلیفہ کے ارادوں پر پانی پھر گیا۔ یہ ہے آل رسول سے سچی محبت۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور وہ ہے جب اموی خلافت دم توڑ چکی تھی اور خلافت عباسیہ نے قدم جما لیے تھے۔ عباسیوں نے حب آل رسول کا نعرہ لگا کر لوگوں کو خلافت اموی سے برگشتہ کیا اور انہیں منشور دیا کہ ہم اہل بیت رسول ﷺ کو خلافت دلانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت حسن مجتبیٰ کی اولاد میں سے حضرت محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی جو کہ معروف بہ نفس زکیہ کے ہاتھ پر ابو جعفر منصور سمیت تمام عباسی سرداروں نے بیعت خلافت کی بلکہ تمام بنو ہاشم نے ان کی بیعت کر کے انہیں اپنا پیشوا بنایا۔ اس جنگ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی تھے روایات کے مطابق انہوں نے بھی حضرت نفس زکیہ کی بیعت کی۔ چنانچہ بنو عباس نے مہم چلائی جو کامیاب ہوئی اور بنو امیہ کا سورج غروب ہو گیا۔ مگر نفس زکیہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کرنے کے بجائے بنو عباس نے خود خلافت سنبھال لی اور پہلے سفاح اور پھر ابو جعفر منصور نے اولاد آل رسول پر بے پناہ مظالم کیے تاکہ وہ دب جائیں مگر وہ نہ دبے۔ چنانچہ حضرت نفس زکیہ نے مدینہ منورہ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تمام سادات علویہ و فاطمیہ نے ان کا ساتھ دیا۔ ایسے میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حکومت وقت کی مخالفت کرتے ہوئے اسے ظالم و جابر قرار دیا اور حضرت نفس زکیہ رضی اللہ عنہ محمد بن عبداللہ اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم بن عبداللہ کے حق میں فتویٰ دیا۔ ان کی خدمت میں مسلمان پہنچا۔ اب سب سنی اور شیعہ تمام مورخین کو اس پر اتفاق ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تادم آخر اپنے اس فتویٰ پر ڈٹے رہے۔ آپ پر سرکاری دباؤ پڑا کہ آپ فتویٰ واپس لے لیں مگر آپ نے بھی حق گوئی پر عمل کر کے دکھا دیا اور آل رسول ﷺ کے دامن سے وابستہ رہے۔ تب جا کر آپ کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا گیا کہ کسی طرح آپ اہل بیت سے تعلق توڑ دیں۔

؎1 امام صادق مصنف اسد حیدر شیعہ ص صفحہ ۲۶۳

حضرت امام اعظم نے حب اہل بیت میں جام شہادت نوش کیا

مگر یہ حربہ بھی ناکام رہا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی طرح بھی محبت اہل بیت سے باز نہ آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں زہر دے دیا گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جام شہادت نوش کر کے محبت آل رسول ﷺ کا دامن نہ چھوڑا۔ اس تفصیل کو ہم کتب اہل سنت سے نہیں اہل تشیع کی زبان سے پیش کرنا چاہتے ہیں چنانچہ شیعوں کی مشہور تاریخ مقاتل الطالبین میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد اور ابراہیم رضی اللہ عنہما پسران عبداللہ محض کے ساتھ محبت رکھنے میں متہم تھے۔ اس لیے خلیفہ منصور نے آپ کو کوفہ سے بغداد بلوایا۔

بانه قد اعلن الانضمام لجانب دعوة محمد او ابراهيم و افتى بوجوب الخروج مع ابراهيم اس وقت انہوں نے (امام ابو حنیفہ نے) یہ اعلان کر رکھا تھا کہ حضرت محمد (نفس زکیہ) اور ابراہیم کی دعوت سے منسلک ہو جانا چاہئے اور یہ فتویٰ دے رکھا تھا کہ ابراہیم کے ساتھ خروج کرنا واجب ہے۔ آپ نے حضرت ابراہیم کو خط لکھا تھا کہ آپ کوفہ آجائیں کیونکہ یہاں آپ کے چاہنے والے بہت ہیں۔ یہ خط کسی طرح خلیفہ منصور تک پہنچ گیا اور اس نے آپ کو گرفتار کر لیا وسقاه شربة فمات منها اور آپ کو زہریلا شربت پلایا اس سے آپ فوت ہو گئے۔[1]

مرزا محمد تقی شیعہ جو مشہور متعصب اور غالی شیعہ مورخ ہے نے ناسخ التواریخ میں حالات امام حسن میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم بن عبداللہ محض نے ۱۴۵ ہجری میں اپنی دعوت کا آغاز کیا بہت مشہور لوگوں نے ان کی بیعت کی جن میں اعمش بن مہران، عباد بن منصور، مفضل بن محمد اور امام ابو حنیفہ وغیرہم شامل تھے۔ ان لوگوں کے فتوے پر بہت سے مومن حضرت ابراہیم کے ساتھ مل گئے۔ جب حضرت ابراہیم کو حکومت نے پکڑ کر قتل کر دیا تو ایک عورت امام ابو حنیفہ کے پاس آئی کہنے لگی ابو حنیفہ تم نے فتویٰ دیا تو میرا بیٹا حضرت ابراہیم کے ساتھ جنگ میں شامل ہوا اور قتل کر دیا گیا تو میرے بیٹے کے قتل کے تم ذمہ دار ہو۔ آپ نے فرمایا:

لیتنی کنت مکان ابنک۔

1۔ مقاتل الطالبین ذکر من خرج مع ابراہیم صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ بیروت

ترجمہ: اے کاش میں تیرے بیٹے کی جگہ میں ہوتا (اور اہل بیت کی محبت میں مجھے قتل کیا جاتا)۔ ¹

حضرت امام اعظم کی والدہ امام جعفر صادق کے عقد میں آئیں

شیعوں کا بہت معروف محقق و مورخ علامہ ابن شہر آشوب لکھتا ہے۔

ان ابا حنیفة من [illegible] فی حبالة الصادق علیه اسلام۔

ترجمہ: بے شک ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ آپ کے (امام جعفر کے) تلامذہ میں سے تھے اور ان کی والدہ حضرت امام صادق کے حبالہ نکاح میں آئیں۔ ²

سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اہل بیت رسول سے عقیدت

سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ جو فقہ مالکی کے بانی اور حدیث کے سب سے پہلی کتاب الموطاء کے مصنف بھی ہیں اہل بیت اطہار کے وفادار اور محب دار تھے۔ سیدنا امام اعظم اور آپ نے مل کر محمد بن عبد اللہ نفس زکیہ رضی اللہ عنہ کی حمایت و حمیت کا فتویٰ جاری کیا۔ آپ مدینہ شریف میں رہنے کی وجہ سے حضرت نفس زکیہ کے زیادہ قریب تھے (دیکھیے البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۱۹) چنانچہ خلیفہ منصور کے حکم سے جعفر بن سلیمان گورنر مدینہ نے امام مالک رضی اللہ عنہ کو سخت سزا دی اور آپ کے جسم مبارک پر کوڑے برسائے گئے آپ کے کندھوں سے بازو اتر گئے اور ساری زندگی کے لیے ہاتھ بیکار ہو گئے اس کے بعد بھی آپ نے اہل بیت رسول سے محبت کا رشتہ منقطع نہ کیا۔ تاہم لا یکلف الله نفسا الا وسعها کے تحت آپ نے علانیہ حمایت اہل بیت کے بجائے خفیہ حمایت کا راستہ اپنایا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ اس کے بعد آپ حکومت وقت کے ساتھی بن گئے تھے۔ یہ بات قطعی غلط اور دل ساختہ ہے اگر آپ کے دل میں حکومت کی حمایت کے لیے کوئی نرم گوشہ ہوتا تو وہ اس وقت کیوں اثر انداز نہ ہوتی جب آپ کے جسم نازنین پر کوڑے برسائے گئے اور بازو اتار دیے گئے۔ پھر سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طبع مبارک میں حب رسول کے لیے تحمل مصائب کا حوصلہ اس قدر فراوان

---

¹ ناسخ التواریخ حالات امام حسین جلد دوم صفحہ ۳۴۹ مطبوعہ تہران

² مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۲۴۸ مطبوعہ قم

تھا کہ درس حدیث میں بچھو کاٹ رہا تھا تو بھی حرکت نہیں کرتے تھے کہ مبادا احترام حدیث میں فرق نہ آ جائے۔ جس کی محبت کی جولانی اس قدر ہو وہ کیونکر ایسے گھرانے سے جو آل محمد رسول ﷺ ہے کیسے دست کش ہو سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ اور عقیدت اہل بیت رسول ﷺ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اہل بیت رسول ﷺ سے محبت کا سب سے بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتاب جسے مسند احمد بن حنبل کہتے ہیں، میں سب سے پہلے عشرہ مبشرہ صحابہ کرام سے احادیث روایت کی ہیں جن میں سب سے زیادہ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث ہیں جن کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے اس کے بعد آپ نے "مسند اهل بيت النبي ﷺ" کا عنوان قائم کیا ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کے اہل بیت سے احادیث روایت کی ہیں۔ باقی تمام صحابہ کرام اور ازواج رسول ﷺ کو اہل بیت اطہار کے بعد رکھا ہے۔ مسند اہل بیت میں آپ نے سب سے پہلے سیدۃ النساء خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے احادیث نبویہ روایت فرمائی ہیں جن کی تعداد بارہ ہے پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ۹ اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے دو احادیث روایت کی ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث اور دوسرے بھائی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے تین احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ اور آخر میں عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ۱۲۷ احادیث لائے ہیں کیونکہ وہ بھی صحابی رسول ﷺ ہیں۔ مسند اہل بیت کے بعد آپ نے مسند بنی ہاشم کا عنوان قائم کرکے حضرت عباس، تمام بن عباس، عبید اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث لائے ہیں جن کی مجموعی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد باقی صحابہ کرام کی مسانید کا سلسلہ شروع فرمایا ہے۔ یہ امام احمد بن حنبل کی اہل بیت رسول ﷺ سے محبت کا بیّن ثبوت ہے۔ یعنی آپ کے دل میں اہل بیت اطہار کا احترام دیگر صحابہ کرام سے زیادہ تھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی آل رسول ﷺ سے عقیدت

آپ نے اہل بیت رسول ﷺ کی تعریف میں بہترین اشعار کہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ حُبُّكُمْ
فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَهٗ
كَفَاكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ اَنَّكُمْ
مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلٰوةَ لَهٗ

ترجمہ: اے اہل بیت رسول اللہ! تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے جو اللہ نے قرآن میں نازل فرمائی۔

تمہاری بلند مرتبہ عظمت کو ثابت کرنے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی کوئی نماز ہی نہیں۔ ۱

یعنی قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى فرما کر اہل بیت کی محبت ضروری قرار دی اور جو شخص نماز میں خواہ وہ نفل ہو سنت ہو واجب ہو یا فرض اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھتے ہوئے آل رسول پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے۔ حضرت امام شافعی ہی نے یہ بھی فرمایا ہے۔

قَالُوْا تَرَفَّضْتَ قُلْتُ كَلَّا
مَا الرَّفْضُ دِيْنِيْ وَلَا اعْتِقَادِيْ

ترجمہ: لوگوں نے کہا اے شافعی تم رافضی ہو گئے ہو۔ میں نے کہا ہرگز نہیں رافضیت نہ میرا دین ہے نہ اعتقاد مگر

اِنْ كَانَ رِفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّيْ رَافِضِيْ

ترجمہ: اگر آل محمد سے محبت کا نام رافضیت ہے تو تمام جن وانس گواہ رہو میں رافضی ہوں۔ ۲

---

۱ سیرت امام شافعی رضی اللہ عنہ

۲ الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ قاہرہ

<u>حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ اور حب آل نبی ﷺ</u>

فلا تعدل باهل البيت خلقاً فاهل البيت هم اهل السيادة

ترجمہ: اہل بیت کے ساتھ کسی مخلوق کو ہمسر نہ کرو کہ اہل بیت ہی اہل سیادت ہیں (سرداری والے ہیں)۔

فبغضهم من الانسان خسيس حقيقي وحبهم عبادة

ترجمہ: تو ان کا بغض انسان کے لئے حقیقی بہت بڑی خست ہے اور ان کی محبت عبادت ہے۔ [1]

<u>حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور آل رسول ﷺ کی تعظیم</u>

آپ فرماتے ہیں:

چگونہ عدم محبت اہل بیت برحق اہل سنت گمان برده شود کہ محبت ایں بزرگواں جزو ایمان است و سلامتی خاتمہ را برآں محبت مربوط ساختہ اند۔

ترجمہ: اہل سنت پر محبت اہل بیت نہ رکھنے کا گمان کیسے درست ہو سکتا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک تو یہ محبت جزو ایمان ہے اور وہ سلامتی خاتمہ کو اس محبت سے مشروط سمجھتے ہیں۔

آگے آپ فرماتے ہیں۔

محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت است، ندانستہ اند کہ درمیان افراط و تفریط حدے است وسط کہ مرکز حق است و مامن صدق کہ نصیب اہل سنت گشتہ است

ترجمہ: یعنی محبت اہل بیت تو اہل سنت کا سرمایہ حیات ہے وہ یہ نہیں جانتے کہ افراط

---

[1] درالاصداف للامام الشعرانی الشیخ عبدالوہاب

و تفریط کے درمیان ایک حد وسط ہے جو حق و صداقت کا معیار ہے اور وہ اہل سنت کے حصے میں آیا ہے۔ [1]

شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی عقیدت

آپ نے بوستان سعدی میں یہ شہرہ آفاق اشعار کہے جو آج مسلمانوں میں زبان زد خاص و عام ہیں فرمایا:

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ

اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامان آل رسول

ترجمہ: اے خدا تجھے اولاد فاطمہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ اے خدا اب تو میری دعا قبول فرمائے یا نہ۔ بہرحال میرے ہاتھ میں آل رسول ﷺ کا دامن ہے۔ [2]

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت اہل بیت

آپ نے شواہد النبوۃ کتاب لکھی جو اس موضوع پر ہے کہ اہل بیت اطہار کا کیا مقام ہے۔ آپ نے اس میں بارہ آئمہ اہل بیت عظام میں سے ہر ایک کی عظمت و فضیلت پر علیحدہ باب قائم کیا ہے اور کرامات و فضائل بیان کیے ہیں۔ اگرچہ اس کے اندر بعض باتیں امام مہدی کے متعلق لکھی گئی ہیں جن کی وجہ سے مولانا جامی پر اتہام ہیں۔ آپ کی کتاب میں شیعوں نے یہ اضافہ کر ڈالا ہے اور اب شیعہ ہی اپنے کتب خانوں سے یہ کتاب خصوصاً امام مہدی سے متعلقہ یہ حصہ بکثرت چھاپ رہے ہیں۔ جس سے بعض حق اہل سنت پر بڑے حرف آرہے ہیں۔ میرے والد گرامی علیہ الرحمہ نے اس پر اپنی کتاب میزان الکتب میں گرفت فرمائی ہے کہ بعض شیعہ مؤرخین نے مولانا جامی کو شیعہ علماء میں شمار کرلیا۔ چنانچہ شیخ عباس قمی کی کتاب الالقاب والکنٰی میں آپ کو شمار اس نے شیعہ علماء میں کر ڈالا ہے اور کہا ہے کہ وہ تقیہ کر لیتے تھے اس لیے اہل سنت نے انہیں سنی شمار کیا۔ مگر یہ شیخ قمی کا اتہام ہے۔ آپ کی

---

۱ مکتوبات شریف جلد دوم صفحہ ۳۶

۲ بوستان سعدی مقدمہ صفحہ ۳

کتاب شواہد النبوت کے ابتدائی ابواب میں سیدنا صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی کے مناقب و فضائل تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس بات کی اس وقت دلیل ہے کہ آپ اہل سنت جماعت میں سے ہیں اور آپ کے متعلق مدح سرائے ہیں۔ یہ آپ کی کتاب میں شیعوں نے طرف سے اضافہ کیا ہے۔ اور والد گرامی علیہ الرحمۃ نے بھی میزان کتب میں تحریر فرمائی ہے کہ شواہد النبوۃ کا مصنف اہل سنت سے متعلق مصنف حنفی ہے بہرحال یہ بات شک و شبہ بالاتر ہے کہ آپ کو اہل بیت رسول ﷺ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ آپ فرماتے ہیں۔

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے کہ دروے بود قیل و قال محمد

بصدق و صفائے تو ال گشت جامی

غلام غلامان آل محمد

۔ دیوان جامی

باب دوم

مناقب امیر المومنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ

اہل بیت رسول ﷺ کے اجتماعی فضائل پر قرآن وحدیث کی نصوص کے بعد مناسب نظر آیا کہ ان اہل بیت کے انفرادی فضائل پر روشنی ڈالی جائے۔ تو یہ سلسلہ داماد رسول شوہر بتول فاتح خیبر، کعبہ کے گوہر فاطمہ کے شوہر علی حیدر شیر خدا تاجدار ہل اتی، مولائے کائنات سید السادات اسد اللہ غالب علی کل غالب امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذکر خیر سے شروع کیا جا رہا ہے رب العزت اسے راقم الحروف کے لئے ذریعہ نجات اور توشہ آخرت بنائے آمین۔

فصل اول

حیات علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چند نمایاں نقوش

آپ کی سیرت طیبہ اور مکمل سوانح حیات کے لئے راقم الحروف کی کتاب سیرت خلفاء راشدین کا مطالعہ فرمائیں۔ یہاں اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ولادت:

واقعہ فیل سے تیس برس بعد اور ظہور اسلام سے دس برس قبل بقول امام حاکم کعبہ شریف کے اندر ۱۳ رجب بروز جمعۃ المبارک آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے جنہوں نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد رسول کریم ﷺ کی تربیت فرمائی تھی۔ والد کا نام ابو طالب ہے جو نبی کریم ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کے ماں اور باپ دونوں کی طرف سے

سگے بھائی ہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کی کفالت بھی انہیں سے پہ درپی اور قریباً چوالیس برس انہوں نے رسول پاک ﷺ کی مدد اور حمایت کا سلسلہ جاری رکھا۔

تربیت:

ابو طالب کثیر العیال تھے ظہور نبوت سے قبل مکہ میں قحط پڑا۔ ابو طالب کی سفید پوشی اور کثرت عیال کو دیکھ کر ان کے بیٹے جعفر کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اور علی المرتضیٰ کو رسول کریم ﷺ نے اپنی کفالت میں لے لیا چنانچہ وہ آپ کی زیر کفالت و تربیت ہی رہے تا آنکہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ پر قرآن اتارا اور بطور نبی مبعوث فرمایا گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ انہیں محبوب خدا سید الانبیاء ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے پروان چڑھایا۔ سبحان اللہ کسی کی تربیت اس کے باپ نے کی کسی کی تربیت اس کی ماں نے کی یا کسی دوسرے بزرگ نے کی مگر مولا علی المرتضیٰ وہ ہیں جن کی تربیت خود رسول خدا ﷺ نے کی۔

قبول اسلام:

کثیر روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اگرچہ بعض دیگر روایات کے مطابق ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ بعض کے مطابق ابو بکر صدیق اور بعض کے مطابق حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) سب سے پہلے مسلمان ہیں تاہم امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تطبیق دیتے ہوئے عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو مردوں میں ابو بکر صدیق کو بچوں میں حضرت علی المرتضیٰ کو اور غلاموں میں حضرت زید (رضی اللہ عنہ) کو پہلا مسلمان قرار دیا ہے۔ اعلان نبوت کے بعد تین برس تک سلسلہ وحی منقطع رہا پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ یعنی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت اسلام دیں۔ تو رسول کریم ﷺ نے تمام بنو ہاشم کی دعوت طعام کی پھر انہیں دین کی دعوت دی تو سب نے انکار کیا مگر اکیلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر آپ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا تم میرے بھائی ہو اور میرے وصی ہو۔

ہجرت:

نبی کریم ﷺ نے نبوت کے تیرھویں سال مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی تو حضرت علی سے فرمایا میرے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں انہیں ادا کر کے تم بھی میرے پیچھے چلے آنا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ سلا کر رات کو اپنے گھر سے خفیہ طور پر نکل گئے اور مدینہ طیبہ کا راستہ لیا حضرت علی رضی اللہ عنہ امانتیں ادا کر کے چند خواتین اسلام کو ساتھ لے کر چند دن بعد رسول خدا ﷺ کے پیچھے مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

عقد مواخات:

مدینہ طیبہ پہنچ کر رسول خدا ﷺ نے امیر اور غریب صحابہ کرام اور مہاجرین اور انصار کے درمیان عقد مواخات قائم کیا۔ آپس میں دو دو آدمیوں کو بھائی بھائی بنایا۔ مثلاً امیر حمزہ اور زید بن حارث کو بھائی بنایا وہ دونوں مہاجر تھے مگر امیر و غریب کا فرق تھا۔ اور عبدالرحمان بن عوف اور سعد بن ربیع کو بھائی بنایا۔ عبدالرحمان مہاجر تھے اور سعد انصار میں سے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ وہ غم سے آبدیدہ ہو گئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا علی میں نے تجھے اپنے لیے ہی چھوڑا تھا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

شادی:

ہجرت کے دوسرے برس جنگ بدر کے بعد آپ نے اپنی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح قائم فرمایا۔ چنانچہ جنگ احد سے ایک ماہ بعد نصف رمضان ۳ھ میں آپ کے بڑے بیٹے امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اور ۳ شعبان ۴ھ کو دوسرے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ نے تولد فرمایا۔ گلستان رسالت میں ان نواسوں کی صورت میں ایسے پھول مہکے کہ سید الکونین ﷺ کو اپنی ساری نرینہ اولاد کے فوت ہونے کا غم بھول گیا۔

بدر واحد میں آپ رضی اللہ عنہ کا کردار:

۲ھ میں جنگ بدر ہوئی مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ آغاز جنگ میں

ولید بن عتبہ آپ کے مقابل آیا آپ نے پلک جھپکنے میں اسے جہنم رسید کر دیا اس کے بعد میدان میں حضرت علی کی تلوار بجلی بن کر لشکر کفار پر گرتی رہی اور زمین غلاظت سے رنگین ہوتی رہی کفار کے بہادر مجموعی طور پر فنا فی النار ہوئے جن کی ایک معقول تعداد حضرت علی کے ہاتھ جہنم پہنچی۔ ۳ ہجری میں احد میں معرکہ کفر و اسلام برپا ہوا مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی علیہ السلام کے پاس تھا۔ آغاز میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا پھر ان کی اپنی غلطی سے معاملہ بدل گیا اور کفار کا پلہ بھاری ہو گیا اس اثنے میں رسول کریم ﷺ کا دفاع کرنے میں حضرت علی شیر خدا نے بے مثال جوانمردی دکھائی اور نبی ﷺ کا خوب دفاع کیا ایک روایت میں ہے جبرئیل نے یہ دیکھ کر کہا انھا لمواساۃ یہ واقعی بڑی وفا ہے نبی ﷺ نے فرمایا: انہ منی و انا منہ یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ مطلب یہ کہ وہ میرا مددگار ہے اور میں اس کا مددگار ہوں حضرت جبرئیل نے کہا وانا منکما اور میں آپ دونوں سے ہوں یعنی دونوں کا مددگار ہوں۔

جنگ خندق:

۵ ہجری غزوہ خندق ہوا جس میں لڑائی نہ ہوئی صرف ایک جگہ سے کفار نے خندق عبور کرنے کی کوشش کی۔ وہاں مسلمانوں کا ایک حفاظتی دستہ تھا اس جگہ عرب کے مشہور شہزور اور شہسوار عمرو بن عبدود سے آپ کا مقابلہ ہوا پہلے اس نے وار کیا جو آپ کی ڈھال پر پڑا اور وہ پھٹ گئی اور آپ کے سر پر کچھ زخم آیا پھر آپ نے موقع دیئے بغیر اس کے سر اور کندھے کے عین درمیان وار کیا اور تلوار اس کے سینے تک اتر گئی اور اس کا لاشہ تڑپنے لگا اس کے قتل سے تمام مسلمانوں کے چہرے تمتما اٹھے دوبارہ کفار کو خندق عبور کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

غزوہ خیبر:

۷ ہجری میں وقوع پذیر ہوا خیبر میں یہود کے پانچ قلعے تھے چار فتح ہو گئے آخری قلعہ قموص جو سب سے مضبوط تھا بچ گیا کئی دن لڑائی چلی مگر وہ فتح نہ ہوا تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کل میں اس کے ہاتھ جھنڈا دوں گا جو لشکر شکن ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں اگلے دن ہر صحابی کی تمنا تھی کہ جھنڈا اسے ملے نبی ﷺ نے فرمایا علی کہاں ہیں عرض کیا گیا

۱ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۵

بیمار ہیں ان کی آنکھیں دکھتی ہیں فرمایا علی کو بلاؤ تو انہیں لایا گیا آپ ﷺ نے انکی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تو وہ فوراً ٹھیک ہوگئیں پھر وہ جھنڈا لے کر نکلے خیبر کے سب سے طاقتور اور جنگجو جوان مرحب نے آپ کو للکارا اور کہا میں مرحب ہوں بہادر اور تجربہ کار۔ حضرت علی نے فرمایا: سنو میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں جنگل کے خوفناک شیر کی طرح ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام ہمیشہ دشمن کو پہل کرنے دیتے تھے تاکہ اس کے دل میں حسرت نہ رہے کہ اس نے وار ہی نہیں کیا۔ پھر اسے کوئی موقعہ دیے بغیر اس کا کام تمام کر دیتے تھے مرحب نے وار کیا جو خطا گیا پھر آپ نے وار کیا جو عین سر میں لگا اس کا خود پھٹ گیا اور تلوار خود اور اس کے سر کو چیرتی ہوئی داڑھوں میں جا پیوست ہوئی اللہ نے اس وقت دعا رسول ﷺ کے صدقے سے آپ کے ہاتھوں میں وہ روحانی قوت اور طاقت بھری کہ آپ نے قلعے کے دروازے کو پکڑ کر جھنجھوڑا تو وہ اکھڑ گیا اور اسلامی فوج اس میں فاتحانہ داخل ہوگئی۔

اور یوں پورے خیبر پہ علم اسلام لہرانے لگا

خیبر میں آپ کے لئے سورج کا لوٹایا جانا:

خیبر سے واپسی پر مقام صہبا میں رسول خدا ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمایا حضرت علی علیہ السلام نے ابھی نماز عصر نہیں پڑھی تھی رسول کریم ﷺ پڑھ چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سو گئے تو آخر نماز عصر فوت ہوگئی۔ بیدار ہونے پر پوچھا اے علی علیہ السلام تم نے نماز عصر پڑھ لی۔ عرض کیا نہیں۔ آپ نے دعا فرمائی اے اللہ علی تیری اور تیرے رسول ﷺ کی اطاعت میں تھا اس پر سورج کو لوٹا دے تاکہ وہ نماز پڑھ سکے۔ سیدہ اسماء بنت عمیس کہتی ہیں میں نے سورج کو ڈوبتے ہوئے خود دیکھا پھر دیکھا کہ اس کی روشنی نکل آئی اور پہاڑوں اور زمین پر پھیل گئی۔ امام طحاوی نے مشکل الحدیث میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر مسلمان کو یہ حدیث یاد رکھنی چاہیے کہ یہ علامات نبوت میں سے ہے۔[1]

کعبہ میں دوش نبی ﷺ پر:

۸ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کے گرد رکھے بت توڑ گئے کچھ بت دیوار کعبہ میں بہت بلند

[1] مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۲۸

نصب کئے گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے کندھوں پر چڑھتے ہوں اور انہیں گرا دیں۔ فرمایا: علی تم بار نبوت نہیں اٹھا سکتے۔ تم میرے کندھوں پر چڑھو اور انہیں گرا دو تو وہ دوش رسالت مآب پر چڑھے اور بت گرائے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے علی رضی اللہ عنہ تم اس وقت خود کو کیسا پاتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری آنکھوں سے سارے حجابات اٹھ گئے ہیں اور یہ سر ساق عرش سے جا لگا ہے۔ ؎۱

غزوۂ تبوک اور مولا علی رضی اللہ عنہ:

نبی ﷺ ۹ ھ میں تبوک کو تشریف لے گئے منافقین حیلوں بہانوں سے ساتھ نہ گئے اور مدینہ شریف ہی میں رہ گئے آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ شہر مدینہ طیبہ میں ٹھہرایا تاکہ منافقین پر نظر رکھیں۔ یہ پہلی بار تھی کہ وہ کسی غزوہ سے رہ رہے تھے تو رو پڑے۔ نبی ﷺ نے فرمایا اے علی آج میرے ساتھ تمہارا مقام ایسا ہے جیسے حضرت ہارون کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ صرف یہ کہ حضرت ہارون نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (یہ حدیث تقریباً تمام کتب صحاح ستہ میں متفق ہے) یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے طور پر جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون کو اپنی جگہ ٹھہرایا تھا میں تمہیں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن میں:

حجۃ الوداع سے چند ماہ قبل خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا گیا تاکہ لوگوں کو دعوت اسلام دیں وہ گئے مگر لوگ نہ مانے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔ آپ نے ایسے موثر انداز میں دعوت اسلام دی کہ سارا یمن اسلام لے آیا۔ قیام یمن کے دوران بعض صحابہ کرام کو جو یمن گئے ہوئے تھے بعض امور پر حضرت علی سے اختلاف رائے ہوا انہوں نے آکر بارگاہ رسالت میں ان امور کی شکایت کی آپ نے فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ سے نفرت مت رکھو البتہ اگر محبت رکھتے ہو تو مزید محبت کرو جس نے علی کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔

؎۱ مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۷۰

اعلان غدیر خم:

حجۃ الوداع کے اختتام پر نبی ﷺ نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا۔ ایک جگہ آپ ﷺ نے پڑاؤ فرمایا جسے غدیر خم کہتے ہیں۔ وہاں تک وہ سارے لوگ جو یمن سے حج کرنے آئے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے چاہا کہ ان تمام لوگوں کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بے جا شکایتیں رکھتے تھے۔ خواہ وہ یمن سے تھے یا مدینہ طیبہ سے یمن گئے ہوئے تھے، سمجھایا جائے۔ آپ نے کجاوے ایک دوسرے پر رکھوا کر کے بلند جگہ بنوائی پھر اس پر کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا: من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ جس شخص کا میں محبوب ہوں اس کے لیے علی بھی محبوب ہے اے اللہ جو شخص علی کو محبوب رکھے (دوست رکھے) تو بھی اسے محبوب رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔[1]

حضرت علی اور تغسیل نبی ﷺ:

حجۃ الوداع سے واپس ہو کر نبی ﷺ اڑھائی ماہ کے قریب دنیا میں رہے پھر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز پیر بارہ بجے دن کے قریب آپ داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ چونکہ آپ کو غسل دینا گھر والوں کا کام تھا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، فضل بن عباس، مختم بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا۔ روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ پر حکمت کا دروازہ کیسے کھلا تو فرمایا وقت غسل نبی ﷺ میں نے آپ کی آنکھوں اور ناخنوں پر لگا پانی چوس لیا تھا۔

خلافت صدیق اور بیعت علی:

جب رسول خدا ﷺ کے وصال پر ساری ملت اسلامیہ نے متفقہ طور پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ملت کا ساتھ دیا اور بیعت کی۔ نہ صرف بیعت کی بلکہ دل و جان سے ان کا تعاون کیا۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال پر جو طویل گفتگو فرمائی اس کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ فرمایا:

---

[1] ترمذی ابن ماجہ مسند احمد وغیرہ

فتولی ابوبکر تلک الامور فیسر و سدد وقارب واقتصد
فصحبتہ مناصحاً واطعتہ فیما اطاع اللہ

ترجمہ: تو وصال نبوی کے بعد ابوبکر ان امور مملکت کے متولی بنے (زمام خلافت سنبھالی) تو امت کے لیے آسانی پیدا کی۔ سیدھی راہ اختیار کی۔ حق سے قریب رہے اور میانہ روی کا طرز اپنایا۔ تو میں ان کا ایک خیر خواہ ساتھی بن گیا اور جن امور میں وہ اللہ کی اطاعت کرتے تھے میں انکی اطاعت کرتا تھا۔ [1]

اب ناسخ التواریخ کا مصنف مرزا محمد تقی جو شیعہ ہے وہ حضرت علی المرتضیٰ کا یہ قول نقل کر رہا ہے کہ میں ابوبکر صدیق کا خیر خواہ ساتھی بن گیا اور ان کی اطاعت کرتا رہا۔ اب تو شیعوں کو یہ بات قبول کرنی چاہیے

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ امت کے ساتھ ساتھ چلے چونکہ تمام صحابہ کرام پر واضح تھا کہ رسول کریم ﷺ نے ہر معاملہ میں صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو ساری امت پر مقدم رکھا لہذا امت نے بھی انہیں مقدم رکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ دل و جان سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھی و مددگار رہے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراقی محاذ جنگ پر خود جانا چاہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منع کیا اور فرمایا اگر خلیفۃ المسلمین کو خدانخواستہ جنگ میں کچھ ہو گیا تو ساری ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ (نہج البلاغہ) اسی دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

پھر خلافت عثمانی قائم ہوئی۔ عمر فاروق نے وقت شہادت چھ رکنی کمیٹی بنائی۔ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ تاکہ وہ ان کے بعد آپس میں کسی کو خلیفہ بنائیں ان چھ افراد نے جو سب عشرہ مبشرہ میں سے تھے متفقہ طور پر حضرت عثمان غنی کو زمام خلافت سپرد کی اور مسلمانوں کے شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافت عثمانی میں بھی مشیر و معاون رہے اور جب بلوائیوں نے خلیفہ اسلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عثمان غنی کو نہ صرف پانی پہنچایا بلکہ حق امداد

[1] کتاب الغارات جلد اول صفحہ ۳۰۷، ناسخ التواریخ حالات حضرت علی جلد دوم صفحہ ۳۵

وفات کی۔ اپنے بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو حفاظت پر مامور کیا اس کے باوجود جب انکی شہادت ہوگئی تو آپ نے اپنے بیٹوں کی سخت سرزنش کی اور طمانچہ بھی مارا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت:

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت مظلومانہ کے بعد مہاجرین و انصار کی غالب ترین اکثریت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کر کے مسند خلافت پر بٹھایا۔ جب کہ آپ فرماتے رہے کہ مجھے مجبور نہ کرو تم جس کو خلیفہ بناؤ گے میں تم سب سے بڑھ کر اس کی اطاعت کروں گا۔ اس بارہ میں نہج البلاغہ میں آپ کے مفصل خطبے تحریر شدہ ہیں۔[1]

قیام خلافت کے بعد حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما و دیگر صحابہ کرام نے آپ سے گزارش کی کہ قاتلان عثمان غنی سے قصاص لینا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانا چاہیے۔ آپ نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں مگر ابھی ان لوگوں کو بہت قوت حاصل ہے۔ چند دن انتظار کریں بد قسمتی سے قاتلان عثمان کو دن بدن قوت حاصل ہوتی گئی۔ جوں جوں ان سے قصاص لینے میں تاخیر ہوئی اس سے عالم اسلام میں بے چینی بڑھتی گئی چنانچہ مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام کی بڑی تعداد جمع ہوئی سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی حج سے یہیں موجود تھیں۔ طے پایا کہ بصرہ کا رخ کیا جائے اور وہاں موجود قاتلان عثمان کے گروہ کو پکڑا جائے اور تہ تیغ کیا جائے اور وہاں سے قوت حاصل کر کے مدینہ طیبہ کا رخ کیا جائے اور وہاں موجود قاتلان عثمان غنی کا قلع قمع کیا جائے۔

جنگ جمل:

چنانچہ ایک ہزار کا لشکر حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کی سرکردگی میں مکہ سے بصرہ روانہ ہوا بصرہ میں لڑائی ہوئی قاتلان عثمان جن جن قبائل سے تعلق رکھتے تھے وہ سب مقابلے میں آ کھڑے ہوئے ان کی جنگ ہوئی جو لوگ قتل ہوگئے ان میں سے وہ بھی تھے جو قتل عثمان غنی میں معاون تھے مگر لشکر بصرہ پر کنٹرول حاصل ہوگیا حضرت علی نے بصرہ کے یہ حالات دیکھے تو ربیع الثانی ۳۶ھ میں حالات کو کنٹرول کرنے کے لیے مدینہ سے کوفہ اور وہاں سے بصرہ کے لیے

[1] نہج البلاغہ صفحہ ۳۳۲ خطبہ ۹۲ مطبوعہ بیروت

روانہ ہوئے۔ مکی لشکر کا مقصد حضرت علیؓ کے خلاف خروج یا آپ کی حکومت کا خاتمہ ہرگز نہیں تھا، بلکہ صرف قاتلان عثمان کی کمر توڑنا چاہتے تھے مگر حضرت علیؓ کہتے تھے کہ ان قاتلوں کے قبائل سارے عرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر یونہی شرعی شواہد کے بغیر ان کو قتل کیا گیا یا ان سے قتال کیا گیا تو ایسی خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہوگا کہ پوری مملکت اسلامیہ نار فتنہ میں ڈوب جائے گی حضرت علیؓ اس آگ پر قابو پانے کو بصرہ پہنچے۔ مکی لشکر سے گفتگو ہوئی دونوں شخص آمادہ ہو گئے اور طے پایا کہ فی الحال قاتلان عثمان سے قتال نہ کیا جائے جب حالات پرسکون ہو جائیں تو پھر انہیں پکڑا جائے۔ مگر رات کو قاتلان عثمانؓ کے اہم لوگوں کی میٹنگ ہوئی جس میں اشتر نخعی اور عبداللہ بن سبا جیسے مفسدین بھی شامل تھے۔

بظاہر یہ لوگ لشکر علی میں گھسے ہوئے تھے۔ انہوں نے طے کیا کہ اگر علیؓ اور مکی لشکر میں پائیدار صلح ہوگئی تو اس کا نتیجہ ہمارے خون کی صورت میں نکلے گا ان لوگوں نے صبح ہونے سے قبل ہی اندھیرے میں مکی لشکر پر حملہ کر دیا کئی لوگ قتل ہوئے حضرت زبیرؓ نے سمجھا کہ حضرت علیؓ نے صلح سے انحراف کرتے ہوئے ہم پر حملہ کر دیا ہے چنانچہ وہ بھی لڑ پڑے حضرت علیؓ نے چیخ و پکار سنی تو پوچھا کہ کیا ہوا کچھ نے کہا مکی لشکر (جو اب صرف لشکر بصرہ تھا کیونکہ بصرہ والوں کا کنٹرول ہو چکا تھا) نے ہم پر حملہ کر دیا ہے۔ اور وہ سمجھے تھے کہ حضرت علیؓ نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ حضرت علیؓ پکارتے رہ گئے کہ باز آجاؤ باز آجاؤ مت لڑو مگر آپ کی آواز شور میں دب گئی آپ نے یہ بھی فرمایا اے کاش میں آج سے بیس برس پہلے فوت ہو گیا ہوتا دوران جنگ ہی قاتلان عثمان نے جو حضرت علیؓ کے لشکر میں گھسے ہوئے تھے۔ حضرت طلحہ وزبیرؓ کو جو عشرہ مبشرہ صحابہ کرام سے تھے شہید کر دیا حالانکہ وہ اس وقت جنگ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ ان پر حضرت علیؓ کی صداقت واضح ہو گئی تھی۔ اس جنگ میں دس ہزار افراد قتل ہوئے۔ پانچ ہزار لشکر علیؓ میں سے اور پانچ ہزار بصرہ کے لشکر میں سے۔ حضرت علیؓ نے سب کی نماز جنازہ پڑھائی۔ کیونکہ آپ کے نزدیک وہ سب اہل بخشش اور اہل اسلام تھے۔

جنگ صفین:

جنگ جمل سے فارغ ہو کر حضرت علی ؓ نے امیر شام حضرت امیر معاویہ ؓ کی طرف رخ کیا انہیں بیعت کا حکم دیا انہوں نے جواب دیا آپ پہلے ان قاتلان عثمان سے قصاص لیں جو آپ کے لشکر میں گھسے ہوئے ہیں تو سرزمین شام سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا پہلا شخص میں معاویہ ہوں گا۔ جب پیغامبر نے حضرت علی کو یہ پیغام دیا تو آپ کے لشکر میں سے ایک خلق کثیر تلواریں لہراتی ہوئے سامنے آگئی اور کہنے لگے ہم ہیں قاتلان عثمان جس کا جی چاہے ہم سے لڑے۔ [1]

اس کے بعد لڑائی کا سلسلہ شروع ہو گیا وقفے وقفے سے لڑائی ہوتی رہی جو قریباً چھ ماہ تک جاری رہی نوے ہزار اور بعض روایت کے مطابق ایک لاکھ مسلمان قتل ہو گئے۔ بالآخر علی ؓ کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو اور امیر معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص کو حکم (فیصلہ کرنے والا) مان لیا گیا کہ جو فیصلہ کریں گے وہ دونوں فریق تسلیم کریں گے۔ ان دونوں فریقوں نے خفیہ میٹنگ میں طے کیا کہ فی الحال امیر معاویہ ؓ اور حضرت علی ؓ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور کسی تیسرے شخص کو خلافت دی جائے جس کا انتخاب بعد میں کیا جائے گا۔ ابوموسیٰ اشعری نے مجمع عام میں آ کر کہا کہ میں حضرت علی ؓ کو معزول کرتا ہوں۔ عمرو بن العاص کے دل میں نہ جانے کیا بات آئی کہ اعلان کر دیا کہ موسیٰ اشعری نے اپنے ساتھی (حضرت علی) کو معزول کر دیا ہے اور میں بھی ان کو معزول کرتا ہوں اور اپنے ساتھی (امیر معاویہ) کو اپنے عہدے پر برقرار رکھتا ہوں۔ یہ سنتے ہی شور برپا ہو گیا اور لوگ ایک دوسرے پر لعن طعن کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تاہم جو جنگ ایک دفعہ بند ہو گئی تھی وہ پھر نہ چھڑ سکی۔ اس طرح حجاز و کوفہ و بصرہ پر حضرت علی کی حکومت پکی ہو گئی اور مصر و شام میں حضرت امیر معاویہ کی۔ اور بعد میں حضرت علی کے وصال کے بعد امام حسن نے جب امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو دوبارہ ساری امت مسلمہ ایک جھنڈے کے نیچے آگئی۔

کہا جاتا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فوری طور پر اپنا موقف اس لیے تبدیل کیا کہ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۷۰ مطبوعہ مصر سن اشاعت ۱۹۱۱ء۔

اگر مجوزہ فیصلے کے مطابق حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیا گیا جب کہ تیسرے آدمی کا بطور خلیفہ ابھی تعین نہیں ہوا تو دنیا کے ایک بڑے خطے پر پھیلی ہوئی وسیع و عریض سلطنت اسلامیہ ایک عرصے تک کسی حاکم اور خلیفہ کے بغیر رہ جائے گی اور عین ممکن ہے کہ طوائف الملوکی کا ایسا خوفناک طوفان آئے کہ ہر علاقہ میں علیحدہ علیحدہ خلیفے کھڑے ہو جائیں اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے اس لیے انہوں نے فوری طور پر اپنا موقف تبدیل کیا۔ حضرت عمرو بن العاص صحابی رسول ﷺ ہیں، اور سب صحابہ کے لیے قرآن میں وعدہ بخشش ہے۔ اس لیے ہم کسی صحابی کے بارہ میں بری رائے نہیں قائم کر سکتے۔

خوارج کا ظہور:

حضرت علیؓ نے جنگ بندی کے بعد کوفہ کا رخ کیا۔ وہاں پر آپ کے لشکر میں ایک نیا گروہ پیدا ہو گیا وہ سمجھتے تھے کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ دونوں نے یہ بات قبول کر کے کہ دو آدمی حکم بن جائیں اور فریقین میں حکم نافذ کریں کفر کیا ہے۔ کیونکہ حکم نافذ کرنے کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔ وہ یہ آیت پڑھتے تھے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ ان کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی چنانچہ حضرت علیؓ نے پہلے انکو سمجھایا جب نہ سمجھے تو مقام نہروان پر ان کی جنگ ہوئی۔ اکثر ان میں سے باز آگئے۔ باقی سب کے سب قتل ہو گئے۔ ایک بھی زندہ نہ بچا۔ قتل ہونے والوں کی تعداد چار ہزار سے زائد تھی۔ حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں سے صرف سات آدمی کام آئے یہ ۳۱ھ کی بات ہے۔

آپ کی شہادت:

خوارج میں سے چند آدمی جو جنگ نہروان میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ ان میں سے عبدالرحمان بن ملجم نے قتل خوارج کا بدلہ لینے کے لیے ۱۷ رمضان مبارک ۴۱ھ کو جامع مسجد کوفہ میں بوقت سحر حضرت علیؓ پر چپکے سے وار کیا جو آپ کی کن پٹی پر لگا جس سے خون کا فوارہ ابل پڑا اور داڑھی خون سے تر ہو گئی اور آپ کچھ دیر زندہ رہ کر ۲۱ رمضان المبارک ہی کو وصال ہو

گئے انا اللہ وانا الیہ راجعون

حضرت علی کی مختصر حالات زندگی کے بعد میں آپ کے فضائل و مناقب پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ وقت کی قلت کے سبب میں نے یہاں سہل پسندی سے کام لیا ہے۔ میں نے اپنی کتاب سیرت خلفاء راشدین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد آیات و احادیث اور آپ کے اخلاق حمیدہ کا کچھ ذخیرہ جمع کیا تھا۔ اسی کو یہاں درج کر رہا ہوں کیونکہ محسوس ہوا کہ انہیں آیات و احادیث کو پیش نظر کتاب میں بھی آپ کے فضائل میں دوبارہ لکھنا ہوگا۔ تو از سر نو انہیں لکھنا ضیاع وقت کے سوا کچھ نہیں۔ پھر یہ ضروری نہیں کہ ہر آدمی یہ دونوں کتابیں پڑھے اور اسے تکرار محسوس ہو۔

فصل دوم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل

آپ کے فضائل ومحامد سے کتب اہل سنت بھری پڑی ہیں جیسے آپ کے حالات میں وہ حصہ جو دور نبوی میں آپکے کردار سے تعلق رکھتا ہے آپ نے پڑھ لیا ہوگا اس میں آپ کے متعلق رسول کریم ﷺ کے ارشادات جا بجا بکھرے ہوئے ہیں جو آپکی عظمت ورفعت پر دلیل قاطع وحجت قاہرہ ہیں۔ ہم اس فصل میں اختصاراً چند فضائل کا جائزہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آپکے حق میں اترنے والی آیات قرآن

پہلی آیت:

وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ ۙ

ترجمہ: اور آپ اپنے قریب تر رشتہ داروں کو عذاب سے ڈرائیں۔ ۱

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے اپنے خاندان کو جمع کیا۔ تیس آدمی جمع ہوئے انہوں نے کھایا اور پیا پھر آپ نے ان سے فرمایا میری طرف سے میرا قرض اپنے ذمہ کون لیتا ہے، کون میرے وعدے پورے کرتا ہے اور وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور وہ اہل وعیال میں میرا نائب ہوگا تو میں نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ۔ ۲

اس مضمون کی کثیر احادیث کتب حدیث وسیرت میں موجود ہیں۔ علامہ ابن کثیر نے ایسی متعدد احادیث ظہور اسلام کے تذکرہ میں بیان کی ہیں۔ ان سب کا مقصد یہ ہے کہ اس آیت وانذر عشیرتک الاقربین پر عمل کرتے ہوئے جس شخص نے رسول کریم ﷺ کے قریب ترین رشتہ

---

۱ سورۃ شعراء پارہ ۱۹
۲ مجمع الزوائد

میں سے رسول کریم ﷺ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

دوسری آیت

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ: اور سبقت لے جانے والے پہلے لوگ یعنی مہاجرین و انصار اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص سے انکی پیروی کی خدا ان سے راضی ہوا اور وہ خدا سے۔ اللہ نے انکے لیے جنت کے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ عظیم کامیابی ہے۔ ے

یہ آیت بلاشبہ ان لوگوں پر صادق آتی ہے جو ظہور اسلام کے بہت ابتدائی دور میں داخل اسلام ہوئے جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سر فہرست تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ بھی السابقون الاولون میں شامل ہیں بلکہ کئی روایت کے مطابق آپ ہی سب سے پہلے مسلمان ہیں اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان بہر حال آپ رضی اللہ عنہ ہی ہیں جیسے کہ پیچھے گزر چکا۔

تیسری آیت:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝٦١

ترجمہ: تو اے رسول خدا ﷺ آپ (عیسائیوں سے) فرمادیں کہ ہم اپنے بیٹے لاتے ہیں تم اپنے بیٹے۔ اور ہم اپنی عورتیں لاتے ہیں تم اپنی عورتیں لاؤ۔ ہم خود آتے ہیں تم بھی خود آؤ اور پھر اللہ سے دعا کرتے ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت

ے سورہ توبہ پارہ ۱۱ رکوع ۲

کرتے ہیں۔[1]

اس آیت کے نزول کے متعلق کتب احادیث میں جو روایت ملتی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نجران کے عیسائی علماء حضور ﷺ کے پاس آئے۔ انہوں نے عقیدہ تثلیث پر بحث کی۔ آپ ﷺ نے دلائل و براہین سے توحید ثابت کی لیکن وہ نہ مانے۔ تب اللہ نے یہ آیت اتاری کہ اگر یہ لوگ دلائل سے نہیں مانتے تو انہیں مباہلہ کی دعوت دیں کہ جو جھوٹا ہو گا اس پر خدا کی لعنت نازل ہو گی۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ حضرت علی مشکل کشا شیر خدا، سیدہ فاطمۃ الزہرا خاتون جنت اور اپنے نواسوں حسنین کریمین کو لے کر آئے اور بعض روایت کے مطابق اپنی بعض ازواج مطہرات کو بھی لے کر نکلے۔ ادھر سے عیسائی بھی نکلے۔ مگر اس نورانی قافلہ کو دیکھ کر وہ چلا اٹھے اور کہنے لگے۔ واللہ انا لنری وجوھا لو دعوا اللہ ان یزیل ھذا الجبل عن موضعہ لازالہ یعنی خدا کی قسم ہم ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر وہ خدا سے دعا کریں کہ اس پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے تو وہ ہٹا دے گا۔ اس طرح عیسائی میدان سے بھاگ گئے اور حق کو فتح حاصل ہوئی۔

اس آیت میں تین لفظ ہیں ابناءنا نساءنا اور انفسنا یعنی ہم اپنے بیٹوں عورتوں اور خود اپنے آپ کو لے کر آئے ہیں۔ چنانچہ ابناءنا کے تحت آپ ﷺ حسنین کریمین کو لے کر آئے کیونکہ اس وقت آپ ﷺ کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں تھا۔ یہ دوسری بات ہے نساءنا کے تحت آپ ﷺ سیدہ فاطمہ ؓ اور ایک روایت کے مطابق ازواج مطہرات میں سے بعض کو لے کر آئے۔ دوسری بیٹیوں کو اس لیے نہ لے جا سکے کہ وہ اس سے قبل فوت ہو چکی تھیں جیسے تفصیل گزر چکی ہے۔ جب لفظ انفسنا کے تحت آپ ﷺ خود تشریف لائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو لے کر آئے۔ اس میں حضرت علی شیر خدا ؓ کا بہت بڑا اعزاز و امتیاز اور عظیم خصوصیت و فضیلت ہے۔ ذلک فضل اللہ
یوتیہ من یشاء

اگر رسول کریم ﷺ چاہتے تو دیگر صحابہ کرام سیدنا صدیق اکبر عمر فاروق اور عثمان غنی وغیرہ کو بھی لیجا سکتے تھے کیونکہ وہ بھی [illegible] کا تعلق رکھتے تھے مگر یہ ایسا موقع تھا کہ [illegible]

قریب ترین افراد کو لینا مقصود تھا اور حضرت علی نسب میں سب سے قریب ترین رشتہ رکھتے تھے۔

چوتھی آیت:

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝[1]

ترجمہ: بے شک جنت میں نیک لوگ ایسے جام سے پئیں گے جس کا پانی کافور سے ملا ہوگا۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اور اسے جہاں چاہیں گے بہا لے جائیں گے وہ (دنیا میں) اپنی نذریں پوری کرتے اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی شر پھیلی ہوئی ہے وہ اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں ہم اس کا تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف روایات سے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں بچے بیمار ہو گئے تو انہوں نے تین روزوں کی نذر مانی اللہ نے انہیں صحت دی تو روزہ رکھنے کی نذر پوری کرنے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سحری و افطاری کے لیے ایک یہودی سے تین صاع جو لئے۔ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے تینوں دن ایک ایک صاع بوقت افطاری پکایا روٹیاں سامنے رکھی تھیں۔ پہلے دن کسی نے باہر سے آواز دی کہ میں یتیم ہوں انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا۔ دوسرے دن افطار کے وقت پھر کوئی پکارا میں مسکین ہوں۔ انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا تیسرے دن کوئی پکارنے والا کہہ رہا تھا میں قیدی ہوں آج ہی رہا ہوا ہوں مجھے کھانا چاہیے انہوں نے وہ کھانا اسے پکڑا دیا۔[2]

---

1. سورہ دھر پارہ ۲۹ رکوع ۱۹
2. درمنثور فی التفسیر بالماثور

پانچویں آیت:

إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ أَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ ۚ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم رسول ﷺ سے کوئی آہستہ بات عرض کرنا چاہو تو اپنی گزارش سے قبل کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ پھر اگر تمہیں صدقہ میسر نہ ہو تو اللہ بخشنے والا رحیم ہے۔ کیا تم (اپنی غربت کے سبب) اس سے ڈر گئے کہ اپنی عرض سے قبل صدقہ پیش کرو؟ تو جب تم نے ایسا نہ کیا اور اللہ نے بھی اسے معاف کر دیا (منسوخ کر دیا) تو نماز قائم کرو زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ [1]

اس آیت مبارکہ کا نزول اس لیے ہوا کہ جب مالدار لوگوں نے رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض و معروض کا سلسلہ لمبا کیا تو فقراء کو دقت محسوس ہوئی اللہ نے عرض سے قبل صدقہ کرنے کا حکم فرمادیا۔ اس حکم پر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا اور ایک دینار صدقہ کرنے کے بعد بارگاہ نبوی ﷺ میں آئے اور سوالات پوچھے ابھی وہ وہاں سے اٹھے نہ تھے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ (عامہ کتب تفسیر)

گویا قرآن میں یہ وہ آیت ہے جس پر عمل کرنے والے صرف حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔

آپ کے فضائل میں احادیث رسول کریم ﷺ

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی فضیلت میں کس قدر رطب و یابس ملایا گیا ہے کہ الامان جس طرح انبیاء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مختلف فرقوں نے محل نزاع بنایا ہے صحابہ کرام میں

[1] سورہ مجادلہ پارہ ۲۸ رکوع ۲

حضرت علی ؓ کی ذات مختلف فرقوں میں محل نزاع و اختلاف ہے۔ حضرت عیسیٰ ؑ کو عیسائیوں نے ابن اللہ قرار دیا جب کہ یہود آپ کو گالیاں دینے پر اتر آئے (معوذ اللہ) ایسے ہی رافضیوں نصیریوں نے حضرت علی ؓ کو سب صحابہ سے افضل بنایا و مرتبہ خدائی تک پہنچایا اور آپ ؓ کی فضیلت میں جھوٹی حدیثوں کے تومار کھڑے کر دیے ان میں سے بعض کسی نہ کسی ذریعے سے کتب اہل سنت میں بھی پہنچ گئیں۔ جب کہ خارجیوں نے آپ ؓ کو (معوذ اللہ) کافر قرار دیا اور آج بھی دین اسلام کے کچھ لوگ موجود ہیں جو اہل بیت اطہار خصوصاً حضرت علی ؓ کی عیب جوئی سے نہیں آتے اور انہیں آپ ؓ کی فضیلت منظور نہیں۔

بہر حال آپ ؓ کی فضیلت میں جہاں کثرت روایت کی کثرت ہے وہاں الحمد للہ صحیح حدیث کی بھی کمی نہیں وہ بھی کثیر ہیں۔ بعض مخلصین و محققین نے اس سلسلے کی موضوع روایات اور صحیح حدیث میں تفریق کی کوشش بھی کی ہے اور بعض کو اہل سنت کی چشم پوشیوں کی نشان دہی کی سے اس کے سبب کتب اہل سنت کے ذخیرہ حدیث میں شان علی ؓ کے حوالے سے ایسی روایات مل گئی ہیں جو عقائد اسلامیہ کو متزلزل کر دیتی ہیں یہ ایک مبارک اور قابل تعریف کوشش ہے مگر ماحول تاثر آلودہ ہو گیا ہے کہ ان محققین کو بھی خارجی قرار دیا گیا۔ میرے والد گرامی محقق عصر شیخ حدیث حضرت علامہ مولانا ... نے بھی میزان الکتب کے نام سے کتاب لکھی جس میں آپ نے بہت ساری کتابوں کی نشان دہی کی ہے جو شیعوں نے لکھ کر بڑی چالاکی سے اہل سنت کی طرف منسوب کر دیا ہے اور ان میں شان علی المرتضیٰ ؓ کے عنوان سے ایسی موضوع احادیث درج ہیں جو صراحۃً قرآن و سنت اور عقائد اسلامیہ کے خلاف ہیں اور آج وہ ان سے استدلال کرتے ہوئے اہل سنت کو دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھو کتب اہل سنت میں یہ لکھا ہے حالانکہ وہ شیعوں کی لکھی ہوئی کتب ہیں۔ جیسے ینابیع المودۃ، فرائد السمطین، کفایۃ الطالب وغیرہ۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ نے بھی تحفہ اثنا عشریہ میں اس کی نشان دہی فرمائی ہے۔

دوسرے نمبر پر والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علمائے اہل سنت کی چشم پوشی اور اغماض پر تنقید کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس اغماض کو قدیم علمائے رجال نے بھی محسوس کیا تھا۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی اور ابتدائی کوشش ہے اور بڑے دردِ دل و جذبہ اخلاص و اصلاح کے ساتھ لکھی گئی

ہے۔ اسے جہاں اہل تحقیق کے ہاں پذیرائی ملی وہاں ناقدین نے اسے عروج پر محمول کیا۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝[1]

بہرحال بات دور نکل گئی فضیلت مولائے کائنات اور سیادت فاتح خیبر علی حیدر علیہ السلام میں سردست دس احادیث جو وضع وضعف کے نقائص سے پاک ہیں پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آل رسول ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین۔ ان میں اکثر احادیث پیچھے اپنے مواقع پر گزر چکی ہیں۔

پہلی حدیث:

''اے علی علیہ السلام تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے صحابہ میں بھائی بندی بنائی۔ بعض کو بعض کا بھائی قرار دیا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام آئے آپ کی آنکھوں سے آنسو برس رہے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں مواخات کی، انہیں آپس میں بھائی بھائی بنایا مگر میرے ساتھ کسی کی بھائی بندی نہیں کی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

ترجمہ: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔[2]

مطلب یہ کہ مواخات جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اس لیے مدون کی گئی تھی کہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کی حالت کمزور تھی اور نئے شہر میں آباد کاری کے لیے انہیں باہم ایک دوسرے کا سہارا بننے کی ضرورت تھی ایسے میں آپ ﷺ نے مہاجرین کو انصار اور غرباء کو امراء کا بھائی قرار دیا تاکہ مہاجرین کو دار ہجرت میں گھر بنانے کے لیے انصار کی مدد ملے غرباء کو معاملات دنیا میں امراء سے تعاون حاصل ہو۔ اس موقع پر رسول کریم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کے لیے کسی صحابی کو بطور بھائی نہ چنا تو انہوں نے پریشانی محسوس کی۔ تب آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اے علی تم تو پہلے ہی میرے بھائی ہو۔ یعنی میں بچپن ہی سے تمہاری کفالت کرتا رہا ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی

۱۔ سورۃ مومنین۔

۲۔ ترمذی شریف کتاب المناقب، مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

دوسرے شخص کی ضرورت ہی نہیں تم دنیا میں نسبی وخونی تعلق کی بنیاد پر میرے بھائی ہو اور آخرت میں ایمانی رشتے کی بنا پر میرے بھائی ہو گے اور جنت میں میرے ساتھ ہو گے۔

دوسری حدیث: جب آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر میں اپنا پرچم دیا

پیچھے خیبر میں رسول کریم ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دینا اور ان کے ہاتھوں پر قلعہ قموص کا فتح ہونا ذکر کیا جس میں حضور ﷺ کے کلمات

لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجلاً يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ.

یعنی کل میں اس مرد کو جھنڈا دوں گا جو خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ بہت ایمان افروز ہیں۔ یہ اس آیت کا مصداق ہیں يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ خدا ان سے محبت رکھتا ہے وہ خدا سے محبت رکھتے ہیں [1]۔ یہاں یہ امر بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اکثر و بیشتر جنگوں میں مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا بلکہ اکثر اوقات سارے لشکر کا جھنڈا بھی آپ کے ہاتھ میں دیا جاتا تھا اس موقع پر یہ حدیث نبوی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول ﷺ (من يحمل رايتك يوم القيامة) روز قیامت آپ ﷺ کا جھنڈا کون اٹھائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

ومن عسى ان يحملها يوم القيامة الا من يحملها في الدنيا علی بن ابی طالب

ترجمہ: جو میرا جھنڈا دنیا میں اٹھاتا ہے آخرت میں بھی اس کے سوا کون اٹھائے گا یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔[2]

تیسری حدیث: حلت جنابت فی المسجد النبوی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

يا علی لا يحل لاحد ان يجنب في المسجد غيري و غيرك اے علی رضی اللہ عنہ

1۔ سورہ مائدہ، ۵۴۔

2۔ [illegible]

میرے اور تیرے سوا کسی کے لئے حلال نہیں کہ وہ مسجد میں جنابت کی حالت میں رہے۔ علی بن منذر راوی حدیث کہتے ہیں میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا اس حدیث کا کیا مطلب ہے تو انہوں نے کہا مطلب یہ ہے اے علی میرے اور تیرے سوا کسی کے لئے حالت جنابت میں مسجد سے گزرنا حلال نہیں ہے۔

چونکہ حضرت علی شیر خدا ؓ مسجد نبوی سے متصل حجرے میں قیام پذیر تھے اور حضور ﷺ کی ازواج مطہرات امہات المومنین اور سیدہ فاطمہ ؓ کے حجرے مسجد نبوی سے متصل تھے، رسول کریم ﷺ کی طرح حضرت علی شیر خدا ؓ کو بھی اکثر اوقات مسجد میں آنا پڑتا تھا اور بعض اوقات آدمی پر جنابت طاری ہوتی ہے۔ اور وہ مسجد میں ٹھہر نہیں سکتا تو رسول کریم ﷺ نے اس مشکل کے باعث مذکورہ ارشاد فرمایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خصوصی اجازت سے یا اپنے عنداللہ مقام محبوبیت و رسالت کے حوالے سے حاصل خصوصی اختیارات کے تحت فرمایا صرف میرے اور علی کے لئے جنابت کے ساتھ مسجد میں سے گزرنا حلال ہے اور کسی کے لئے حلال نہیں۔ اسی لئے ابن ماجہ نے ایک حدیث میں اس مضمون کی بھی روایت کی ہے کہ کسی صاحب جنابت اور حیض والی عورت کا مسجد میں آنا جائز نہیں ہے۔ تاہم علامہ ابن کثیر نے اسے حدیث ضعیف قرار دیا ہے گویا اگر یہ حدیث کو درجہ صحت پر ثابت ہو جائے تو اس کا مفہوم وہ ہے جو ابھی واضح ہوا۔ جو ہم نے ذکر کیا کہ ازواج مطہرات اور سیدہ فاطمہ ؓ کو مسجد میں قدم رکھنا پڑتا ہوگا۔

اس حدیث مبارکہ سے بھی رحمت کائنات ﷺ سے مولائے کائنات شیر خدا ؓ کا خصوصی قرب ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی کہ ان کے لئے شریعت نے اس کلی حکم میں ترمیم کی جو پوری امت پر یکساں نافذ ہے۔

چوتھی حدیث: تزویج فاطمہ ؓ با علی المرتضیٰ ؓ

اس شادی کے حوالے سے پیچھے احادیث گزر چکی ہیں۔ صحابہ کرام کے نزدیک حضرت علی ؓ کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے چنانچہ ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ فرماتے ہیں علی بن ابی طالب ؓ کو تین ایسی خصلتیں ملی ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی میرے

۱۔ ترمذی شریف

پاس ہوتی تو وہ میرے لیے بڑی بڑی نعمتوں سے بڑھ کر تھی۔ آپ سے پوچھا گیا امیر المومنین وہ کون سی خصلتیں ہیں؟ فرمایا علی کی فاطمہ بنت رسول ﷺ سے شادی۔ مسجد میں ان کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنا (حالت جنابت میں گزرنا) اور روز خیبر ان کو علم رسول یعنی جھنڈا حاصل ہونا۔ [1]

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے وقت میں کہتے تھے کہ خیر الناس ابو بکر ثم عمر یعنی امت میں سے بہترین ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کو وہ تین خصلتیں دی گئی ہیں کہ اگر میرے پاس ہوتیں تو وہ سب نعمتوں سے بڑھ کر تھیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہی تین چیزیں بیان فرمائیں۔ [2]

نکاح کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو زیادہ محبوب ہوں یا فاطمہ رضی اللہ عنہا؟ فرمایا:

هی احب الی وانت اعز علی منها۔

ترجمہ: فاطمہ مجھے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک فاطمہ سے زیادہ معزز ہو۔ [3]

پانچویں حدیث تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں اپنا نائب بنایا تو وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ (اتخلفنی فی النساء) کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی غیر انه لا نبی بعدی

ترجمہ: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہاری حیثیت میرے ساتھ ایسی ہو جیسی ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ [4]

1. مسند ابو یعلیٰ
2. مسند احمد
3. بدایہ و نہایہ
4. مسلم شریف جلد دوم

اسی طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے غزوہ تبوک میں فرمایا: خَلَّفْتُكَ فِي أَهْلِي میں نے تمہیں اپنے اہل وعیال میں نائب بنایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یہ ناپسند ہے کہ عرب کے لوگ یہ کہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا زاد بھائی (رسول کریم ﷺ) کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہاری حیثیت میرے ساتھ وہی ہو جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ الا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ؎1

اس حدیث پر پیچھے غزوہ تبوک میں مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے کردار کے حوالے سے گفتگو ہو چکی ہے وہیں دوبارہ دیکھ لیں۔ اور اہل تشیع اس سے جو استدلال کرتے ہیں اس کا جواب بھی گزر چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی بنیاد پر اہل تشیع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرتے ہیں۔ اور ان کا سب صحابہ سے افضل ہونا بھی اس سے نکالتے ہیں۔ حالانکہ ان باتوں کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ جب غزوہ تبوک پر حضرت علی نہ جا سکے تو وہ پریشان ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں خوش کرنے کے لیے فرمایا کہ اس وقت تمہاری حالت میرے ساتھ ایسے ہے جیسے ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی یعنی میں تمہیں بحیثیت بھائی اپنی جگہ اسی طرح چھوڑ رہا ہوں جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کو طور پر جاتے ہوئے اپنی جگہ چھوڑا تھا۔ البتہ ہارون علیہ السلام نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یعنی اس میں ایک وقتی خلافت کا ذکر ہے۔ یہاں مستقل خلافت کا کوئی بیان نہیں ہے اور وہ ہو بھی نہیں سکتی۔ کیونکہ ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کی موجودگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

اس حدیث کو حضرت شاہ ولی اللہ نے معناً متواتر قرار دیا ہے۔ یہ مرزائیوں کے لیے بھی تازیانہ عبرت ہے جو غیر تشریعی نبوت کے اجراء پر زور دیتے ہیں۔ یہ حدیث ان کے اس مرتدانہ کافرانہ عقیدے کا قلع قمع کر دیتی ہے۔ اس کی مزید تشریح ہماری تصنیف دلائل ختم نبوت اور مع رد قادیانیت میں دیکھی جا سکتی ہے۔

؎1 مجمع الزوائد بروایت بزار جلد ۹ صفحہ ۱۱۲

چھٹی حدیث۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے

یہ حدیث یوں تو ہم پیچھے خطبہ حجۃ الوداع کے حوالے سے گذری حدیث میں ذکر کر آئے ہیں جہاں یہ حدیث مضبوط سند کے ساتھ مذکور ہے اس کا مفہوم اور پس منظر بیان کر دیا ہے۔ تاہم اتمام بحث کے لئے یہی حدیث چند دیگر طرق سے ذکر کی جاتی ہے۔

ابو طفیل عامر بن واثلہ بیان کرتے ہیں جب رسول ﷺ حجۃ الوداع سے مدینہ طیبہ لوٹے تو غدیر خم پر آپ نے خیمے گاڑنے کا حکم دیا۔ (پڑاؤ کیا) پھر آپ نے فرمایا: لوگو مجھے جو دعوت دی گئی تھی وہ میں نے پوری کر دی۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک دوسری سے زیادہ اہم ہے۔ ایک اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی خدا کی رسی ہے۔ دوسرے میری عترت و اہل بیت ہے تو خیال رکھنا کہ تم میرے بعد ان دونوں سے کیا سلوک کرتے ہو۔ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی تا آنکہ روز قیامت دونوں اکٹھی میرے پاس آئیں گی پھر آپ نے فرمایا میرا اللہ مولا ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ بھی ولی ہے (دوست ہے)۔

اے اللہ جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ (ابن جریر)۔

عمیر بن سعید کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جب آپ نے مقام رحبہ پر لوگوں کو جمع کر کے فرمایا میں ہر اس آدمی کو قسم دیتا ہوں جس نے رسول پاک ﷺ کو یہ کہتے سنا ہو کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علی رضی اللہ عنہ بھی مولا ہے۔ اے اللہ جو اسے دوست رکھے گا تو اسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت کرے تو اس سے دشمنی رکھ۔ تو صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد نے کھڑے ہو کر کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا۔

ساتویں حدیث۔ مومن علی سے بغض اور منافق علی سے محبت نہیں رکھ سکتا

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَلَا يَبْغَضُهُ مُؤْمِنٌ

١ مجمع الزوائد بروایت طبرانی اوسط

ترجمہ: کوئی منافق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں رکھتا اور کوئی مومن علی رضی اللہ عنہ سے بغض نہیں رکھتا۔ ۱

یعنی چونکہ مولا علی رضی اللہ عنہ محبوب رسول ہیں اور محبوب مصطفیٰ ہیں اس لیے اگر کوئی واقعی مومن ہے تو ایمان بالرسول کا تقاضہ ہے وہ محبت رسول کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت رکھے۔ اور محبت رسول تو عین ایمان ہے بلکہ جان ایمان ہے۔ تو جو کوئی مولا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا ہو وہ مومن نہیں منافق ہے۔

اور اگر اس حدیث کو کوئی جاہل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف استعمال کرے یہ اس کی اپنی جہالت ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بغض نہیں تھا۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جو قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں چھپے ہوئے تھے انہیں گرفتار کر کے قتل کیوں نہیں کیا جاتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان قاتلان عثمان کو قرار واقعی سزا دے دیں تو ملک شام کا جو پہلا شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں گا۔ ۲

مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس انہیں سزا دینے کے لیے کوئی شرعی گواہی نہیں تھی۔ وہ مجبور و معذور تھے۔ (ان دونوں حضرات کا اختلاف اجتہادی تھا۔ دونوں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مذکورہ احادیث وارد کی جائیں۔ انہوں نے دنیاوی لالچ حرص طمع یا عداوت و بغض کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تو اس سے حضرت امیر معاویہ کا صحابیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ تزکیہ یافتہ نہیں ہوتا اور یہ حرف اعتراض براہ راست رسول اکرم حضور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر آتا ہے کیونکہ آپ کے فرائض نبوت میں شامل ہے وَيُزَكِّيهِمْ کہ تزکیہ بھی فرماتے ہیں)

بہر حال جس کے دل میں محبت علی نہیں تو وہ مومن بھی نہیں۔ اور اگر دعویٰ ایمان رکھتا ہے تو اس کا دعویٰ منافقانہ ہے۔ یہ کسی منافق ہی کی شان ہو سکتی ہے مومن کی ہرگز نہیں۔ اس حدیث کی

۱ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۳

۲ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۹

میں چودہ امام اہل بیت رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔ تو کہاں ہیں وہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ سنی اپنی کتب میں ائمہ اہل بیت سے حدیثیں نہیں لیتے۔ آکر تحقیق کریں درست بات ہے تو کیوں نہیں مانتے؟

آٹھویں حدیث: اے ابو تراب جاگ جاؤ

بخاری و مسلم نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر تنقید کرتا تھا اور ان کی بے ادبی کرنے کی نیت سے ان کو ابو تراب کہہ کر یاد کرتا تھا۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا یہ لقب تو خود رسول اللہ ﷺ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔ ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد نبوی میں زمین پر سوئے تھے اور ان کی پشت کو مٹی لگ گئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے ان کی پشت سے مٹی صاف کرنے لگے اور یہ فرما رہے تھے:

اجلس یا اباتراب.

ترجمہ: اے مٹی والے (اے خاکسار) جاگ جاؤ۔ [1]

نویں حدیث: محب پنجتن جنت میں میرا ساتھی ہوگا:

امام ترمذی کہتے ہیں مجھے نصر بن علی جہضمی نے بتایا۔ اس نے کہا مجھے علی بن جعفر بن محمد نے بتایا انہوں نے کہا مجھے میرے بھائی حضرت امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق نے بتایا۔ ان کو ان کے باپ حضرت امام جعفر صادق نے بتایا۔ ان کو ان کے باپ حضرت امام محمد باقر نے بتایا۔ ان کو ان کے باپ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین نے بتایا۔ ان کو ان کے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بتایا۔ اور ان کو ان کے باپ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

من احب هذين وابا هما وامهما كان معي في درجتي يوم القيامته

ترجمہ: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے اور انکے باپ اور ان کی والدہ سے

[1] بخاری کتاب فضائل حدیث ۳۷۰۳، مسلم کتاب فضائل ص ۳۱

محبت کی وہ روز قیامت جنت میں میرے درجے میں میرے ساتھ ہوگا۔ ۱

یہ حدیث آب زر سے لکھی جائے تو بھی حق ادا نہیں ہوتا۔ یہ حدیث اہل محبت و ایمان کے دل میں عقیدت کے پھول کھلا دیتی ہے۔ اسے پڑھ کر ان کے قلوب ایمان میں بہار آ جاتی ہے اور دل محبت پنجتن پاک سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اے اللہ ہمیں آل رسول کی محبت میں زندہ رکھ اور ان کی محبت میں دنیا سے اٹھا اور روز حشر جنت میں ان کے قدموں میں جگہ عطا فرما آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہٖ صلوٰۃ اللہ وخلقہ اجمعین۔

دسویں حدیث: اے اللہ علی کو دیکھے بغیر مجھے دنیا سے نہ اٹھانا

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار رسول کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی لشکر میں جنگ پر بھیجا تو میں نے خود سنا رسول کریم ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعا فرما رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا

اے اللہ مجھے وصال نہ دے تاآنکہ مجھے علی کو دکھا دے۔ ۲

قربان جائیں اس عظمت پر ساری دنیا رسول کریم ﷺ کے دیدار کی متمنی ہے اور اس کے لئے بے قرار ہے اور خود رحمت کائنات ﷺ مولا علی کو دیکھنے کے لئے بے قرار ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اقوال صحابہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال:

۱۔ معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا:

عَلِیٌّ عِتْرَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حضرت علی تو رسول کریم ﷺ کی اولاد ہیں۔ ۳

۲۔ شعبی کہتے ہیں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو فرمایا:

---

۱ ترمذی شریف جلد دوم ابواب المناقب صفحہ ۲۱۵

۲ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۵

۳ کنز العمال

من سرّه ان ينظر الى اعظم الناس منزلةً من رسول الله ﷺ و اقربهم قرابةً افضله دالةً و اعظمه غناءً عن نبيه فلينظر الى هذا۔

یعنی جو چاہتا ہے کہ ایسے شخص کو دیکھے جو لوگوں سے رسول کریم ﷺ کے ہاں معززتر اور قریب تر تھا اور رسول کریم ﷺ جس کا زیادہ ناز اٹھاتے تھے اور جو آپ کی سب سے زیادہ حفاظت کرتا تھا تو وہ انکو دیکھ لے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات مولا علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو فرمایا: اگر وہ یہ کہتے ہیں تو یاد رکھو:

انه لاواه وانه لارحم الامة وانه لصاحب رسول الله ﷺ في الغار وانه لاعظم الناس غناءً عن نبيه في ذات يده

ترجمہ: بے شک ابوبکر سب سے زیادہ خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ وہ امت میں سب سے رحیم ہیں وہ رسول کریم ﷺ کے یارِ غار ہیں وہ اپنے مال کے ساتھ اپنے نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچانے والے ہیں۔ [1]

گویا صحابہ کرام کے مابین بے پناہ محبت تھی۔ صدیق اکبر کے نزدیک حضرت علی سب سے افضل ہیں اور ان کے نزدیک صدیق اکبر سب سے افضل ہیں تاہم حقیقت میں سیدنا صدیق اکبر ہی سب صحابہ سے افضل ہیں اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ صحابہ کرام نے بالاجماع جسے سب سے افضل جانا اسے رسول کریم ﷺ کا جانشین بنایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقوال شانِ علی رضی اللہ عنہ میں

1. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: كفوا عن ذكر علي بن ابي طالب یعنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق باتیں نہ کیا کرو۔ آگے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق تین خصوصیات سنی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی میرے پاس ہوتی تو مجھے ہر اس چیز سے عزیز ہوتی جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

1 مستدرک

میں اور ابو بکر اور ابو عبیدہ بن جراح اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر سہارا لیتے ہوئے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ تم سب سے پہلے مومن اور سب سے پہلے مسلمان ہو۔ پھر فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے۔ اور جو یہ کہے کہ اسے مجھ سے محبت ہے اور تم سے نفرت رکھتا ہے اس نے مجھ پر جھوٹ کہا ہے۔ (کہ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے محبت رکھتا ہوں)

۲۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کل یہ جھنڈا میں اس آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول خدا ﷺ سے محبت رکھتا ہے وہ پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں ہے اللہ اس پر (خیبر) فتح کر دے گا۔ جبرائیل اس کے دائیں ہوں گے اور میکائیل بائیں۔ اس رات لوگ بڑا شوق لے کر سوئے (کہ پتہ نہیں کل کس کو جھنڈا ملتا ہے) صبح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علی کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ علی رضی اللہ عنہ کی نظر خراب ہے وہ دیکھ نہیں سکتے ہیں جب انہیں آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا: اُدْنُ مِنِّی (تم میرے قریب آؤ) جب وہ قریب ہوئے تو آپ نے انکی آنکھوں میں تھتکارا (تھوک ڈالی) اور انہیں اپنے ہاتھوں سے ملا حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے یوں اٹھے جیسے ان کی آنکھیں کبھی دکھی ہی نہ تھیں۔ [1]

۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اتعرف صاحب هذا القبر محمد ﷺ بن عبد الله بن عبد المطلب وعلي بن ابي طالب بن عبد المطلب

کیا تم جانتے ہو کہ یہ صاحب قبر محمد رسول اللہ ﷺ ابن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور حضرت علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں۔ (یعنی دونوں کا نسب ایک ہے) پھر فرمایا:

---

[1] ابن عساکر، دار قطنی

لَا تَذْكُرْ عَلِيًّا اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّكَ اِنْ اٰذَيْتَهٗ اٰذَيْتَ هٰذَا فِيْ قَبْرِهٖ

ترجمہ: علی کا ذکر اچھائی کے بغیر مت کرو اگر تم نے علی کو اذیت دی تو تم صاحب قبر رسول ﷺ کو تکلیف دو گے۔ [1]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور مولا علی رضی اللہ عنہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عثمان غنی اور مولا علی رضی اللہ عنہما دونوں کی نسبی و نسلی اور ایمانی رشتوں میں منسلک ہیں دونوں داماد رسول ﷺ ہیں۔ حضرت عثمان کی سگی نانی ام حکیم حضرت علی المرتضیٰ کی سگی پھوپھی ہیں یعنی حضرت عبداللہ والد رسول کریم ﷺ اور ابو طالب کی سگی بہن ہیں اس لئے جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا موقع تھا تو سارا جہیز اور دیگر ضروریات کا سامان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بطور تحفہ پیش کر دیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت رکھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف در مدح مولا علی رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمان بن عوف جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ فتح کر لیا تو طائف کا رخ فرمایا اور اٹھارہ یا انیس دن اس کا محاصرہ جاری رکھا دوران محاصرہ ایک روز رسول کریم ﷺ فرما رہے تھے۔

اے لوگو! میں روز قیامت تمہارا منتظر ہوں گا میں تمہیں اپنی عترت کے متعلق بہتری کی وصیت کرتا ہوں۔

بے شک تم حوض کوثر پہ مجھے ملو گے اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو ورنہ میں تم پر ایسے آدمی بھیجوں گا جو مجھ ہی سے ہے وہ دشمنوں کی گردنیں اڑا دے گا اور ان کی اولاد قیدی بنائے گا لوگوں نے سمجھا کہ شاید وہ ابوبکر یا عمر ہوں گے مگر آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ یہ ہے۔ [2]

---

[1] [illegible]

[2] ابن ابی شیبہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور مولا علی رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں غزوہ ذات السلاسل سے واپس [آیا] (جس میں نبی کریم ﷺ نے انہیں امیر بنایا تھا) تو میرا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب میں ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو سب سے محبوب کون ہے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا۔ میں نے عرض کیا میں عورتوں کے متعلق نہیں مردوں کے بارے میں پوچھ رہا ہوں فرمایا تب عائشہ رضی اللہ عنہا کا باپ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) میں نے پوچھا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد کون ہے فرمایا: حفصہ رضی اللہ عنہا۔ میں نے پھر کہا: میں مردوں کے بارے پوچھ رہا ہوں۔ فرمایا: تب حفصہ کا باپ (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) میں نے عرض کیا پھر علی؟ تو حضرت کی مدح کرکے فرمایا: إِنَّ هٰذَا يَسْئَلُنِيْ عَنِ النَّفْسِ یہ آدمی تو میری جان کے بارے میں پوچھ رہا ہے (یعنی علی تو میری جان ہے)۔ ۱

مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی کرامت

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب خیبر فتح کیا تو اس کا دروازہ پکڑ کر اکھیڑ دیا تو مسلمان قلعے میں داخل ہو گئے اور فتحیاب ہوئے بعد میں تجربہ کرنے کے لئے لوگوں نے وہ دروازہ اٹھایا تو چالیس افراد مل کر اسے اٹھا سکے: ۲

جس چیز کو چالیس آدمی مل کر اٹھا سکیں اسے کیا ایک آدمی آسانی سے اٹھا لے تو وہ دس عورتیں یا اس کے پاس اتنی جسمانی طاقت ہے اور وہ بہت بڑا پہلوان اور SUPER MAN ہے یا وہ روحانی قوت کا مالک ہے ظاہر ہے حضرت علی کوئی BODY BUILDER (باڈی بلڈر) یا SUPER MAN یہ تین نہیں تھے ایک عام آدمی جیسا جسم رکھتے تھے اس لیے ماننا ہے کہ آپ نے قوت روحانیہ سے در خیبر اکھاڑ پھینکا جو بعد میں چالیس سے کم لوگوں سے ہلایا نہ جا سکا یہی کرامت ہے۔

---

۱ کنزالعمال

۲ ابن ابی شیبہ

حضرت علی شیرِ خدا ؓ کا علم

۱۔ کنز العمال میں ترمذی اور ابن جریر کے حوالے سے حضرت علی ؓ سے ہی مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے یہ حدیث مستدرک میں بھی مروی ہے۔

۲۔ حضرت علی فرماتے ہیں قرآن میں جو بھی آیت نازل ہوئی ہے میں جانتا ہوں وہ کس بارے میں اور کب اور کیوں نازل ہوئی اللہ نے مجھے دانا قلب اور آزاد بولنے والی زبان عطا فرمائی ہے۔[1]

۳۔ حضرت علی فرماتے ہیں مجھے رسول خدا ﷺ نے اہل یمن کے پاس بھیجا تاکہ میں وہاں ان کے مابین معاملات کے فیصلے کروں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے بھیج رہے ہیں میں نو خیز نوجوان ہوں مجھے فیصلہ کرنے کا پتہ نہیں آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَلْبَهُ وَسَدِّدْ لِسَانَهُ اے اللہ اس کے دل کو ہدایت (علم) دے دے اور زبان کو راست رکھ تو اس کے بعد سے اب تک مجھے کبھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے ہوئے کوئی شک نہیں پڑا۔[2]

---

۱ ابن سعد

۲ ابن سعد ابن ابی شیبہ

فصل سوم

سیدنا حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اخلاق حمیدہ

آپ کی دنیا سے بے رغبتی

۱۔ عبداللہ بن شریک اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے پاس فالودہ حاضر کیا گیا آپ نے فالودے کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تم بہت خوشبودار ہو تمہارا رنگ بھی پیارا ہے اور تمہارا ذائقہ بھی بہت لذیذ ہے لیکن میں یہ پسند نہیں رکھتا کہ جس چیز کا میرا نفس عادی نہیں اسے اس کا عادی بناؤں یہ کہہ کر آپ نے فالودہ کھانے سے انکار کر دیا۔ [1]

زید بن صبیح روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے سامنے حلوہ لایا گیا آپ نے لوگوں کے سامنے رکھ دیا لوگ کھانے لگے آپ نے فرمایا اسلام کوئی بھٹکا ہوا اونٹ نہیں مگر قریش نے جب اسے دیکھا تو اس پر جھپٹ پڑے۔

زید بن وھب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت علی ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے تہبند اور چادر اوڑھ رکھی تھی اور اس میں پیوند لگے ہوئے تھے آپ سے اس بارے میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں یہ دو کپڑے اس لیے پہنتا ہوں کہ یہ فخر سے دور ہیں اور نماز کے لئے بہتر ہیں اور تاکہ مسلمان اسے طریقہ بنائیں (یعنی مجھے دیکھ کر وہ بھی سادہ لباس اختیار کریں)۔ [2]

آپ کی سادگی

۱۔ عبداللہ بن ابی ہذیل کہتے ہیں میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر معمولی قیمت کی قمیص دیکھی

---

[1] کنز العمال

[2] کنز العمال

اگر اس کی آستین پکڑ کر کھینچتے تو ہاتھوں کی انگلیوں تک پہنچ جاتی اور چھوڑ دیتے تو آدھی

کلائی تک واپس چلی جاتی۔ [1]

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ مسجد کی طرف تشریف لے گئے وہاں دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوئے ہیں ان کی پشت سے چادر گر گئی ہے اور پشت ریت سے بھری ہوئی ہے آپ ان کی پشت سے اپنے دست مبارک کے ساتھ ریت جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے اے ابا تراب اے مٹی والے (یعنی خاکسار) سہل کہتے ہیں حضرت علی کو اس نام سے زیادہ کوئی دوسرا نام محبوب نہ تھا کیونکہ یہ نام رسول کریم ﷺ نے رکھا تھا۔ [2]

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سخت سردی میں دو ہلکے سے کپڑوں ایک تہبند اور چادر کو اوڑھ کر آیا کرتے اور گرمی میں گرم کوٹ اور موٹے کپڑے پہن لیا کرتے لوگوں نے عبدالرحمن سے کہا آپ کے باپ (ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لمبی گفتگو کرتے ہیں وہ ان سے اس کی وجہ پوچھ سکتے ہیں میں نے اپنے والد صاحب سے یہی بات کہی چنانچہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے امیر المومنین لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ سخت سردی میں دو ہلکے کپڑے پہن لیتے ہیں اور شدید گرمی میں گرم کوٹ پہنا ہوتا ہے انہوں نے فرمایا ابو لیلیٰ کیا تم خیبر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے کہا ہاں تھا فرمایا تمہیں معلوم ہے رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو (قلعہ فتح کرنے) بھیجا مگر وہ کامیاب نہ ہوئے پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بھیجا مگر وہ بھی ناکام لوٹ آئے تب رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں اب یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر قلعہ فتح کروا دے گا اور وہ بھاگنے والا نہیں تب آپ نے مجھے بلایا میں حاضر ہوا میری آنکھیں دکھتی تھیں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا آپ نے میری آنکھوں میں دم کیا اور دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اکْفِہِ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ — یعنی گرمی اور سردی سے بچا فرماتے ہیں اس کے بعد میں مجھے کبھی گرمی

---

[1] کنز العمال بروایت ابن عساکر

[2] ابونعیم فی المعرفہ

تکلیف دی ہے نہ سردی نے۔ [1]

آپ کا فقر اور فقیرانہ زندگی

۱۔ علی بن ارقم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے حضرت علی بن ابی طالب کو دیکھا کہ وہ انہیں (ارقم کو) میدان کوفہ میں اپنی تلوار دے رہے تھے اور فرماتے تھے میری یہ تلوار کون خریدے گا بخدا میں نے اس تلوار سے متعدد بار رسول کریم ﷺ کا دفاع کیا اور دشمنوں کو بھگایا اور اگر میرے پاس تہبند خریدنے کے لئے پیسے ہوتے تو میں اسے کبھی نہ بیچتا۔ [2]

اور یہ اس دور کی بات ہے جب آپ امیر المومنین تھے کیونکہ آپ خلافت سنبھالنے سے قبل کوفہ کبھی نہیں گئے تھے گویا آپ صدیق اکبر عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے طریقہ زندگی اور طرز خلافت پر سختی سے گامزن تھے اس میں کچھ تبدیلی نہیں کی تھی۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک بار میں مدینہ طیبہ میں سخت بھوک محسوس کر رہا تھا میں نے ایک عورت دیکھی جس نے مٹی کے ڈھیلے اکٹھے کر رکھے تھے میں نے گمان کیا کہ وہ ان میں پانی ڈالنا چاہتی ہے (تاکہ گارا بنا کر مکان میں استعمال کرے) میں نے اس سے سودا کیا کہ جتنے ڈول پانی میں اسے لا کر دوں گا ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور دوں گا تو اسے سولہ ڈول پانی لا کر دیئے اور میرے ہاتھ زخمی ہو گئے پھر میں کچھ پانی لیا اور اس عورت سے سولہ کھجوریں وصول کیں اور انہیں رسول کریم ﷺ کے پاس لے گیا تو آپ نے بھی میرے ساتھ وہ کھجوریں تناول فرمائیں۔ [3]

۳۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں میں نے رسول خدا ﷺ کی بیٹی سے نکاح کیا تو ہمارے پاس صرف دنبے کی کھال اور ایک بچھونا تھا رات کو ہم اس پر سوتے تھے اور

---

[1] ابن ابی شیبہ مسند احمد بن حنبل بزار ابن جریر طبرانی اوسط

[2] طبرانی کبیر ابن عساکر

[3] کنز بحوالہ مسند احمد

دن کو سخت گرمی میں اپنے اونٹ کو پانی پلاتے تھے۔ ۱

۴۔ حضرت صالح جو پارچہ فروش تھے اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے ایک درہم سے کھجوریں خرید لیں اور انہیں لفافے میں ڈال کر اٹھا لیا آپ سے عرض کیا گیا امیر المومنین کیا ہم اسے آپ کے لیے نہ اٹھا لیں فرمایا گھر والوں کا بوجھ گھر کے سربراہ کو ہی اٹھانا چاہیے کسی اور کو نہیں۔

حضرت علی کا فقر اضطراری نہیں اختیاری تھا رسول اکرم ﷺ کی طرح آپ بھی عمداً مال دنیا سے کنارہ کش تھے اگر آپ چاہتے تو بہت سا مال جمع فرما سکتے تھے مگر آپ نے فقر اختیار فرمایا آج کل کے پیشہ ور پیر فقیر اس معیار فقر کا تصور بھی نہیں رکھتے حضرت علی کا فقر اسلامی معاشرے میں فقر حیدری کے نام سے معروف ہے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں ضرب اسد اللّٰہی

آپ کی سخاوت:

سخاوت صرف مالداروں سے مخصوص نہیں بلکہ فقیر بھی سخی ہوتے ہیں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے تونگری بدل است نہ بمال۔ مالدار دل کے سخی ہوتے ہیں اور مال سے پیار نہیں کرتے جو آئے لٹا دیتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سخاوت کے نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑیں کسی نے کہا انہیں انار کھلانا چاہیے حضرت علی بازار گئے آپ کے پاس اتنے ہی پیسے تھے کہ ایک انار خرید سکیں آپ انار خرید کر گھر لوٹ رہے تھے کہ راستے میں کسی نے کہا کہ میں کئی دن سے بھوکا ہوں مجھے یہ انار دے دیں آپ نے وہ انار اسے دے دیا اور خالی ہاتھ گھر چل دیے ابھی آپ اپنے گھر میں داخل ہو رہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے دامن پکڑا آپ نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے جھولی میں انار اٹھائے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ رسول کریم ﷺ کے پاس کہیں

۱۔ تحفہ علویہ

سے انار بطور ہدیہ و تحفہ آئے تھے آپ نے اس میں سے یہ آپ کے لیے بھیجے ہیں حضرت علی نے گنے تو وہ نو انار تھے آپ نے حضرت بلال سے فرمایا دسواں کہاں ہے انہوں نے کہا دسواں انار کیسا فرمایا اللہ کا ارشاد ہے جو ایک نیکی کرے ہم اس کا دس گنا بدلہ دیتے ہیں میں نے ایک انار اللہ کے نام پر دیا تو مجھے بدلے میں دس ملنے چاہئیں حضرت بلال نے جیب سے ایک اور انار نکال کر پیش کر دیا اور کہا سچ ہے میں تو آپ کا امتحان لے رہا تھا (بعض کتب وعظ)

یہ واقعہ ممکن ہے درست ہو اور حضرت علی کی شان فقر سے ایسے ہی واقعات کی توقع کی جا سکتی ہے اس میں آپ کی سخاوت کے علاوہ آپ کے علم کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت عنترہ بتاتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت علی کے پاس گیا آپ کے غلام قنبر نے آ کر کہا یا امیر المومنین آپ اپنے لیے کچھ بھی جمع نہیں کرتے جب کہ اس مال میں (بیت المال میں سے) آپ کے گھر والوں کا بھی حصہ ہے میں نے آپ کے لیے کچھ مال رکھ لیا ہے فرمایا وہ کیا رکھا ہے کہا چلیں میں آپ کو دکھاؤں آپ اس کے ساتھ چلے اس نے آپ کو ایک کمرے میں کچھ سونا اور چاندی کے برتن دکھائے حضرت علی نے دیکھ کر فرمایا تجھے تیری ماں روئے کیا تم میرے گھر میں آگ داخل کرنا چاہتے ہو پھر آپ نے اس مال کی گنتی اور وزن کرایا اور اسے تقسیم کرنا شروع کر دیا پھر فرمایا میرے لیے یہی بڑا میوہ ہے (کہ میں مال نام خدا پر بانٹتا ہوں) اور ہر میوہ چننے والے کا ہاتھ اپنے منہ ہی کی طرف ہوتا ہے پھر فرمایا اے دنیا مجھے دھوکہ نہ دے کسی اور کو دینا۔

آپ کا خلق خدا کی خبر گیری کرنا

اذان کہتے ہیں کہ حضرت علی بازاروں میں اکیلے ہی چلا کرتے تھے جب کہ امیر المومنین تھے آپ بھولے ہوئے لوگوں کو راہ دکھاتے مزدوروں کی مدد فرماتے دوکانداروں اور سبزی فروشوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں یہ آیت سناتے۔

کنز العمال

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ
وَلَا فَسَادًا

ترجمہ: ہم نے وہ دار آخرت (جنت) ان لوگوں کے لیے بنائی ہے جو زمین میں اپنی برائی اور فساد کے طلبگار نہیں۔ ؎1

پھر آپ فرماتے یہ آیت اللہ نے باقی لوگوں کو چھوڑ کر ان حکمرانوں اور ارباب اقتدار کے لیے اتاری ہے جو عدل اور تواضع والے ہیں۔ ؎2

ابو مطر روایت کرتے ہیں میں مسجد سے نکلا تو دیکھا ایک آدمی میرے پیچھے آواز لگا رہا تھا اپنا تہبند اونچا کرو اس طرح اللہ راضی ہوتا ہے اور کپڑا بھی ستھرا رہتا ہے اور اگر تم مسلمان ہو تو [illegible] سے ہو میں نے دیکھا وہ حضرت علی تھے ان کے پاس درہ تھا آپ اونٹوں کے بازار میں گئے اور فرمایا لوگو مال بیچو اور قسمیں نہ کھاؤ قسم کھانے سے برکت گھٹ جاتی ہے پھر آپ کھجور فروش کے پاس گئے تو وہاں ایک لونڈی کو روتے دیکھا فرمایا کیوں رو رہی ہو کہا اس نے مجھے ایک درہم کی کھجوریں دی تھیں جو میرے مالک نے منظور نہیں کیں آپ نے اسے فرمایا کھجوریں واپس لے لو اور درہم واپس دو اس بیچاری کے اختیار میں کچھ نہیں وہ آدمی انکار کرنے لگا میں نے اسے کہا تم جانتے نہیں یہ کون ہیں اور تم کس سے بات کر رہے ہو کہنے لگا نہیں میں نے کہا یہ علی ہیں امیر المومنین۔ اس نے کھجوریں فوراً لے لیں اور درہم لڑکی کو لوٹا دیا اور کہنے لگا امیر المومنین میری خطا معاف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا میری خوشی اسی میں ہے کہ تم لوگوں سے اچھا معاملہ کرو پھر آپ دوسرے کھجور فروشوں کے پاس گئے اور فرمایا مساکین کو بھی کھلایا کرو اس طرح تمہارے رزق میں برکت ہوگی۔ پھر آپ مچھلی والوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا پانی میں مرنے والی مچھلی ہمارے بازار میں مت فروخت کرنا۔ پھر آپ دار بزاز (کپڑا فروشوں کے بازار) میں گئے آپ نے ایک آدمی سے فرمایا شیخ! تین درہم میں مجھے قمیص چاہیے اس نے آپ کو پہچان لیا تو آپ نے اس سے قمیص نہ خریدی پھر ایک اور آدمی کے پاس گئے اس نے بھی آپ کو پہچان لیا تو آپ نے اس سے بھی نہ خریدی پھر ایک نو

؎1 سورۃ انعام پارہ ۸

؎2 ابن عساکر

عمر لڑکے کے پاس گئے اس سے آپ نے تین درہم سے قمیص خریدی اور سے ٹخنوں تک پہنی یہ اتنے میں دوکان کا اصل مالک آگیا اسے بتایا گیا کہ بیٹے نے امیر المومنین کو تین درہم میں قمیص بیچی ہے اس نے بیٹے سے کہا تم نے ان سے دو ہی درہم کیوں نہ لئے پھر وہ دو درہم لے کر حضرت علی کے پاس آیا اور کہا یہ درہم لے لیں فرمایا کیا مطلب کہا ہماری قمیص کی قیمت دو ہی درہم ہے میرے بیٹے نے آپ کو تین میں دیدی آپ نے فرمایا اس نے میری خوشی سے بیچی اور میں نے اس کی خوشی سے رقم دی اب درہم کی واپسی کیسی ۔

جسمانی طہارت کا اہتمام

حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول نے فرمایا جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال بھی خشک چھوڑ دیا اس کو جہنم میں ایسے ایسے جلایا جائے گا یعنی اس بال کو جہنم کی آگ جلائے گی حضرت علی فرماتے ہیں جب سے میں نے رسول کا یہ ارشاد سنا ہے میں نے اپنے سر سے دشمنی کر لی ہے یعنی اس کو اتنا دھوتا ہوں جنابت سے طہارت حاصل کرتے ہوئے سر پر اتنا پانی بہاتا ہوں کہ مجھے اپنے سر سے دشمنی ہوگئی ہے۔ [۲]

بعض علماء نے سر سے دشمنی کرنے کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ نے اس ڈر سے کہ کہیں جنابت کا اثر کسی بال میں رہ نہ جائے اپنا سر منڈوا دیا تھا اور ہمیشہ سر منڈوائے رکھتے تھے مگر اس کی تحقیق مطلوب ہے بہر حال یہ معلوم ہوگیا کہ آپ کس قدر خوف خدا رکھتے تھے اور جسمانی طہارت کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔

۱ کنزالعمال

۲ مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۱۰۴

باب سوم

مناقب حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہرا خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا

سیدۃ النساء خاتون جنت بنت رسول اکرم ﷺ حضرت سیدہ فاطمۃ الزاہرا رضی اللہ عنہا حضور سید المرسلین محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں حضور سرور دو عالم ﷺ کو آپ سے بے پناہ محبت تھی اگرچہ ہر باپ کو اپنی اولاد خصوصاً چھوٹی اولاد سے محبت ہوتی ہے مگر جو محبت رسول خدا ﷺ کو اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ سے تھی اس کی مثال پیش کرنا ناممکن ہے آپ کے فضائل و خصوصیات ذکر کرنے سے قبل آپ کو حالات زندگی پر نظر ڈالنا بہتر ہے پردہ دنیا سے آپ کی روپوشی اور بے تعلقی کا سبب مشکل ہے شاید اسی لیے آپ کے حالات اکثر حصہ پردہ خفا میں ہے بہر حال جو کچھ ہمیں میسر آتا ہے ہم پیش خدمت کر دیتے ہیں وما توفیقی الا باللہ۔

فصل اول

سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات زندگی

ولادت مبارکہ

واقدی کی روایت یہ ہے کہ جس سال میں قریش نے کعبہ تعمیر کیا اس سن میں آپ کی ولادت ہوئی اس وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر ۳۵ برس تھی یہ قول محل نظر ہے کیونکہ ۲۵ برس کی عمر میں تو آقائے نامدار کی شادی ہوئی تھی لہذا مشہور روایت میں سے صحیح قول وہ ہے جو صاحب استیعاب علامہ ابو عمر رحمہ اللہ نے عبید اللہ بن محمد ہاشمی سے نقل کیا کہ آپ کی پیدائش کے وقت حضور ﷺ کی عمر اکتالیس سال تھی یعنی اعلان نبوت سے ایک سال بعد آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔

... قوت دے دی جائے کہ تحمل وحی کی قوت پیدا ہو جائے اور آپ ﷺ جو فرمایا کرتے ... ہے معدہ کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی یعنی نزول سے قبل مجھے اچھی خوابیں دکھائی ... تو قبل بعثت معراج منامی بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے اور میں عرض کرتا ہوں رؤیا صالحہ کی یہ ... بھی دیکھی گئی ہیں کہ جو خواب میں کھایا جاگنے کے بعد اس کا ذائقہ منہ میں موجود تھا جو چیز ... میں ملی جاگنے کے بعد وہ ہاتھ میں موجود تھی قراءت سبعہ کے ائمہ سبعہ میں مشہور امام (جو ... اور قاری مدینہ کہلاتے ہیں) حضرت امام نافع مدنی ... نے خواب میں دیکھا کہ رسول ... نے ان کے منہ میں اپنا منہ مبارک رکھ کر قرآن پڑھا ہے جب خواب سے اٹھے تو منہ سے ... آتی اور وہ خوشبو ساری زندگی ان کے منہ مبارک سے آتی رہی۔

... لیے قطب وقت امام شاطبی علیہ الرحمہ اپنی مشہور عالم منظوم کتاب الشاطبیۃ میں فرماتے ہیں:

فاما الكريم السر فی الطیب نافع فذاك التی اختار المدینۃ منزلا۔

... خوشبو کے متعلق بہت پیارا بھید رکھنے والے حضرت نافع ہیں تو یہ وہ امام جنہوں نے مدینہ طیبہ کو مسکن بنایا۔ [۲]

... دیگر واقعات بھی ہزاروں کے حساب سے کتابوں میں لکھے ہیں لہذا قبل بعثت نبی ... ﷺ نے جو معراج منامی دیکھا اس کا بیان والی حدیث میں بیان ہے اور اس میں ... آپ نے کھایا اس کی تاثیر وحقیقت آپ کے جسم مبارک میں پیدا ہوئی اور اسی سے سیدہ ... نے جنم لیا اس میں کوئی استبعاد نہیں نہ کوئی استحالہ ہے اگر امام نافع کو خواب میں سرکار ... تو تمام زندگی خوشبو باقی رہ سکتی ہے تو سیدہ عالم خود خواب میں عنایت الٰہی حاصل کریں تو ... وہ خوشبو باقی رہ سکتی ہے تو سیدہ عالم خود خواب میں عنایت الٰہی حاصل کریں تو اس کی ... کی ولادت میں کیا اشتباہ ہے امام ابن حجر نے جو استحالہ بتایا ہے وہ اس حدیث کو ... پر عمل کرنے کی صورت میں ہے معراج منامی ماننے کی صورت میں کوئی استحالہ نہیں

... النشر فی القراءات العشر جلد اول صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ دار الکتب بیروت

الشاطبیہ مع شرح عنایات رحمانی جلد اول صفحہ ۶۲

اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن احادیث میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی ذریت کے لیے مغفرت و وعدہ جنت کا بیان آیا ہے جیسا کہ آگے یہ احادیث آ رہی ہیں وہ اس بناء پر ہے کہ ان کی رگوں میں جنتی سیب کی تاثیر چلی آ رہی ہے جو آقائے دو عالم ﷺ کو خواب میں کھلایا گیا کیونکہ یہ تاثیر جنت کی کشش رکھتی ہے جو دوزخ سے اپنے حامل کو دور رکھتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی

ہجرت کے بعد نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں کفار کی طرف سے ڈالا جانے والا اضطراب کچھ کم ہوا تو آپ نے اپنے ذاتی معاملات کو نمٹانے کی طرف توجہ فرمائی اور صحابہ کرام کی زندگیاں بھی ایسے ہی حالات سے دو چار تھیں چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال نبی اکرم ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ارادہ فرمایا۔ عرب میں اس وقت بھی یہ بات تھی اور اب بھی ہے کہ بڑی عمر کے لوگ کم عمر لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں اور ان کی زندگی خوشگوار گزرتی ہے۔ خود رسول اکرم ﷺ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے چنانچہ اسی رسم کے مطابق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ اپنے لیے مانگا آپ نے خاموشی اختیار فرمائی پھر عمر فاروق نے بھی یہ رشتہ اپنے لیے مانگا آپ نے پھر خاموشی اختیار کر لی تب یہ بھانپ گئے کہ آپ کا ارادہ کیا ہے چنانچہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے جا کر کہا کہ وہ جا کر آپ ﷺ سے رشتہ مانگیں انہوں نے جا کر رشتہ مانگا تو آپ ﷺ نے فوراً قبول کر لیا بلکہ اس بارہ میں یہ حدیث بھی شامل ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ

یعنی اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔[1]

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اے علی تمہارے پاس کچھ رقم ہے جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ضروریات خانہ خریدی جائیں؟ عرض کیا میرے پاس زرہ ہے جو جنگ کے مال غنیمت سے مجھے ملی ہے فرمایا اسے لے آؤ وہ لے آئے فرمایا اسے بیچ کر جو قیمت ملے وہ میرے پاس لاؤ حضرت علی۔۔۔

[1] مجمع الزوائد بروایت طبرانی ابن حجر لکھتے ہیں اس کے سب راوی ثقہ ہیں جلد ۹ ص ۲۰۴

پھر وہ زرہ حضرت عثمان غنی سے بیچی جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ انہوں نے چار سو اسی درہم سے وہ زرہ خریدی اور قیمت دیدی بعد میں زرہ بھی واپس کر دی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں زرہ اور قیمت دونوں چیزیں دیکھیں تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی پھر اس رقم سے ضرورت خانہ یعنی جہیز کی خریداری کی گئی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

جہیز کے لیے کیا خریدا گیا الاصابہ میں ابن سعد کی روایات سے لکھا ہے کہ ایک چادر، ایک گدا جس میں کھجور کے پتوں سے بھرائی کی گئی تھی دو چکیاں اور دو ہی پانی پینے کے برتن یہ چیزیں آپ نے اپنی بیٹی کو عطا فرمائیں جب کہ طبرانی نے ایک بستر کا بھی اضافہ کیا ہے جو رسیوں سے باندھا گیا تھا۔ آج جہیز کی لعنت نے کئی نوجوان لڑکیوں کے ارمان کچل ڈالے ہیں اور کئی والدین اپنی بیٹیوں کے لیے سامان جہیز جوڑتے جوڑتے اللہ کو پیارے ہو گئے کئی لڑکیاں اپنے گھروں میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہیں کیونکہ جہیز کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہو رہا ہمارے معاشرے کے امراء اور نو دولتیے یہ رسم بد جاری کرتے ہیں اور غرباء ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش میں تباہ حال ہوتے ہیں نبی کریم ﷺ کی زندگی ہمارے لیے اسوہ کاملہ ہے کیا ہماری بیٹیوں کی عزت خاتون جنت بنت نبی ﷺ سے بڑھ کر ہے جب ان کا جہیز اتنا مختصر تھا تو ہم اس کے لیے اتنے بڑے طومار کیوں کھڑے کر رہے ہیں اگر رسول خدا چاہتے تو اپنی بیٹی کے جہیز میں دنیا کے خزانے ڈال سکتے تھے آپ فرماتے تھے اگر میں چاہوں تو احد پہاڑ میرے لیے سونا بن جائے مگر میں چاہتا ہوں کہ ایک دن کھانا ملے تو شکر کروں دوسرے دن نہ ملے تو صبر کروں آپ نے اتنی طاقت کے باوجود اپنی بیٹی کے لیے جہیز مختصر رکھا کہ امت کو سادگی کا سبق حاصل ہو۔

یہ شادی الاصابہ کے مطابق ہجری دو میں ماہ محرم کے اوائل میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے چار ماہ بعد وقوع پذیر ہوئی ابن عبدالبر کے نزدیک نکاح کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول کی عمر پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اکیس سال و پانچ ماہ تھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پانچ برس بڑی تھیں کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت رخصتی 9 برس تھی۔

حدیث میں ہے اس شادی کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے
میں چاہتا ہوں کہ میری امت نکاح کے وقت کھانا کھلانے کا طریقہ اپنائے تو تم بکری ذبح
تیار کرو پھر مجھے بلاؤ اور مہاجرین و انصار کو بھی تو پھر تمام مہاجرین و انصار نے کھانا
پھر بھی بچ رہا تب آپ نے فرمایا جاؤ یہ اپنی ماؤں (امہات المومنین ازواج رسول ﷺ)
لیجاؤ اور ان سے کہو یہ تمہاری دعوت ہے پھر آپ خود امہات المومنین کے پاس تشریف لے
فرمایا میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی علی ؓ سے کر دیا ہے اور تم جانتی ہو
مجھے کتنی پیاری ہے تو اسے تیار کرو میں اسے علی کے پاس بھیج رہا ہوں تو امہات المومنین نے
سے (جو گھر میں تھیں) انہیں خوشبو لگائی اپنے کپڑوں اور زیورات سے کپڑے اور زیور پہنا
رسول پاک اپنی بیٹی کے حجرے میں تشریف لائے

تب باقی عورتیں چلی گئیں اور حضرت اسماء بنت عمیس ؓ رہ گئیں نبی اکرم ﷺ
انہیں فرمایا میرے پاس پانی کا برتن لاؤ وہ لایا گیا تو آپ نے اس میں سے چلو بھر کر اپنی بیٹی
ؓ کے سر اور سینے پر ڈالا پھر علی کے سر اور سینے پر چھینٹا اور اپنی بیٹی کو گلے لگا کر دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَنَّهَا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهَا اَللّٰهُمَّ كَمَا ذَهَبْتَ عَنِّي الرِّجْسَ وَطَهِّرْنِیْ فَطَهِّرْهُمَا

ترجمہ: اے اللہ فاطمہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اے اللہ جیسے تو نے مجھ سے
ناپاکی دور کر دی ہے اور مجھے پاک کر دیا ویسے ہی ان دونوں کو بھی پاک فرما
دے۔[1]

حسنین کریمین کی ولادت

جنگ احد سے قریباً ایک ماہ قبل سن ۳ھ نصف رمضان کو آپ کے ہاں پہلے
امام حسن ؓ کی ولادت ہوئی اور اس کے پچاس روز بعد امام حسین ؓ رحم مادری میں تشریف
اور ۳ شعبان سن ۴ ہجری کو ان کی ولادت باسعادت ہوئی اور یہی دونواسے نسل نبوت کے

[1] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۴

ذریت مصطفوی کا سرچشمہ ثابت ہوئے انہی سے سیدہ عالم رضی اللہ عنہا کی نسل چلی اور چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور آپ کی یہ بشارت پوری ہوئی کہ اے لوگو میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ایک پہلی کتاب دوسری اپنی ذریت جب تک تم ان سے وابستہ رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فقیرانہ زندگی

رسول اکرم ﷺ کو جیسے خود اپنے لیے مال دنیا پسند نہیں تھا اپنی اہل بیت کے لیے بھی سے ناپسند رکھتے تھے بلکہ آپ نے اہل بیت کے دل حب مال سے پاک کر دیے تھے کیونکہ یہ محبت مال دنیا اکثر گناہوں کی جڑ ہے اس سے حرص طمع جھوٹ حق تلفی اور ظلم و زیادتی کے دروازے کھلتے ہیں اور یہی وہ تطہیر ہے جو ویطھر کم تطھیرا میں ارشاد کی گئی ہے۔

چنانچہ علامہ عسقلانی نے ابن سعد کی روایت سے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا نبی اکرم ﷺ کے پاس غلام آئے ہیں تم جاؤ اور اپنے لیے ایک غلام مانگو کہ پانی بھرتے بھرتے میرے سینہ میں درد ہونے لگا ہے وہ کہنے لگیں ہاں چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں بھی چھالے پڑ گئے ہمیں رسول ﷺ سے ایک لونڈی کا مطالبہ کرنا چاہیے جو ہماری مدد کرے چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گئیں مگر رسول اکرم ﷺ گھر نہ ملے انہوں نے اپنی بات ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی جب رسول پاک ﷺ واپس آئے تو حضرت ام المومنین نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آنا اور لونڈی کی خواہش کرنا عرض کیا نبی اکرم ﷺ اسی وقت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لیے لونڈی کی خدمت سے بہت بہتر ہے وہ کہنے لگے ہاں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا جب تم سونے کے لیے بستر پر لیٹو تو 33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمد للہ اور 33 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لیے خادم حاصل کرنے سے بہت اچھا ہے۔[1]

حضرت انس فرماتے ہیں سیدہ فاطمہ زہرا خاتون جنت رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کیا کہ مینڈھے کی کھال کے سوا وہی ہمارا بچھونا ہے اسی پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن میں اسی (کو الٹ کر اسی) سے اونٹ کو چارہ بھی ڈالتے ہیں آپ نے فرمایا بیٹی صبر کرو حضرت

[1] زرقانی شریف

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کے ساتھ دس برس یوں گزارے کہ ایک چھوٹی سی چادر کے سوا ان کے پاس کوئی بستر نہ تھا۔ [1]

گویا رسول اکرم ﷺ نے چاہا کہ جو فقر و غنا آپ نے اپنایا ہے وہ آپ کے دل کے ٹکڑے بھی اپنائیں اور آسائش دنیا سے دور رہیں کہ جنت میں ان کا مرتبہ بلند ہو۔

حضرت عمران بن حصین (غلام رسول ﷺ) فرماتے ہیں میں رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں ان کا چہرہ بھوک سے زرد تھا رسول پاک ﷺ پہچان گئے آپ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے کے اوپر وہاں رکھا جہاں ہار پہنا جاتا ہے انگلیوں کو کشادہ کر کے یہ دعا فرمائی اے اللہ بھوکوں کو سیر کرنے والے کرے ہوؤں کو بلند کرنے والے فاطمہ بنت محمد ﷺ کو بھی بلندی دے دے عمران کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ اسی وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے سے زردی ختم ہو گئی پھر میں ان کو بعد میں ملا اور پوچھا (کیا حال ہے) فرمانے لگیں اس دن کے بعد مجھے بھوک کا احساس نہیں ہوتا۔ [2]

قارئین کرام! ہماری لاکھ جانیں سیدہ فاطمہ خاتون جنت کی نعلین پاک سے لگنے والی گرد پر قربان وہ اس لیے بھوکی رہیں کہ ہم جیسے شکم سیر مجرموں کے لیے شفاعت کر سکیں اے اللہ ان کی بھوک اور فقر و غنا کے صدقے ہم سیہ کاروں پر اپنی رحمت کا سایہ فرما دے جو تین ٹائم پیٹ بھر کر اچھی غذا کھاتے ہیں اور سارا دن تیری نافرمانی کرتے ہیں وہ بھوک میں بھی تیری رضا پر راضی رہیں اور ہم شکم سیر ہو کر بھی تیرا شکر نہ ادا کر سکے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کئی بار اپنی والدہ کو دیکھا کہ شام سے صبح تک رات بھر عبادت اور دعا میں مشغول رہتیں اور اللہ کے حضور گریہ زاری اور عجز و انکساری سے التجا کرتی رہتیں مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنے لیے کچھ مانگا ہو آپ کی ساری دعائیں حضور اکرم ﷺ کی امت کی بخشش اور بھلائی کے لیے ہوا کرتی تھیں۔ [3]

---

1. زرقانی شریف
2. بیہقی شریف
3. مدارج النبوۃ

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شرم و حیا

آپ کی شرم و حیا اور عفت و عصمت مشہور عالم ہے ایک بار رسول اکرم ﷺ نے صحابہ سے پوچھا عورتوں کے لیے سب سے بہتر چیز کیا ہے صحابہ کرام خاموش رہے حضرت علی فرماتے ہیں میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور یہی سوال کیا انہوں نے کہا:

لا یرین الرجال ولا یرونهن۔

وہ مردوں کو نہ دیکھیں نہ مرد انہیں دیکھ سکیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سنا تو فرمایا:

فاطمہ بضعة منی واقعتاً۔

ترجمہ: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ [1]

یعنی سرکار ﷺ نے حضرت فاطمہ کے جواب کی تائید فرمائی کہ فاطمہ جیسے میرے جسم کا حصہ ہے اس کے افکار و خیالات بھی میری تعلیم کا صحیح عکس ہیں۔

اے کاش آج امت مسلمہ سیدۂ کائنات خاتون جنت کے ان افکار عالیہ سے روشنی حاصل کرے اور آج کی مسلمان خواتین آپ کی سیرت طیبہ کے سانچے میں خود کو اتار لیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بار میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے بچے کو مانگا آپ نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر بچہ میری طرف بھیج دیا۔ (فتح القدیر) آپ کو پردے کا اس قدر خیال تھا کہ وصیت فرمائی میری موت کے بعد میرا جنازہ رات کو اٹھایا جائے اور چادر بھی ایسی ڈالی جائے کہ وجود کا احساس نہ ہو چنانچہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے کھجور کی شاخوں سے جنازہ والی چارپائی پر محرابی شکل کی اور اس پر چادر اوڑھا دی گئی جس کا بیان آگے آ رہا ہے۔

سیدہ کا صبر و تحمل

آپ نے بڑی سے بڑی تکلیف دیکھی مگر زبان پر حرف شکایت نہ لائیں بھوک اور پیاس

---

[1] دار قطنی

برداشت کی کئی کئی دن تک کھانا نہ ملا مگر صبر کا ایسا مظاہرہ کیا جس کی مثال ناممکن ہے۔

امام حسن فرماتے ہیں ایک بار ایسا ہوا کہ ایک دن کے فاقہ کے بعد ہمیں کچھ کھانا میسر آیا، حسین رضی اللہ عنہ اور والد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھانا کھا لیا تھا مگر والدہ نے ابھی کھانا تھا کہ دروازے پر سائل نے دستک دے کر کہا میں دو دن کا بھوکا ہوں آپ نے مجھے فرمایا وہ کھانا اس سائل کو دے دو مجھے ایک دن سے فاقہ ہے اور اسے دو دن سے ہے اس کا حق مجھ سے زیادہ ہے۔ [1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بیٹے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دے دی تھی جب وہ پیدا ہوئے تو جبریل امین مٹی لے کر آئے اور بتایا یہ اس جگہ کی ہے جہاں آپ کے اس بیٹے کو آپ کی امت شہید کرے گی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ حسین کو صبر و اجر عطا فرما ابن عباس فرماتے تھے ہم اہل بیت کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ حضرت حسین ایک دن قتل کیے جائیں گے۔ [2]

اس کے باوجود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کبھی اس پر دکھ کا اظہار نہ کیا اور یہ دعا نہ کی کہ میرا بیٹا قتل سے بچ جائے بلکہ ان کے لیے ثابت قدمی کی دعائیں کرتی رہیں۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت آیا تو جو غم و آلام کا طوفان سیدہ فاطمہ خاتون جنت کے قلب نازک پر آیا اس کا تصور ہی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد میں سے صرف آپ ہی اس وقت موجود تھیں گویا کوئی بھائی یا بہن دلاسہ دینے کو موجود نہ تھی آپ کا شعر کتب عربیہ میں مشہور ہے کہ آپ نے وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمایا:

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

ترجمہ: مجھ پر ایسے مصائب آپڑے ہیں اگر وہ دنوں پر پڑتے تو وہ راتیں بن جاتیں۔ [3]

یاد رہے یہ صدمہ پیارے ابا جان کے وصال اور جدائی کا فطری صدمہ تھا نہ کہ فدک وغیرہ کے ہاتھ سے جانے کا۔ اس کے باوجود اس صدمہ جانکاہ پر کسی نے آپ کے چلانے کی آواز نہیں سنی۔

[1] سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

[2] مستدرک

[3] مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۴۴۲

آپ کی عبادت و ریاضت

جس قدر آپ عابدہ زاہدہ تھیں اس کی مثال بھی مشکل ہے آپ ساری رات عبادت میں گزار دیتیں اور عبادت میں مشغولیت کے دوران ہی فجر کی اذان ہو جاتی تو آپ حسرت سے عرض کرتیں اے مولا ایک رات تو ایسی لمبی بنا دے کہ تیری بندی فاطمہ جی بھر کے تیرا سجدہ ادا کر سکے۔ [1]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کا کوئی پیغام لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا میں نے دیکھا حسنین کریمین سو رہے ہیں اور آپ ان کو پنکھا جھولا رہی ہیں اور قرآن پڑھ رہی ہیں یہ منظر دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ [2]

آپ کا وصال شریف

سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس مرض میں رسول اکرم ﷺ کا وصال ہوا اس میں آپ نے اپنی بیٹی کو بلایا اور ان سے سرگوشی کے انداز میں کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں پھر دوبارہ ان کو بلا کر آپ نے سرگوشی فرمائی تو وہ مسکرانے لگیں بعد میں میں نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا بات تھی تو انہوں نے بتلایا رسول پاک ﷺ نے مجھے بتلایا کہ وہ اس مرض میں وصال کر جائیں گے تو میں رو پڑی پھر آپ نے مجھے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا: اِنِّیْ اَوَّلُ اَھْلِ بَیْتِہٖ اَتْبَعُہٗ کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ کے پیچھے جاؤں گی۔ (دنیا سے وصال کر کے) [3]

چنانچہ ایسے ہی ہوا اور وصال نبوی کے صرف چھ ماہ بعد آپ بھی انتقال فرما گئیں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دنیا سے محبت نہ تھی رسول خدا ﷺ سے اسقدر پیار تھا کہ یہ سن کر کہ آپ جلد ہی وفات پا کر آپ ﷺ کے پاس چلی جائیں گی خوشی سے ہنس پڑیں۔

روایات بتاتی ہیں کہ وصال نبوی کے بعد کسی نے آپ کو مسکراتے نہ دیکھا سوا اس دن کے

1. روح البیان
2. سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
3. بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۳۲

جب آپ نے وصال کیا۔ [1]

چنانچہ ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ منگل کی رات کو آپ دار فانی سے دار بقا کو رخصت فرما گئیں بعض کتابوں میں لکھا ہے آپ نے خود ہی اٹھ کر غسل فرمایا نئے کپڑے پہنے اور قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں اور کلمہ شریف پڑھتے ہوئے کوچ کر گئیں اس وقت آپ کی عمر قریباً [illegible] سال تھی۔

آپ کی تجہیز و تکفین اس طرح ہوئی کہ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے وصال کے بعد میری چارپائی یوں ظاہر طور پر اٹھائی جائے۔ (کیونکہ اس طرح میت کا وجود پوری طرح چھپتا نہیں) وہ کہنے لگیں میں آپ کے لیے ایسی چیز بناؤں گی جو میں نے ملک حبشہ میں دیکھی تھی آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ چنانچہ حضرت اسماء نے چند ٹہنیاں منگوائیں اور انہیں کاٹ کر ان کی ڈولی سی بنائی جس کو دیکھ کر وہ مسکرا پڑیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انہیں اس وقت پہلی مرتبہ مسکراتے دیکھا گیا۔ پھر ہم نے آپ کی رات کو تدفین کی۔ (حضرت محمد بن حنیفہ کی بیوی ام جعفر رضی اللہ عنہا اور انہی اسماء بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا)۔

---

۱ حلیۃ الاولیاء جلد دوم صفحہ ۴۳

۲ مدارج النبوت۔

فصل دوم

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل

پہلی فضیلت: خواتین امت کی سردار

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اپنی چال میں رسول اللہ ﷺ کی چال سے بہت مشابہ تھیں۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے وقت وہ آپ کے پاس آئیں جب کہ تمام ازواج رسول آپ کے پاس بیٹھی تھیں اور وہ تمام آپ کے پاس ہی بیٹھی رہتی تھیں۔ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ نے انہیں اشارہ کیا، پھر اپنے قریب دائیں طرف بٹھا لیا اور ان سے سرگوشی فرمائی تو وہ سخت رونے لگیں، پھر آپ نے ان سے دوسری بات کہی تو وہ مسکرانے لگیں۔ میں نے بعد میں ان سے کہا کہ کیا بات تھی؟ وہ کہنے لگیں میں رسول خدا کا بھید نہیں کھول سکتی۔ جب رسول خدا ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے ان سے کہا میرا تم پر جو حق ہے (ماں کے حوالے سے) اس کی وجہ سے بتاؤ وہ کیا بات تھی جو رسول پاک ﷺ نے تم سے فرمائی وہ کہنے لگیں ہاں اب میں بتا سکتی ہوں پہلی مرتبہ آپ نے مجھے بتایا کہ جبرائیل ہر سال مجھ پر پورے قرآن کا معارضہ (دور) کرتے تھے مگر اس سال انہوں نے مجھ سے دو مرتبہ معارضہ کیا ہے میں تو یہی دیکھتا ہوں کہ میرا وصال قریب ہے تو تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا میں تمہارا سب سے بہتر پیش رو ہوں۔ تو میں رونے لگی پھر آپ نے مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ أَمَا تَرْضَيْ أَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ

ترجمہ: اے فاطمہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام مسلمانوں کی عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو؟

تو میں مسکرانے لگی جو تم نے دیکھا (یہ تھا میرے رونے اور مسکرانے کا راز) [1]

پچھلے بخاری شریف کی روایت گزری ہے وہ بھی سیدہ عائشہ ہی سے مروی ہے سیدہ فاطمہ ؓ نے اس وقت اپنے ہنسنے کی وجہ یہ بتائی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھے آکر ملو گی (سب سے پہلے تمہارا وصال ہوگا) تو ممکن ہے نبی اکرم ﷺ نے دونوں باتیں ارشاد فرمائی ہوں حضرت فاطمہ ؓ سب سے پہلے آپ کو ملنا بھی اور ان کا سیدہ خواتین امت ہونا بھی۔ بلکہ مجمع الزوائد کی ایک روایت کے مطابق ترمذی شریف میں حضرت حذیفہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے حذیفہ یہ فرشتہ ابھی آسمان سے اترا ہے اور یہ زمین پر پہلے کبھی نہیں اترا تھا اس نے اللہ سے اجازت لی کہ مجھے آکر سلام کہے اللہ نے اسے اجازت دی اور یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ:

فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

ترجمہ: فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین ؓ تمام جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ [2]

ان احادیث سے معلوم ہوا سیدہ فاطمۃ الزہرا تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہیں۔

حضرت مریم افضل ہیں یا فاطمہ الزہرا ؓ؟

اگر یہ شبہ ہو کہ قرآن میں حضرت مریم ؓ کے بارے میں ہے۔

وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ.

ترجمہ: اے مریم ہم نے تجھے تمام جہانوں کی عورتوں پر چن لیا۔ [3]

اس سے نظر آتا ہے کہ حضرت مریم تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

---

1. مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۹۰ باب فضل فاطمہ ؓ
2. ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ مناقب حسنین ؓ
3. سورۃ آل عمران آیت ۴۲

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے صرف چن لینے کا ذکر فرمایا: وَاصْطَفَاكِ اور چن لینے کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ سارے جہاں میں صرف انہی کو اس امر کے لیے چنا گیا کہ بن باپ کے بیٹا عطا فرمایا یہ تو بڑی فضیلت ہوئی اللہ نے یہ تمہیں فرمایا وَفَضَّلَكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ کہ اے مریم ہم نے تجھے تمام خواتین عالم پر فضیلت دی ہے اور اگر چن لینے کا مطلب فضیلت دینا ہے تو وہ اس زمانہ کے تمام عالمین مراد ہیں جب کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ میں مسلمان خواتین کی سردار ہیں اسی لیے مسلم شریف کی مذکورۃ الصدر حدیث میں سَيِّدَةُ نِسَآءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ کے الفاظ بھی ہیں اس کی مثال یوں ہے کہ بنی اسرائیل کے بارے میں قرآن میں آیا:

وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ [1]

مگر اس سے اس زمانہ کے اہل عالمین مراد ہیں جب کہ مطلقاً رسول اکرم ﷺ کی امت تمام امتوں کی سردار ہے قرآن میں ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اور حدیث میں ہے:

اَنَا خَيْرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتُمْ خَيْرُ الْاُمَمِ

اور چونکہ حضور اکرم ﷺ کی امت سب امتوں سے افضل ہے اور آپ کا زمانہ پچھلے زمانوں سے افضل ہے اس لیے اس امت کے عوام اور خواص سابقہ کے عوام اور خواص سے افضل ہیں اس طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا امت محمدیہ کی خواتین کی سرداری کی حیثیت سے سیدہ مریم سے بھی افضل قرار پائیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا؟

بعض علماء کرام ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام امت مسلمہ کی خواتین کی سردار قرار دیا ہے ان کے دلائل یہ ہیں اللہ فرماتا ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ

ترجمہ: اے نبی ﷺ کی بیویو تم دوسری عورتوں سے کسی کی طرح نہیں ہو (سب سے

---

[1] سورہ بقرہ، آیت ۴۷

افضل ہو) اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔ [1]

اور بلا اختلاف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج رسول ﷺ میں سب سے افضل ہیں اس طرح وہ اس امت کی خواتین کی سردار ٹھہریں۔

۲۔ پھر یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دین کا بیشتر حصہ امت کو ملا اور قرآن میں ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

ترجمہ: فرما دیں کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوتے ہیں۔

یعنی جس کے پاس جتنا علم ہے وہ اتنا افضل ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا علم کے لحاظ سے تمام ازواج رسول ﷺ اور تمام بنات رسول سے کہیں بلند مرتبہ پر فائز ہیں تو قرآن کے اس اصول کے مطابق وہی سب سے افضل قرار پائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عالمہ ہیں اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عابدہ اور عالمہ عابدہ سے درجے میں بلند ہوتی ہے۔

جنت میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول پاک ﷺ کے ساتھ ہوں گی اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے ساتھ تو جو امام الانبیاء کے ساتھ ہو اس کا درجہ دوسروں سے بڑھ کر ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں ان دلائل میں اپنی جگہ ایک وزن ہے اور اسی لیے بعض فقہاء نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ بعض وجوہ میں سیدہ حضرت عائشہ کو فضیلت حاصل ہے اور بعض میں سیدہ فاطمہ زہرا کو جیسے مشہور نظم بدء الامالی میں ہے۔

وللصدیقۃ الرجحان فاعلم علی الزہراء فی بعض الخلال

ترجمہ: اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بعض صفات میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پر ترجیح حاصل ہے تم جان لو۔ [2]

اور شرح بدء الامالی میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بعض فقہاء نے یہاں دلائل سے

[1] سورۃ احزاب

[2] رسالہ بدء الامالی صفحہ ۵

تعارض کی وجہ سے توقف اختیار کیا ہے دونوں میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی۔[1]

تاہم میرے ذہن میں بعض چیزیں آتی ہیں جن کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر جو دلائل پیش کیے گئے ہیں ان کا جواب ممکن ہے۔

پہلی دلیل

یا نساء النبی لستن کاحد من النساء کا معنی یہ بھی لیا گیا ہے کہ اے جماعت نساء النبی یعنی اے گروہ ازواج رسول تم عورتوں کے کسی دوسرے گروہ سے افضل ہو تو تقدیر عبارت یوں ہے یا جماعۃ نساء النبی لستن کاحد من جماعات النساء۔

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ گروہ ازواج النبی کا ہر فرد دیگر جماعات خواتین کے ہر فرد سے افضل ہے کیونکہ یہاں جماعت ازواج النبی کو من حیث الجماعۃ فضیلت دی گئی ہے اس لیے حدیث رسول ﷺ فاطمۃ سیدۃ نساء ھذہ الامۃ سے کوئی تعارض نہ رہا۔[2]

دوسری تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس آیت میں جزوی فضیلت مذکور ہے کیونکہ اس کا آغاز یا نساء النبی سے کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ نساء النبی ہونے کی حیثیت سے وہ ہر دوسری عورت سے افضل ہیں جب کہ مسند شریف کی حدیث مذکورہ میں سیدہ فاطمہ کو فضیلت مطلقہ دی گئی ہے اور جزوی فضیلت کا مطلق فضیلت سے کوئی تعارض نہیں اگر یہ تاویل نہ کی جائے تو لازم آئے گا ہر زوجہ رسول سیدہ فاطمہ سے افضل ہو حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں یہ تاویل خود میری طرف سے ہے ممکن ہے درست ہو۔

دوسری دلیل

علمی فضیلت بھی من حیث العموم ہے وہ بھی کلی فضیلت نہیں اور علم میں سبقت رکھنے والا دین علم میں افضل ہوتا ہے اور آیت مبارکہ قل ھل یستوی الذین یعلمون کا بھی یہی مفاد ہے ممکن ہے وہ مجموعی طور پر مفضول ہو جیسے کئی تابعین علم میں کئی صحابہ کرام سے علمی لحاظ سے افضل تھے

[1] ردمحتار جلد ۳ صفحہ ۹۹ باب الکفاءۃ

[2] روح المعانی ملخصا جز ۲۲ تحت ھذہ الآیہ

جیسے سید التابعین سعید بن مسیب جن سے صحابہ کرام مدد لیتے تھے۔

کئی صحابہ وہ بھی تھے جنہیں صرف ایک بار زیارت نبوی ﷺ نصیب ہوئی اور صرف ایک
حدیثیں ہی مل سکیں جب کہ امت میں لاکھوں حدیثیں حفظ رکھنے والے امام بخاری جیسے محدثین
موجود ہیں مگر ایسے ہزاروں محدثین صحابہ میں سے کسی ادنیٰ سے صحابی کی عظمت تک نہیں پہنچ سکے
اسی طرح سیدہ عائشہ ام المومنین علم میں حضرت فاطمہ زہرا سے بیشک افضل ہیں مگر کثیر احادیث کی
میں سیدہ فاطمہ ؓ کو ان پر مطلق فضیلت حاصل ہے جس میں کوئی قید نہیں (یہ جواب بھی میری طرف
سے ہے)۔

تیسری دلیل

کہ حضرت عائشہ صدیقہ ماں ہیں اور حضرت زہرا بیٹی اور ماں ہمیشہ بیٹی سے افضل ہوتی ہے
میں بھی کچھ کمزوری ہے یہ قاعدہ کلیہ نہیں کبھی بیٹیاں بھی ماؤں سے افضل ہوتی ہیں کیا حضرت مریم
اپنی والدہ سے افضل نہیں؟ کیا حضرت رابعہ بصریہ اپنی والدہ سے افضل نہیں؟ اور حضرت عائشہ
المومنین کی امومیت (ماں ہونا) بھی زوجیت نبویہ پر مبنی ہے وہ امومیت حقیقیہ نہیں وہ صرف
مومنوں کی ماں ہیں اور مومنوں میں ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق ؓ بھی ہیں اور اس نسبت
سے وہ ابوبکر صدیق ؓ سے افضل ہیں مگر صدیق اکبر بالاجماع ساری امت سے افضل ہیں۔

چوتھی دلیل

ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہوں گی اور حضرت فاطمہ علی
کے ساتھ مگر یہ بتاؤ خود حضرت علی کہاں ہوں گے وہ بھی تو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس عظمت اور
میں ہوں گے کہ فرمایا انت اخی فی الدنیا والاخرۃ

دوسری فضیلت۔ آپ سب عورتوں سے بڑھ کر رسول خدا ﷺ کو محبوب تھیں

جمیع بن عمیر کہتے ہیں میں اپنی پھپھی کے ساتھ سیدہ عائشہ ام المومنین ؓ کے پاس
حاضر ہوا میری پھپھی نے ان سے پوچھا ای الناس کان احب الی رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سے

کون رسول خدا ﷺ کو سب سے پیارا تھا قالت فاطمہ ام المومنین نے فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو سب سے پیاری تھیں کہا گیا اور مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا زوجہا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت علی سب سے محبوب تر تھے۔ ۱

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں سیدہ فاطمہ کے لیے بہت عقیدت و محبت تھی اور آپ کے شوہر حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے لیے بھی بہت احترام تھا یعنی تمام اہل بیت اطہار کے لیے بہت عقیدت و محبت تھی جو لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ کے دل میں اہل بیت رسول کے لیے معاذ اللہ حسد تھا وہ سخت گمراہ اور گمراہ کن لوگ ہیں۔

تیسری فضیلت۔ رسول خدا آپ کو دیکھ کر محبت سے کھڑے ہو جاتے

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتی ہیں میں نے فاطمہ بنت رسول ﷺ سے بڑھ کر کوئی انسان ایسا نہیں دیکھا جس کی چال ڈھال اور سیرت نبی ﷺ کے ساتھ سے زیادہ ملتی ہو جب وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے ان کی پیشانی چومتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھا لیتے اور جب رسول اکرم ﷺ ان کے پاس جاتے تو وہ آپ کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور آپ کی پیشانی چومتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھا لیتیں۔ ۲

کیا عظیم قدر و مرتبہ ہے فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جن کے لیے محبوب خدا کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چوتھی فضیلت۔ حضور اپنے سفر کی ابتداء و انتہا بیت فاطمہ پر کرتے تھے:

ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول خدا ﷺ جب کسی غزوہ یا سفر سے لوٹتے تو پہلے مسجد میں آتے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے پھر اپنی ازواج کے ہاں آتے۔ ایک بار جب آپ مسجد سے نکلے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر کے دروازے پر آپ کا استقبال کیا اور آپ رو رہی تھیں فرمایا بیٹی کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے بال غبار آلود ہیں اور کپڑے بھی پھٹے ہوئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بیٹی مت رو۔ اللہ رب العزت نے تمہارے باپ کو عظیم ڈیوٹی

---

۱ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۷ فضل فاطمہ

۲ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۷ باب فضل فاطمہ رضی اللہ عنہا

دے کر بھیجا ہے ایک دن آئے گا کہ روئے زمین پر کوئی بھی گھر نہیں بچے گا جس میں اس دین کی وجہ سے عزت یا ذلت داخل نہ ہو جائے (ماننے والوں کے گھر میں عزت اور منکروں کے گھر ذلت) یہ دین وہاں وہاں پہنچے گا جہاں جہاں رات پہنچتی ہے۔ ¹

پانچویں فضیلت: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے اس کی تکلیف میری تکلیف ہے

حضرت مسور بن مخرمہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو میں نے منبر پر فرماتے ہوئے سنا بے شک بنو ہشام بن مغیرہ مجھ سے یہ اجازت چاہتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں میں انہیں یہ اجازت نہیں دوں گا۔ (یہ تین بار فرمایا) مگر یہ کہ ابن ابی طالب چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے کیونکہ میری بیٹی میرے وجود کا حصہ ہے جو چیز اسے تکلیف میں مبتلا کرے وہ مجھے کمان میں ڈالتی ہے جو چیز اسے ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتی ہے۔ ²

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے حضرت علی نے پیغام نکاح دیا یہ بات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوئی تو وہ رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور بتایا کہ اسماء حضرت علی سے شادی کر رہی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ما کان لها ان تؤذی رسول الله ﷺ اسماء کو یہ حق نہیں ہے کہ رسول خدا ﷺ کو تکلیف دے۔ ³

چھٹی فضیلت، رسول اکرم ﷺ کی نسب آپ سے چلی

پیچھے بھی گزر چکا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے نسب مبارک کی امانت انہوں نے حاصل کی آپ کے بیٹے تو بچپن میں فوت ہو گئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اگر ان میں سے کوئی بڑا ہو کر زندہ رہے تو آپ کے بعد نبی تصور کر لیا جائے اسی لیے اللہ نے آیت ختم نبوت میں فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

1. مستدرک شریف جلد سوم صفحہ ۱۲۹
2. مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۹۰ فضائل فاطمہ رضی اللہ عنہا
3. مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۰۶ مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا

جب کہ آپ کی باقی بیٹیاں بھی سلسلہ نسب کے بغیر فوت ہو گئیں۔ صرف حضرت زینب بنت رسول ﷺ کے ہاں دو بچے ہوئے مگر دونوں بچپن میں فوت ہوئے اس طرح سرکار مدینہ ﷺ کا نسل صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے آگے منتقل ہوا صاحب الاصابہ امام ابن حجر فرماتے ہیں۔ انقطع نسل رسول اللہ ﷺ الا من فاطمہ یعنی رسول اکرم ﷺ کی نسل مبارک حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے واسطے سے باقی اور دوسروں سے منقطع ہوئی۔[1]

کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے باغ فدک چھین لیا تھا؟

شیعہ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے خیبر فتح ہونے پر وہاں سے جو فدک نامی باغ حاصل ہوا وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ ان سے وہ باغ چھین لیا اور جو سیدہ کو ایذاء دے وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دیتا ہے اور آپ کو ایذاء دینے والوں کے لیے اللہ نے فرمایا: ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ اس کے جواب میں ہم یہی کہتے ہیں الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین

شیعوں کے دو متضاد دعوے

ایک طرف شیعہ حضرات کہتے ہیں رسول کریم ﷺ نے آیت وات ذی القربیٰ حقہ کے نزول پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باغ فدک دے دیا تھا۔ دوسری طرف کہتے ہیں یہ باغ رسول کریم ﷺ کی ملکیت تھا اور آپ کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کی وارث تھیں کیونکہ آپ کی باقی ساری بیٹیاں فوت ہو چکی تھیں صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا باقی تھیں اس لیے انہیں کو وراثتاً باغ ملنا تھا جو ابوبکر صدیق نے انہیں نہ دیا ان دونوں دعووں میں کھلا تضاد ہے اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ باغ حیات نبوی میں دے دیا گیا تھا تو پھر وراثت کا کیا معنی وہ تو پہلے ہی حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں تھا اور اگر وراثت میں وہ ان کو ملنا تھا تو پھر حیات نبوی میں انہیں باغ کا مالک بنایا جانا کھلا جھوٹ ٹھہرا اب بتائیے سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں دعوے جھوٹے ہیں حضرت فاطمہ کو یہ باغ نہ تو حیات نبویہ میں دیا گیا نہ انکو وراثت میں ملنا تھا بلکہ رسول اکرم ﷺ اسلامی ریاست کا

---

[1] الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۳۷۷ حرف الفاء

حاکم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے علاقہ خیبر کے مفتوحہ علاقوں کے منتظم تھے آپ وہاں کی آمدن میں سے اپنے اہل بیت منجملہ ازواج مطہرات اور سیدہ فاطمہ اور ان کی فیملی کے روزمرہ اخراجات کے لیے بقدر ضرورت حصہ لے کر باقی سب آمدن اہل اسلام کے غرباء و یتامیٰ اور دیگر مستحقین میں تقسیم فرماتے تھے۔

علاقہ فدک پر لشکر کشی نہیں ہوئی تھی لڑائی کے بغیر صلح کے ساتھ یہ علاقہ یہود خیبر نے نبی اکرم ﷺ کو دیدیا تھا اس لیے شیعوں کی معتبر تاریخ ناسخ التواریخ حالات سیدہ فاطمہ جلد ۲ صفحہ ۱۳ اور **اصول کافی جلد اول صفحہ ۵۴۳ دیکھئے**

اور ایسے علاقے کا حکم اللہ تعالیٰ قرآن میں بیان فرماتا ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۱؎

ترجمہ: اور جو علاقہ اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) کو کفار سے دلوایا تو تم نے اس پر نہ اونٹ دوڑائے ہیں نہ گھوڑے مگر اللہ اپنے رسولوں کو مسلط فرما دیتا ہے جس پر چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو اللہ نے اپنے رسول پر لوٹایا بستیوں والوں سے تو وہ اللہ کے اور اس کے رسول ﷺ کے لیے اور (رسول ﷺ کے) قریبی رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں اور مسکینوں کے لیے۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ فدک کا باغ لڑائی کے بغیر صلح رسول کریم ﷺ کے ہاتھ آیا اس پر لشکر کشی نہیں ہوئی اور جو علاقہ اس طرح فتح ہو اس کا حکم اللہ نے بیان فرمایا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اور رسول کے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور دیگر ضرورت مندان اہل اسلام کے لیے ہے تو کیا رسول اللہ ﷺ نے تمام یتامیٰ و مساکین کو محروم کر کے وہ سب علاقہ اپنی بیٹی کے نام کر دیا تھا؟

۱؎ سورۃ حشر آیت ۶ تا ۷

حق یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس حکم خداوندی کے مطابق باغ فدک میں سے اپنی ازواج، سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور ان کی فیملی اور دیگر اہل بیت کو بقدر ضرورت حصہ دیتے تھے اور باقی غربا و یتامیٰ پر صرف فرماتے تھے جب آپ کا وصال ہوا تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے سمجھا کہ شاید یہ باغ نبی اکرم ﷺ کی ملکیت تھا اور میں بیٹی ہونے کی حیثیت سے آپ کی وارثہ ہوں تو مجھے یہ باغ ملنا چاہیے مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا کہ رسول اکرم ﷺ جس طرح اپنی زندگی میں فدک کے صدقہ میں تصرف فرماتے تھے میں بھی اسی طرح کروں گا اہل بیت رسول اکرم ﷺ کو جو حصہ حیات رسول میں ملتا تھا وہ بدستور ملتا رہے گا جب کہ رسول اکرم ﷺ نے خود فرما دیا کہ ہم گروہ انبیاء کی مالی میراث نہیں ہوتی اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم آپ کی فضیلت سے خوب واقف ہیں آپ جو فیصلہ کریں گے وہ سنت نبوی کے مطابق ہی کریں گے۔[1]

ہم شیعوں سے یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ اگر باغ فدک رسول ﷺ کی میراث کے طور پر سیدہ فاطمہ کو ملتا تھا تو آپ اکیلی وارث کیسے بن سکتی ہیں کیا رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کی بیویاں ہونے کی حیثیت سے آپ کی وارث نہ تھیں؟ پھر ان ازواج مطہرات میں کیا خود ابوبکر صدیق نے اپنی بیٹی یا دیگر ازواج کو تو فدک میں سے حصہ دیدیا تھا اور رسول اکرم ﷺ کی بیٹی کو محروم رکھا؟ نہیں بلکہ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ رسول خدا ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے چاہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجیں کہ فدک میں سے ہمیں وراثت کا حصہ دیا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں سمجھا دیا کہ رسول اکرم ﷺ کی میراث نہیں ہے تو وہ مطمئن ہو گئیں گویا جو سوال حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذہن مبارک میں آیا وہی سوال ازواج مطہرات کے خیال میں بھی پیدا ہوا تھا اور اس کا جواب ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہی دیا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ زہرا کو دیا حضرت مولا علی کا دور خلافت آیا تو سنت صدیقی کے مطابق ہی فدک کے احکام چلتے رہے۔

الغرض ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت سے ذرہ برابر بھی زیادتی نہ فرمائی اور وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

---

[1] بخاری کتاب الخمس

رہا یہ سوال کہ بخاری شریف میں ہے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کو باغ فدک نہ دیا تو وہ غضبناک ہو گئیں اور مرتے دم تک ان سے بات نہ کی تو ہم عرض کرتے ہیں کہ اصل یہ بات راوی کی اپنی غلط فہمی کا نتیجہ ہے امام زہری نے حضرت عروہ بن زبیر کے واسطے سے سیدہ عائشہ سے یہ حدیث روایت کی آگے امام زہری سے ان کے تین شاگرد صالح، شعیب اور معمر نے ان روایتوں میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں شعیب اور صالح کی روایت بخاری میں ہے[1] اور معمر کی ابوداود میں۔[2]

صرف صالح کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سیدہ غضب ناک ہوئیں باقی کسی روایت میں نہیں دوسری روایتوں میں صرف یہ الفاظ ہیں کہ سیدہ فاطمہ نے اس بارہ میں دوبارہ کلام نہ کیا جس سے صالح نے سمجھ لیا کہ حضرت سیدہ نے غضب ناک ہو کر اس بارہ میں بات چھوڑ دی مگر کسی روایت میں سیدہ فاطمہ کے اپنے الفاظ ایسے کہیں بھی نہیں کہ انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غضب ناک ہو کر یہ سخت الفاظ کہے ہوں تو راوی کو کیسے پتہ چل گیا کہ غضب ناک ہوگئی تھیں غضب یا خوشی تو دل کا معاملہ ہے وہ راوی تک کیسے پہنچی پھر یہ حدیث حضرت ابوہریرہ اور ابوطفیل رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام سے بھی مروی ہے اور کسی میں سیدہ کا غضب ناک ہونا مذکور نہیں۔[3]

---

1. دیکھیے بخاری جلد اول ۵۲۶۔
2. ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۱۵۸
3. دیکھیے مسند احمد حنبل ترتیب فقہی جلد ۲۱ صفحہ ۳۵۳ اور فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۵۱

باب سوم

مناقب حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ

فصل اول:

آپ کے مختصر احوال زندگی

آپ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی پر جو کچھ صاحب استیعاب علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے وہ جامع و مانع ہے اگر چہ اس کے بعض حصوں سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس جگہ اسی کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔ جن مقامات پر ہمیں اختلافات ہوں گے ان پر بعد میں وضاحت لکھ دی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

ولادت

آپ ہجری ۳ میں نصف رمضان کو پیدا ہوئے یہی روایت صحیح ترین ہے۔ آپ کی ولادت کے ساتویں روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں دنبہ ذبح فرمایا: سر منڈوایا اور بالوں کا چاندی سے وزن کر کے وہ چاندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صدقہ کی گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب حسن پیدا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا: حرب (جنگجو) فرمایا: بَلْ هُوَ حَسَن نہیں اس کا نام حسن ہے۔ جب حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو فرمایا تم نے کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا حرب فرمایا نہیں اس کا نام حسین رضی اللہ عنہ ہے۔ پھر جب تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر یہی پوچھا میں نے پھر حرب نام بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس کا نام محسن ہے۔ اسد الغابہ میں اتنا زیادہ

ہے کہ فرمایا کہ میں نے حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں شبر، شبیر اور مشبر کے ناموں پر یہ نام رکھے ہیں (یعنی حسن، حسین اور محسن)

آپ سے رسول کریم ﷺ کو والہانہ پیار تھا آپ کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ اُخروی فائدے کے لئے دنیوی حکومت ترک کر دی اور فرمایا جب سے میں نے نفع و نقصان کی سوجھ بوجھ حاصل کی مجھے یہ بات کبھی اچھی نہیں لگی کہ کسی ایک شخص کا خون کر کے امت محمدیہ پر حکومت حاصل کروں۔

آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گرمحاصرہ کے ایام میں ان کی سب سے زیادہ مدد کی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت

جب آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید کر دیئے گئے تو چالیس ہزار افراد نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی انہی چالیس ہزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ان کی شہادت سے قبل بیعت کی تھی اور ان سے بڑھ کر وہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے محبت و اطاعت کرنے والے تھے اس کے بعد آپ تقریباً سات ماہ عراق میں بطور خلیفۃ المسلمین رہے۔ عراق، حجاز اور خراسان یہ سب علاقہ آپ کے زیر نگیں تھا پھر آپ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابلہ میں نکلے (کوفہ کے قریب) مقام مسکن پر دونوں لشکر ایک کے مقابل صف آرا ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے اندازہ کیا کہ کوئی لشکر دوسرے پر اس وقت تک غالب نہیں آسکتا جب تک اس کی اکثریت کو تہ تیغ نہ کر ڈالے آپ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آپ رضی اللہ عنہ انہیں حکومت سپرد کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ حجاز عراق کے کسی شخص سے کوئی ایسی چیز نہیں مانگیں گے جو اس کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہے (یعنی اہل حجاز و عراق کو جان و مال کا تحفظ ملے گا) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کمال خوشی سے جواب دیا کہ درست ہے البتہ دس آدمیوں کو معافی نہیں دی جائے گی۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے دوبارہ انہیں خط دیا کہ ہر شخص کو تحفظ دینا ہوگا تو انہوں نے کہا کہ میں نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ قیس بن سعد کی زبان اور ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے پھر خط لکھا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ قیس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے تو میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کروں گا، تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سادہ کاغذ بھیجا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس پر جو چاہیں لکھ دیں مجھے منظور ہوگا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے تب صلح قبول کر لی اور شرط رکھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

نے وصال کے بعد اگر آپ رضی اللہ عنہ زندہ ہوئے تو خلافت آپ رضی اللہ عنہ کو لوٹا دی جائے گی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ شرط قبول کر لی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اب اہل کوفہ کی شرکت ختم ہو گئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ چالیس ہزار افراد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی (اور انہیں چالیس ہزار نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بھی بیعت کی) قسم بخدا یہ اس وقت تک قتل نہ ہو نگے جب تک اتنی تعداد میں اہل اسلام قتل نہ ہو جائیں۔ پھر ان کے بعد زندگی میں کچھ خیر نہ رہے گی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنا

ابن سوذب کہتے ہیں شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حسن رضی اللہ عنہ اہل حجاز وعراق کے ساتھ لڑائی کے لیے نکلے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل شام کے ساتھ۔ دونوں کا سامنا ہوا امام حسن رضی اللہ عنہ نے قتال پسند نہ کیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس شرط پر بیعت قبول کر لی کہ ان کے وصال کے بعد خلافت آپ کو لوٹا دی جائے گی تو آپ کے ساتھیوں نے سخت برا منایا اور کہا یا عار المومنین اے مومنوں کے لیے وجہ شرمندگی (معاذ اللہ) آپ نے فرمایا: العار خیر من النار عار نار سے بہتر ہے۔

ابو غریف کہتے ہیں میں لشکر امام حسن رضی اللہ عنہ کے مقدمہ میں تھا۔ ہم بارہ ہزار تھے ہماری تلواروں سے لڑائی کی حرص کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ہم اہل شام کو نگل جانے والے تھے اچانک ہمیں امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کی خبر ملی تو غم وغصہ سے ہماری کمر ٹوٹ گئی۔ جب صلح کے بعد آپ کوفہ آئے تو ایک بوڑھے شخص سفیان بن ابی لیلی نے آپ سے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُذِلَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اے مومنوں کی تذلیل کرنے والے آپ پر سلام ہو (معاذ اللہ) آپ نے فرمایا میں مومنوں کو رسوا کرنے والا نہیں ان کی جان بچانے والا ہوں۔ مجھے حکومت کے لیے مومنوں کا قتل گوارا نہیں۔

شرجیل ابن سعد کہتے ہیں امام حسن رضی اللہ عنہ نے آٹھ ماہ حکومت کی۔ پھر ۴۰ ھ میں مغیرہ بن شعبہ نے لوگوں کو حج کروایا (امیر الحج بنے حالانکہ حجاز پر امام حسن کی حکومت تھی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے) امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۴۱ھ جمادی الاول کے نصف میں امیر معاویہ کو حکومت سپرد کی۔

شعبی کہتے ہیں جب امام حسن رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح ہوئی تو امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ اٹھ کر خطبہ دیں اور سارا ماجرا لوگوں کو بتائیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر خطبہ دیا اور فرمایا اللہ کے لیے حمد ہے جس نے تمہارے پہلے لوگوں کو ہم اہل بیت کے ذریعے ہدایت دی اور تمہارے پچھلے لوگوں کو ہمارے ذریعے ہلاکت سے بچایا۔ یاد رکھو تم میں سے دانا وہ ہے جو متقی ہے اور سب سے عاجز وہ ہے جو فاسق ہے یہ حکومت جس میں میں نے اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا میں اس کا زیادہ حق دار ہوں یا معاویہ رضی اللہ عنہ زیادہ حق دار ہے۔ ہم نے یہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے ہمیں امت محمدیہ کا خون زیادہ عزیز ہے پھر آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ کیا خبر یہ معاملہ تمہارے لیے آزمائش اور چند دن کی عیش ہو یہ کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے۔

آپ کا وصال

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کب ہوئی اس میں اختلاف ہے ۵۰ یا ۵۱ ہجری میں۔ بہر حال آپ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں واصل بحق ہوئے اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ سعید بن العاص نے جو اس وقت امیر مدینہ تھے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں امامت کی اجازت دی اور فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی (کہ حاکم ہی جنازہ پڑھاتا) تو میں تجھے آگے نہ بڑھنے دیتا۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو ان کے حجرہ میں رسول اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ کیونکہ خود امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں حضرت ام المومنین سے اس کا سوال کیا تھا مگر آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد مروان اور دیگر بنو امیہ نے ایسا نہ کرنے دیا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے جبکہ آپ اپنی موت وحیات کی جنگ لڑ رہے تھے آپ نے فرمایا اے میرے بھائی مجھے تین بار زہر دیا گیا مگر جتنا تیز زہر اب دیا گیا اتنا تیز زہر پہلے کبھی نہیں دیا گیا تھا۔ میرا جگر کٹ کر نکل رہا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا کیا تم انہیں قتل کرو گے؟ پھر فرمایا نہیں میں انہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

(اس سے معلوم ہوتا ہے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والا ایک شخص نہیں ایک سے زائد لوگ تھے

ممکن ہے بنوامیہ کے بعض بد بخت ہوں جنہوں نے محض اپنی شقاوت قلبی کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنی مرضی سے آپ کو زہر دی ہو۔ تاکہ آئندہ ان کے خاندان کو کوئی مشکل نہ رہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کوفیوں نے آپ کو زہر دیا ہو جن کو یہ شدید صدمہ تھا کہ آپ نے حکومت امیر معاویہ کے سپرد کیوں کردی) شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چھیالیس برس تھی۔

آپ کی تدفین

متعدد طرق سے یہ روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بھائی جب رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا تو والد گرامی رضی اللہ عنہ نے حکومت کی خواہش کی مگر اللہ نے اسے آپ سے دور کر دیا۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی۔ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو انہوں نے پھر اس کی خواہش کی مگر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت چھ رکنی کمیٹی بنادی اور انہیں اس میں شامل کیا۔ تب انہیں یقین تھا کہ خلافت انہیں کو ملے گی مگر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ملی۔ حضرت عثمان غنی کی شہادت پر ان کی بیعت کی گئی مگر اس کے بعد اس سے خلافت میں تنازع شروع ہو گیا۔ انہوں نے تلوار چلائی مگر وہ اطمینان سے خلافت نہ کر سکے۔ خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ ہم اہل بیت میں نبوت اور خلافت دونوں جمع ہوں گی (یعنی ہم خاندان نبوت ہیں۔ ہمارے لیے یہی بڑا اعزاز ہے خلافت ہمیں ملتی نظر نہیں آتی نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے) مجھے یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ جاہل اہل کوفہ تمہیں پھسلائیں اور تمہیں (طلب خلافت کے لیے) گھر سے نکالیں۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر فوت ہو جاؤں تو ان کے حجرے میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ دفن کیا جاؤں انہوں نے مجھے ہاں کہہ دیا تھا۔ شاید حیا کے مارے کہہ دیا ہو۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو تم ان سے دوبارہ یہ مطالبہ کرنا اگر وہ خوشی سے مان جائیں تو بہتر ہے مگر میرا خیال ہے کہ لوگ تمہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان سے جھگڑا نہ کرنا اور مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا جو لوگ وہاں مدفون ہیں ان کی زندگی نمونہ ہے

آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے یہی مطالبہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نعم و کرامتہا بڑی کرامت کیساتھ۔ مروان کو پتہ چلا تو اس نے

کہا کہ تم سب جھوٹ کہتے ہو بخدا وہ وہاں دفن نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن نہ ہونے دیا اور اب حسن رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کہہ کر امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اسلحہ اٹھالیا مروان نے بھی لڑائی کی تیاری کر لی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی کہنے لگے۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہونے نہیں دیا جا رہا؟ خدا کی قسم وہ رسول پاک ﷺ کے بیٹے ہیں۔ پھر وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور قسم دلا کر کہا کہ کیا آپ کے بھائی نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ لڑائی کا ڈر ہو تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ آخر وہ راضی ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ جنت البقیع لے جایا گیا۔ بنو امیہ میں سے آپ کے جنازہ میں سعید بن العاص کے سوا کوئی شامل نہ ہوا۔ وہ اس وقت حاکم مدینہ تھے۔ انہیں خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے آگے کیا اور فرمایا یہی سنت ہے۔ اس کے بعد آپ کو اپنی والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ [1]

آپ رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا تھا

یہ بات آج معمہ ہے۔ مشہور یہی ہے کہ آپ کی بیوی (جعدہ بنت اشعث) نے زہر دیا تھا مگر اس نے خود دیا یا کسی کے کہنے پر دیا کچھ پتہ نہیں۔ آپ سے پوچھا گیا مگر آپ نے بتایا نہیں۔ مگر اب کچھ ناہنجار و بداطوار لوگ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں مگر ان کے پاس کچھ دلیل نہیں ہے۔ یہ کہہ دینا کہ فلاں فلاں کتاب میں لکھا ہے قتادہ نے کہا یا فلاں نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دیا ہے۔ سخت بے اصل و بے بنیاد دلیل ہے۔ اولاً ایسی روایتوں کا کوئی سر و پا نہیں ان کی کوئی سند نہیں۔ ہوائی بات ہے۔ ثانیاً عقلاً بھی ان کی کچھ حیثیت نہیں۔ جب خود امام حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھے جانے کے باوجود کچھ نہیں بتایا تو قتادہ یا کسی اور کو کس نے بتا دیا؟ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں بعض نے روایت کیا کہ یزید بن معاویہ نے آپ کو زہر دلوایا مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ وعدم صحته عن ابیه معاویه بطریق اولیٰ اور اس کے باپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس کی عدم صحت زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ [2]

---

[1] استیعاب جلد اول از صفحہ ۳۲۹ تا ۳۷۸

[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۴۳ ذکر ۴۹ھ

فصل دوم

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل

آپ کی فضیلت میں احادیث نبویہ:

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے ارشاد فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ [۱]

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں دن کے کسی پہر نبی ﷺ کے ساتھ باہر نکلا آپ ﷺ مجھ سے بات نہیں کر رہے تھے نہ میں آپ ﷺ سے کوئی عرض کر رہا تھا۔ تا آنکہ سوق بنی قینقاع آ گیا وہاں سے آپ ﷺ واپس لوٹے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور فرمایا کیا یہاں چھوٹا بالکا (پیارا بچہ) ہے؟ کیا یہاں چھوٹا بالکا ہے؟ یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔ ہم نے سوچا شاید ان کی والدہ انہیں تیار کر رہی ہیں تاکہ نہلا دھلا کر کپڑے پہنا کر بھیجیں۔ اتنے میں حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آ گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اور انہوں نے آپ ﷺ کو باہم چمٹا لیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر رکھ اور جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ [۲]

۳۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو کندھے پر بیٹھا رکھا تھا اور فرماتے تھے اے اللہ میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اس سے دوستی رکھ۔ [۳]

۱۔ مسلم شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۲۸۲
۲۔ مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۸۲
۳۔ بخاری شریف اول صفحہ نمبر ۵۳۰

۴۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا

إِبْنِي هٰذَا سَيِّدٌ يُصْلِحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ

ترجمہ: یہ میرا بیٹا حسن سید ہے اللہ اس کے ہاتھوں پر دو گروہوں کے درمیان صلح فرمائے گا۔

۵۔ حضرت سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث یوں مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز تھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پہلو میں تھے آپ ﷺ ایک نظر لوگوں کو دیکھتے ایک نظر حسن رضی اللہ عنہ کو اور فرماتے:

إِبْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ يُصْلِحُ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سید ہے اور شاید اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کروا دے۔[2]

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِالنَّبِيِّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ.

کوئی شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر رسول اکرم ﷺ سے ہم شکل نہیں تھا۔[3]

۷۔ عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے دیکھا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا ہے اور (شاعرانہ انداز میں) کہہ رہے ہیں۔ بِأَبِي شَبِيهٌ بِالنَّبِيِّ لَيْسَ شَبِيهٌ بِعَلِيٍّ مجھے اپنے باپ کی قسم، یا میرا باپ قربان اے حسن تو نبی کریم ﷺ سے مشابہ ہے علی سے تو مشابہ نہیں حضرت عقبہ کہتے ہیں وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق کی بات سن کر مسکرا رہے تھے۔[4]

---

1. ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۸
2. بخاری شریف جلد اول ۵۳۰ مناقب حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ
3. بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۳۰
4. بخاری شریف جلد اول ۵۳۰

فصل سوم

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اخلاقِ حمیدہ

آپ کی عبادت

البدایہ والنہایہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے اوصاف خمسہ درج کیے جاتے ہیں۔ اور یہ اوصاف حمیدہ ہی کسی آدمی کی حقیقی فضیلت ہوتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں صبح کی نماز ادا کرتے اور اس وقت تک عبادت میں مشغول رہتے جب سورج نکل آتا۔ اس کے بعد بزرگ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بیٹھتے اور دینی مسائل پر گفتگو ہوتی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پچیس مرتبہ پیدل حج بیت اللہ ادا کیا۔ بخاری شریف میں تعلیقاً مروی ہے کہ آپ نے پیدل چل کر حج کیا حالانکہ اونٹنیاں آگے آگے چل رہی تھیں۔ آپ فرماتے تھے مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ میں اس کے گھر میں جاتا ہوں اور پیدل نہ چلتا ہوں۔ بعض مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ میں پوری سورۃ ابراہیم تلاوت فرما دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ روزانہ سونے سے قبل سورہ کہف پڑھ کر سویا کرتے۔ (جو آدھے پارے سے زائد ہے) سورہ کہف ایک تختی پر لکھی تھی وہ تختی آپ اپنے ساتھ رکھتے۔ جس بھی زوجہ کے پاس جاتے وہ ساتھ ہوتی۔ آپ اپنے بستر پر بیٹھ کر سونے سے قبل اسے پڑھ لیتے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ تین مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال تقسیم کر دیا اور دو مرتبہ تو اپنی مملوکہ چیزوں سے مکمل تہی دست ہو گئے۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں بسا اوقات آپ ایک آدمی کو ایک لاکھ درہم دے ڈالتے۔ ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے سنا ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھا دعا مانگ رہا تھا اے اللہ اسے دس ہزار درہم کا مالک بنا دے آپ رضی اللہ عنہ اسی وقت اٹھے گھر گئے اور اسے

اتنی رقم بھجوا دی۔ روایت کیا جاتا ہے کہ ایک بار آپ علیہ السلام نے ایک سیاہ رنگ غلام کو دیکھا جو روٹی کھا رہا تھا ایک لقمہ وہ اپنے منہ میں ڈالتا اور ایک قریب بیٹھے ہوئے کتے کے منہ میں آپ علیہ السلام نے پوچھا تم ایسا کیوں کر رہے ہو کہنے لگا مجھے حیا آتی ہے کہ میں خود کھاؤں اور اسے نہ کھلاؤں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہیں ٹھہرنا میرا انتظار کرنا میں ابھی آتا ہوں آپ علیہ السلام اس غلام کے آقا کے پاس گئے اور اسے اس سے خرید لیا اور وہ جگہ بھی خریدی جہاں وہ غلام بیٹھا تھا پھر آپ علیہ السلام نے اسے آزاد کر دیا اور وہ جگہ بھی اس کے ملک کر دی۔

آپ کی کثرت ازواج کی حکمت

آپ علیہ السلام نے بہت شادیاں کیں اس میں فضیلت کا ایک پہلو ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ چار آزاد عورتیں آپ علیہ السلام کے نکاح میں ہمیشہ رہتی تھیں۔ آپ علیہ السلام طلاق بھی بہت دیتے تھے ساتھ بطور احسان بھی بہت دیتے تھے۔ (گویا یہ بھی غریب پروری کا ایک انداز تھا آپ علیہ السلام غریب لوگوں میں شادی کر کے جہاں انہیں خاندان نبوت میں رشتہ داری کی عظیم نسبت سے نوازتے اور معاشرے میں ان کا مقام بلند کرتے تھے وہاں انہیں احسان کی صورت میں مالی تعاون بھی بڑی فیاضی اور کثرت سے عطا فرماتے تھے)۔

مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے ستر کنواری عورتوں سے نکاح فرمایا۔ مذکور ہے کہ ایک دن آپ نے دو عورتوں کو بیک وقت طلاق دی۔ ایک بنی اسد سے تھی اور ایک بنی فزارہ سے۔ اور ہر ایک کو دس ہزار درہم اور شہد کے کپی برتن بھیجے اور غلام سے کہا کہ ذرا سننا کہ دونوں کیا کہتی ہیں۔ فزاریہ نے کہا اللہ ان کو جزائے خیر دے اور مزید دعائیں دیتی رہی۔ اسدیہ نے کہا بچھڑ جانے والے محبوب کی طرف سے یہ چھوٹا سا تحفہ ہے۔ آپ نے اسدیہ سے رجوع فرمالیا اور فزاریہ کو رہنے دیا۔

حضرت علی علیہ السلام اہل کوفہ سے فرماتے لَا تُزَوِّ جُوْهُ فَاِنَّهٗ مِطْلَاقٌ اس سے نکاح نہ کرو یہ طلاق بہت دیتا ہے۔ تو بنی ہمدان کے ایک آدمی نے کہا وَاللّٰهِ لَنُزَوِّجَنَّهٗ فَمَا رَضِيَ اَمْسَكَ وَمَا كَرِهَ طَلَّقَ بخدا ہم ان سے (اپنی عورتیں) ضرور بیاہیں گے جو نہیں پسند آئے رکھ لیں اور جو نہ آئے طلاق دے دیں (گویا اہل کوفہ آپ علیہ السلام سے اپنی لڑکیاں بیاہنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے نکاح فرمایا اور اسے سو لونڈیاں دیں۔ ہر لونڈی کے پاس ایک ہزار درہم تھا (گویا سو لونڈیاں اور ایک لاکھ درہم حق مہر عطا فرمایا) یاد رہے کہ جو عورتیں بار بار نکاح کرتی تھیں وہ انتہائی باخدا ہوتی تھیں آپ کی طلاق کے بعد پوری زندگی اللہ اللہ کرتے گزار دیتیں انہیں فخر ہوتا تھا کہ روز قیامت ہم خاندان نبوت سے ایک خصوصی تعلق کے ساتھ اٹھیں گی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا حلم

آپ رضی اللہ عنہ کی بردباری بھی آپ رضی اللہ عنہ کے علم وفضل کی طرح معروف تھی۔ مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں مروان رو رہا تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا آج تم ان پر رو رہے ہو کل تک تم انہیں تکلیفیں دیتے رہے مروان کہنے لگا میں جس انسان سے وہ معاملہ کرتا تھا اس کا حلم اس پہاڑ سے بھی زیادہ تھا اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ محمد بن سعد کہتے ہیں امام حسن رضی اللہ عنہ اور مروان کے درمیان خصومت تھی۔ مروان امام حسن رضی اللہ عنہ سے سخت بولنے لگا جب کہ آپ خاموش تھے۔ مروان نے آپ کے دائیں ہاتھ پر تھوک دیا۔ آپ نے اسے فرمایا تم پر افسوس ہے تم جانتے نہیں کہ دائیں ہاتھ منہ دھونے اور بایاں شرمگاہ دھونے کے لیے ہے؟ اف ہے تم پر۔ تو مروان خاموش ہو گیا (یعنی آپ نے سخت سے سخت لفظ صرف "اف" کہا) دراصل آپ رضی اللہ عنہ کی نرمی بے حد تھی جذبہ انتقام کا شائبہ تک نہ تھا۔ اسی سے آپ نے حکومت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کر دی۔ اسی لئے آپ میں تحمل کا مادہ بھی بے پناہ تھا۔

نتیجہ

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر گفتگو کے آخر میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ بیعت کر کے بتا دیا کہ وہ ان کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ آج جو لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی اور جہنمی قرار دیتے ہیں اور خود کو اہل سنت بھی سمجھتے ہیں وہ حقیقتاً اہل سنت سے نکلے ہوئے ہیں اور گمراہی میں مبتلا ہیں ہم ان سے پوچھتے ہیں کیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نواسہ رسول ﷺ نے (معاذ اللہ) ایک جہنمی کی بیعت کی تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف ضرور کیا تھا

مگر وہ مجتہد تھے۔ ان کی غلطی اجتہادی تھی۔ آپ کہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ
جو دندناتے پھرتے ہیں انہیں قرار واقعی سزا کیوں نہیں دیتے؟ جب تک وہ انہیں سزا نہیں
گے میں بیعت نہیں کروں گا بہر حال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس خیال اور رائے میں غلطی تھی
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیتے تو ممکن تھا ان کو اتنی قوت مل جاتی کہ وہ ان قاتلوں کو سزا دے
الغرض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی تھی۔ یہی امام غزالی، مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث
امام ابن کثیر، امام ابن حجر اور دیگر محدثین امت اور ائمہ دین کا فیصلہ اور عقیدہ ہے۔ تفصیل
میرے والد صاحب علامہ محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ" پڑھیں۔ حضور
پاک شہنشاہ بغداد اور حضور داتا گنج بخش قدس سرہما العزیز، حضور پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور اعلیٰ
فاضل بریلوی اور صاحب بہارِ شریعت سب کا یہی عقیدہ ہے۔

باب چہارم

مناقب سید الشہدا حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

پچھلے باب کی طرح یہاں بھی ہم پہلی فصل میں امام عالی مقام سید الشہدا حضرت امام حسین ...ات زندگی بیان کریں گے جس میں واقعہ کربلا کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ اس واقعہ کی ...ت کا یہ عالم ہے کہ اس کی بنیاد پر اموی خاندان ان کی ایک سو سالہ خلافت کا آفتاب ڈوب گیا اور چھ ...لافت عباسیہ نے جنم لیا۔ اس واقعہ کو آج تک اہل ایمان بھلا نہیں سکے اور جب بھی ماہ محرم آتا ...ل اسلام کے دلوں میں شہادت نواسہ رسول ﷺ کا زخم تازہ ہو جاتا ہے آنکھیں برسنے لگتی ہیں ...قیامت برستی رہیں گی۔ اور اس کے بعد دوسری فصل میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل و ...امد بیان کیے جائیں گے۔

فصل اول

سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے احوال زندگی

...دت باسعادت

آپ ۴ ھ ۵ شعبان المعظم کو دنیا میں تشریف لائے۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ... حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر ...یک طہر گزرا۔ اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی رحم مادری میں جلوہ گری ہوگئی۔ ولادت ...اور استقرار حمل حسین بن علی رضی اللہ عنہ میں صرف پچاس دن کا وقفہ تھا۔ (الاستیعاب)

سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا بنت حارث (حضرت عباس رضی اللہ عنہ عم رسول ﷺ کی بیوی) کہتی ہیں کہ

رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں عرض کیا یارسول اللہ میں نے آج رات بڑا خوفناک خواب دیکھا ہے فرمایا کیا دیکھا ہے؟ کہنے لگیں وہ خواب بہت پریشان کن ہے۔ فرمایا پھر بھی وہ بیان کریں۔ کہا میں نے دیکھا کہ جیسے آپ ﷺ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری جھولی میں ڈال دیا گیا۔ نبی ﷺ نے سن کر فرمایا: رَأَيْتِ خَيْراً تَلِدُ فَاطِمَةُ إِنْ شَاءَ اللهُ غُلَاماً يَكُونُ فِي حِجْرِكِ یعنی تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے فاطمہ ؓ ان شاء اللہ ایک بیٹے کو جنم دیں گی اور وہ تمہاری گود میں آئے گا۔

چنانچہ سیدہ فاطمہ ؓ خاتون جنت نے حضرت حسین ؓ کو جنم دیا اور ام فضل ؓ کی گود میں ڈال دیا۔ حضرت ام فضل ؓ فرماتی ہیں کہ پھر ایک روز میں نے دیکھا رسول اکرم ﷺ کی آنکھیں برس رہی تھیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ﷺ کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّتِي سَتَقْتُلُ ابْنِي هٰذَا میرے پاس جبریل ؑ آئے اور مجھے بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے (امام حسین ؓ) کو قتل کرے گی۔

میں نے پوچھا کیا آپ ﷺ کی امت اس بچے کو قتل کرے گی؟ فرمایا ہاں، اور جبریل اس جگہ کی سرخ مٹی بھی میرے پاس لائے جہاں اسے قتل کیا جائے گا۔[1]

روایات میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ حضرت امام حسین ؓ کی ولادت کے بعد سیدہ فاطمہ ؓ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ چنانچہ امام حسین ؓ کو لا کر آپ ﷺ کی گود میں رکھا گیا آپ ﷺ نے ان کا منہ کھول کر اس میں اپنی زبان مبارک ڈالی اور اپنا لعاب دہن دیا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضرت حسین ؓ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک یوں چوس رہے تھے جیسے کوئی کھجور کو منہ میں رکھ کر چوستا ہے۔[2]

جبکہ متعدد احادیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ اکثر اپنی زبان مبارک حضرت حسین ؓ کے منہ میں رکھ دیتے۔ دو حدیثیں ملاحظہ ہوں:

1. مشکوٰۃ شریف کتاب المناقب بحوالہ بیہقی فی دلائل النبوۃ مع حاشیہ طیبی جلد ۱۱ صفحہ نمبر ۳۰۱
2. ابن اثیر

۱۔ حضرت یعلیٰ عامری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ایک دعوت طعام پر گئے جب آپ ﷺ نے وہاں قدم رنجہ فرمایا تو حضرت حسین بن علی علیہ السلام بچوں کے ساتھ وہاں کھیل رہے تھے نبی ﷺ نے انہیں پکڑنا چاہا تو وہ بچنے میں ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ رسول کریم ﷺ بھی انہیں بھگانے اور ہنسانے لگے تا آنکہ آپ ﷺ نے انہیں پکڑ لیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ ان کے سر کے پیچھے اور دوسرا ہاتھ انکی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور ان کے منہ میں اپنا منہ رکھ دیا اور فرمایا:

اَلْحُسَیْنُ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ اَحَبَّ اللّٰهُ حُسَیْنًا حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ

ترجمہ: یعنی حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں۔ اور جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھتا ہے اور حسین رضی اللہ عنہ میری نسلوں میں سے ایک نسل ہے۔ [۱]

۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں جب بھی حسین علیہ السلام کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھیں بھر آتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روز رسول اکرم ﷺ گھر سے نکلے تو مجھے مسجد میں بیٹھا دیکھا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے سہارے چلنے لگے۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا۔ ہم بنو قینقاع کے بازار میں چلے گئے وہاں آپ ﷺ گھوم پھر کر واپس مسجد میں تشریف لے آئے اور فرمایا اس چھوٹے اور پیارے بچے (بالکے) کو میرے پاس لاؤ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ لڑکھڑاتے ہوئے آپ ﷺ کی جھولی میں گر پڑے پھر انہوں اپنا ہاتھ آپ ﷺ کی داڑھی شریف میں ڈالا نبی ﷺ نے ان کا منہ کھولا اور اپنی زبان ان کے منہ میں ڈال دی اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ اے اللہ میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ۔ [۲]

اندازہ فرمائیں جس کو گھٹی لعاب دہن رسول اللہ ﷺ سے پلائی گئی ہو اور پھر جس نے بارہا

۱۔ مستدرک للحاکم جلد ۳ صفحہ ۱۵۹ فضائل حسین ابن علی رضی اللہ عنہما

۲۔ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۹۵ باب مذکور

لعاب رسول ﷺ چوسا ہو اس کی عظمتوں کا کیا کہنا۔ یہ لعاب حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لگا تو آنکھ ٹھیک ہو گئی۔ کھاری کنویں میں پڑا تو وہ پانی میٹھا ہو گیا۔ وہ لعاب مبارک حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ بطور غذا استعمال رہا تو ان کا جسم کتنی برکتوں کا حامل ہو گیا ہو گا۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے پر ان کے کان میں اذان بھی خود سید المرسلین ﷺ نے دی چنانچہ حضرت عبید اللہ بن ابی رافع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان فرمائی جب انہیں سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جنم دیا۔ [1]

اس طرح ان کی پیدائش پر آقائے دو عالم ﷺ نے انکا عقیقہ فرمایا اور سر کے بال اتروائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر خدا روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے سیدہ فاطمہ کو حکم فرمایا کہ حسین رضی اللہ عنہ کی حجامت کرواؤ اور بالوں کا وزن کر کے اتنی چاندی خیرات کر دو۔ [2]

امام حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن مبارک

آقائے کائنات ﷺ کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیں سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے جب کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دودھ پلا رہی تھی آپ ﷺ نے ان کو میری گود سے اٹھا لیا انہوں نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ میں نے اپنے ہاتھ تیزی سے ان کی طرف بڑھائے (یعنی لپک کر انہیں پکڑنا چاہا) آپ ﷺ نے فرمایا: لَا تَزْرِمِیْ ابنی میرے بیٹے کو تکلیف مت دو اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا کپڑا پانی سے دھو لیا۔ [3]

اندازہ فرمائیں قارئین کرام اگر نبی اکرم ﷺ کو یہ بات گوارہ نہیں کہ کوئی آپ ﷺ کے نواسہ حسین رضی اللہ عنہ کو زور سے پکڑے تو سوچیئے جب ان کے گلے پر خنجر چلایا گیا ان کے جسم نازنین پر

---

[1] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۹۷

[2] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۹۷

[3] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۹۸

گھوڑے دوڑائے گئے انکے سر اقدس کو نیزے پر اٹھایا گیا اس وقت مکین گنبد خضریٰ کے قلب انور پر کیا گزری ہوگی آخر اس کی کیا وجہ تھی کہ رسول کریم ﷺ کو اس نواسے سے اتنا پیار تھا یہ بات تھی کہ اللہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی ان کی شہادت کی خبر بھی اپنے نبی ﷺ کو فرما دی تھی۔ چنانچہ حضرت سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں گود میں اٹھایا۔ تھوڑی دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ آپ ﷺ کی چشمان مبارک سے آنسو برسنے لگے میں دیکھ کر گھبرا گئی۔ عرض کیا یا رسول اللہ کیا ماجرا ہے آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ میرے لخت جگر کو میری امت قتل کرے گی۔ میں نے عرض کیا کیا آپ کی امت آپ کے اس پیارے بیٹے کو قتل کرے گی؟ فرمایا ہاں اسی پیارے بیٹے کو قتل کرے گی اور جبریل علیہ السلام میرے پاس اس قتل گاہ کی مٹی بھی لے کر آئے ہیں۔ [1]

اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے تھے ہم اہل بیت کو جب کہ ہم کثیر تعداد میں تھے اس بارے میں کوئی شک نہ تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مقام طف (کربلا) میں شہید کئے جائیں گے۔ [2]

اللہ اکبر! اہل بیت رسول کا صبر و حوصلہ اور عزم و استقامت دیکھئے کہ سب جانتے ہیں ان کا نور نظر لخت جگر شہید کیا جائیگا مگر کسی حدیث یا روایت میں ایسا کہیں مروی نہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی ہو اے اللہ میرے بیٹے کو قتل سے بچا لے یا مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے یا رسول اکرم ﷺ نے ایسی دعا کی ہو۔ حالانکہ اگر وہ دعا کرتے تو یقیناً اللہ قبول فرماتا اور تقدیر بدل دیتا مگر وہ لوگ عزم و ہمت کا بلند ترین پہاڑ تھے۔ حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ بسا اوقات سجدے میں ہوتے تو سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما آ کر آپ کی پشت انور پر سوار ہو جاتے۔ ایسے میں امام الانبیاء ﷺ اپنا سجدہ طویل فرما دیتے جب تک بچے اپنی مرضی سے نہ اترتے۔ رسول اکرم ﷺ سجدے سے سر نہ اٹھاتے۔ [3]

---

[1] بیہقی فی دلائل النبوۃ

[2] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۹۷۔

[3] مستدرک للحاکم

بعض روایات میں ہے کہ ایک بار امام حسین رضی اللہ عنہ آقائے نامدار مدنی تاجدار ﷺ کی پشت مبارک پر سجدے میں سوار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ۷۲ مرتبہ سجدے کی تسبیح پڑھ ڈالی تب وہ پشت مبارک سے اترے۔

پھر یہ حسن اتفاق دیکھئے کہ کربلا میں امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی معیت میں ۷۲ فرد نے جام شہادت نوش کیا گویا قدرت نے دکھا دیا کہ نانا محمد مصطفی سید الانبیاء ﷺ ہے تو نواسہ بھی حسین بن علی رضی اللہ عنہ سید الشہداء ہے۔ اگر نانا نے نواسے کے لیے ۷۲ تسبیحات قربان کی ہیں تو نواسے نے ہر تسبیح کے بدلے میں اپنے عزیزوں میں سے ۷۲ افراد اپنے نانا جان کے دین کی عظمت پر قربان کر دیئے ہیں۔

ترمذی شریف میں آتا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک بار نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ نے اپنے کمبل شریف میں کوئی چیز اٹھا رکھی ہے۔ آپ نے کمبل ہٹایا تو میں نے دیکھا آپ کے دونوں پہلوؤں میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما دبکے بیٹھے تھے۔ گویا اس طرح نبی اکرم ﷺ اپنے نواسوں کو اپنے ساتھ چمٹائے رکھتے تھے۔

اسی جگہ ترمذی شریف میں یہ بھی حدیث ہے کہ ایک بار رسول خدا ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے آپ نے دیکھا حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں بچے لڑکھڑاتے ہوئے مسجد میں آ گئے۔ آپ ﷺ نے وہیں خطبہ منقطع فرما دیا اور منبر سے اتر آئے۔ دونوں نواسوں کو اٹھایا اور منبر پر اپنے دائیں اور بائیں بٹھا لیا اور فرمایا۔ اللہ نے سچ فرمایا ہے تمہاری اولاد تمہارے لیے فتنہ (آزمائش) ہے۔ میں خطبہ دے رہا تھا۔ میں نے انہیں لڑکھڑاتے دیکھا تو منبر سے اتر پڑا۔ [1]

قارئین! اندازہ فرمائیں اگر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا بچپن میں لڑکھڑاتے چلنا کہ جس میں گر پڑنے کا احتمال ہوتا ہے رسول اکرم ﷺ سے دیکھا نہ گیا اور خطبہ چھوڑ کر انہیں منبر پر ساتھ بٹھا لیا تو کربلا میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سارے ساتھی اور سارے خاندان والے قربان ہو چکے تھے۔ تنہا آپ رضی اللہ عنہ اور اس وقت ہر طرف سے تیروں کی برسات ہو رہی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کا جسم نازنین زخموں سے چور ہو کر لڑکھڑاتا پھر رہا تھا۔ آخر سنان بن انس نے آپ کے سینے میں نیزہ مارا تو آپ گر پڑے اور دوزخی کتے شمر نے بڑھ کر سر انور کو جسم مبارک سے کاٹ لیا۔ اس وقت اتنا پیار کرنے والے نانا جان

[1] ترمذی شریف جلد دوم ابواب المناقب صفحہ ۲۱۸

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا گزر رہی تھی؟

امام حسین رضی اللہ عنہ دور خلافت راشدہ میں

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم السلام کی شفقتوں اور عنایتوں میں پروان چڑھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر پانچ اور چھ برس کے درمیان تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور فاروق عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو احترام وعقیدت اور محبت وشفقت کا وہ مقام دیا جس کے وہ مستحق تھے جیسے اس کے متعدد شواہد گزر چکے ہیں خلفاء راشدین نے انہیں شہزادوں کی طرح محبت وعنایت کے اعلیٰ مقام پر رکھا یہی وجہ ہے کہ حسنین کریمین کو ان خلفاء راشدین کے ادوار میں کسی جنگ میں شامل نہیں دیکھا گیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر قریباً سترہ سال ہو چکی تھی اور وہ ابھرتے ہوئے جوان تھے۔ امام حسن ان سے بھی ایک برس بڑے تھے اور جنگ میں جا سکتے تھے۔ مگر خلفاء راشدین نے شہزادگان خاندان نبوت کو ناز ونعم میں رکھا حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے مجاہدین کے وظائف مقرر کئے باقاعدہ دفتر و دیوان تیار کیے گئے تو سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر جنہیں حصہ دیا گیا وہ حسنین کریمین تھے۔ ایرانی سلطنت کا پایہ تخت مدائن فتح ہوا اور تاجدار ایران یزید جرد کی بیٹی شہر بانو قید ہو کر مدینہ طیبہ لائی گئی تو اس کے حسن سے مسجد نبوی کی دیواریں چمک اٹھیں کسی نے کہا امیر المومنین آپ اسے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کی زوجیت میں دے دیں کہ وہ ہمارا شہزادہ ہے آپ نے جھڑک کر خاموش کر دیا اور فرمایا اس شہزادی کے لائق اگر کوئی ہے تو حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہے۔ اس طرح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی خاندان نبی کی حرمت و تعظیم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ حتیٰ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی اہم معاملہ ہوتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو درمیان میں ڈالتے اور وہ مسئلہ حل ہو جاتا۔ لوگ جانتے تھے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہے؟ اسی لیے یہ خاندان بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بہت قدردان تھا۔ جب اہل بلوی نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جان پر کھیل کر انہیں پانی پہنچایا۔ یہی نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دار عثمان غنی کی حفاظت پر مامور کیا۔ دونوں شہزادوں نے

دروازے پر پہرا دیا اس لیے بلوائی دروازے کی طرف سے داخل ہونے کی جرات نہ کرسکے انہیں
انہیں شیر خدا کی شجاعت و جواں مردی کی دو تصویریں نظر آ رہی تھیں۔ چنانچہ وہ ساتھ والے مکان کی
چھت پر چڑھ کر دار عثمان ؓ میں کود پڑے اور خلیفۃ المسلمین کو شہید کر دیا۔ حضرت علی ؓ کو شہادت کی
خبر پہنچی تو دوڑتے ہوئے بے قرار ہو کر آئے اور اپنے بیٹوں کو مارنے اور ڈانٹنے لگے۔ تمہاری
موجودگی میں میرے بھائی عثمان ؓ کو کیسے شہید کر دیا گیا؟

اس بعد خلافت مولا علی ؓ شیر خدا کے دوران آپ کے دونوں بیٹے جمل و صفین و نہروان کے معرکوں میں آپ کے ساتھ شریک رہے۔ شہادت علی المرتضیٰ ؓ کے بعد کوفہ میں امام حسن بن علی ؓ کی بیعت کی گئی اور سارا ایران و عراق اور حجاز زمین ان کے زیر نگیں تھا مگر جب انہوں نے جنگ کے شعلے بھڑکتے دیکھتے تو امت محمدیہ کی حفاظت کے لئے اپنے ملک کی قربانی دے دی اور امیر معاویہ ؓ کو ساری مملکت سونپ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ امام حسین ؓ بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے بھی ساتھ ہی بیعت کی اور جب تک حضرت امیر معاویہ ؓ کا دور رہا دونوں بھائی ان کے ساتھ وفادار رہے اہل کوفہ نے چند بار امام حسین ؓ کو امیر معاویہ ؓ کے خلاف اکسانا چاہا مگر آپ نے ان کی ایک نہ سنی۔

دور یزید اور آغاز واقعہ کربلا

آخر رجب ۶۰ھ میں امیر معاویہ ؓ فوت ہو گئے اور یزید تخت حکومت پر بیٹھا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے اسے تمام شہروں کے امراء کے مشورے سے ولی عہد بنایا تھا۔ آپ کے زمانے میں وہ ایسا بد کردار نہیں تھا۔ اگر اس کی کچھ آزادروی تھی تو والد کی نگاہ سے پوشیدہ تھی اور صرف قریبی دوستوں کے علم میں ہی تھی۔ آپ نے اسے دو مرتبہ امیر الحج بھی مقرر کیا اور اس نے یہ فریضہ اچھی طرح انجام دیا جس سے آپ ؓ کو یقین ہو گیا کہ وہ امور خلافت بھی صحیح طرح بجا لائے گا۔ علاوہ ازیں حالات کا تقاضا بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اگر آپ ؓ اپنے بعد خلافت کا معاملہ مہمل چھوڑ کر چلے جاتے تو یہ بھی امت کے مفاد میں نہیں تھا یہ ممکن تھا کہ اس طرح طوائف الملوکی پھیل جاتی اور ہر علاقے میں امراء اپنی خود مختار حکومتوں کا اعلان کر دیتے جب مرکز میں کسی خلیفہ کا تقرر نہ ہو تو صوبے ایسا ہی کرتے

ہیں۔ اس پر خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول بھی موجود ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں: اِنِّیْ خِفْتُ اَنْ اَذَرَ الرَّعِیَّةَ مِنْ بَعْدِیْ كَالْغَنَمِ الْمُطِیْرَةِ لَیْسَ لَهَا رَاعٍ مجھے ڈر ہے۔ اپنے بعد امت کو ایسا چھوڑ جاؤں جیسے پراگندہ بکریاں ہوتی ہیں اور ان کے سر پر کوئی چرواہا نہ ہو۔

امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد کیوں بنایا؟

اور آپ رضی اللہ عنہ کو یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والا خلیفہ بنو امیہ سے نہ ہوا تو ساری مملکت شام اسے قبول نہ کرے گی۔ کیونکہ اہل شام اس خاندان کی عنایات خسروانہ کے عادی ہو گئے تھے اور جب سے ملک شام اسلامی مملکت میں داخل ہوا تھا وہاں اسی خاندان کی حکومت چلی آرہی تھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی صحابی رسول حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فتح شام پر مامور فرمایا۔ انہوں نے شام فتح کیا اور انہیں امارت شام دی گئی ہے۔ یوں کہیے کہ اہل شام پر اسلام کا دروازہ ہی انہوں نے کھولا تھا۔ وہ دور صدیقی سے لے کر ۱۹ھ تک وہاں کے امیر رہے جب ان کا وصال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ انکے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کر دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اہل شام ان کے ان بھائیوں کی کارگردگی سے خوش اور ان کے ممنون ہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۱۹ھ سے ۲۰ھ تک وہاں بلا شرکت غیرے اکیس برس حکومت کی۔ اور وہاں کا بچہ بچہ ان کا مداح تھا اور ان کے سوا کسی کو جانتا نہ تھا۔ اس لیے آپ یہ سمجھنے میں حق بجانب تھے کہ اہل شام آپ کے بعد آپ کے کسی قریبی عزیز کے سوا کسی اور پر خوش نہیں ہونگے اور بغاوت کر دیں گے اس لیے آپ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا سوچا اور اس پر تمام امراء اہل حل وعقد سے مشورہ لیا اور سب نے اس سے اتفاق کیا تب اس کی ولی عہدے کا اعلان کیا اور تمام لوگوں نے یزید کے حق میں بیعت کر لی۔ البتہ پانچ صحابہ کرام نے بیعت نہ کی۔

۱۔ عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲۔ عبداللہ بن عمر فاروق

۳۔ عبداللہ بن عباس

۴۔ عبداللہ بن زبیر

۵۔ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرہ کرکے شام جاتے ہوئے مدینہ طیبہ سے گزرے تو ان پانچوں حضرات کو بلایا۔ یہ لوگ تشریف لائے۔ امیر معاویہ نے ان سے یزید کی ولایت کے عہد سے متعلق بات کی۔ تو ان میں سے سخت تر جواب عبدالرحمان بن ابوبکر کا تھا اور نرم تر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا۔ پھر جناب معاویہ نے خطبہ دیا یہ پانچوں خاموش رہے۔ نہ موافقت کی نہ مخالفت۔ گویا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خاموشی کو کافی سمجھ لیا۔ اور ان سے بیعت پر اصرار نہ کیا۔[1] اس طرح یزید کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا گیا۔ پھر بھی ان کے دل میں کھٹکا تھا۔ اس لیے انہوں نے دعا (؟) فرمائی۔ اور اللہ سے یوں ملتجی ہوئے:

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ وَلَّیْتُہٗ لِاَنَّہٗ فِیْمَا اَرَاہُ اَھْلٌ لِذٰلِکَ فَاَتْمِمْ لَہٗ مَا وَلَّیْتُہٗ وَاِنْ کُنْتُ وَلَّیْتُہٗ لِاَنِّیْ اُحِبُّہٗ فَلَا تُتْمِمْ لَہٗ مَا وَلَّیْتُہٗ

ترجمہ: اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اسے (یزید کو) اس لیے ولی عہد بنایا کہ وہ میرے خیال میں اس کا اہل ہے تو تو اس کی حکومت کو برقرار رکھنا اور اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اسے صرف اپنی محبت کے سبب یہ عہدہ دیا ہے تو تو اسے برقرار نہ رکھ۔[2]

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے نیک سلوک کا حکم فرمایا بہر حال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولایت عہد دینے کے بعد بار بار عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ سے حسن سلوک کا حکم دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بیٹے یاد رکھنا اگر اہل کوفہ نہیں بدلیں (؟) اور تم ان پر غالب آجاؤ تو ان سے درگزر کا معاملہ کرنا:

فَاِنَّ لَہٗ رَحِمًا مَاسَّۃً وَحَقًّا عَظِیْمًا وَقَرَابَۃً مِّنْ مُّحَمَّدٍ۔

۱۔ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳

۲۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۸۳

ترجمہ: کیونکہ تمہاری ان سے مضبوط رشتہ داری ہے اور ان کا تم پر بڑا حق ہے اور محمد عربی ﷺ سے انکی قرابت ہے۔ ۱

یاد رہے رشتہ داری یوں تھی کہ امیر معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبدالمناف پانچویں پشت (عبدالمناف) میں رسول کریم ﷺ سے جا ملتے ہیں۔ یہی عبدالمناف رسول اکرم ﷺ کی چوتھی پشت ہے اور عبدالمطلب کا دادا ہے۔ اور حقاً عظیماً سے یہ مراد ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دی جو یزید کو مل گئی۔ یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو سمجھایا کہ ہمارے پاس جو خلافت ہے وہ اسی گھرانے کی دی ہوئی ہے۔ اس لیے تمہاری طرف سے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نواسہ مصطفی ﷺ ہے۔ الغرض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق تین باتیں سمجھائیں۔

۱۔ رشتہ داری

۲۔ انکا حق، اور

۳۔ رسول خدا ﷺ سے ان کا قریبی تعلق۔

مگر افسوس کہ بدبخت یزید نے ان میں سے کسی چیز کا خیال نہ رکھا۔ آل رسول ﷺ پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے مگر یزید کے کان پر جوں تک نہ رینگی بلکہ وہ خوش تھا۔ تاہم ان سطور بالا سے معلوم ہوگیا کہ یزید کے جرائم میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملوث کرنا بہت بڑی تعدی بلکہ افترا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف خروج کیوں اور کیسے فرمایا؟

ہم واقعہ کربلا کی مشہور تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے کیونکہ اس واقعہ میں بے پناہ رطب و یابس ملایا گیا ہے۔ عباسیوں نے امویوں سے تخت خلافت چھیننے کے لیے اس واقعہ کا سہارا لیا اور اس میں بہت کچھ اضافہ کیا اور زیب داستان بنایا۔ یہاں چند اصولی ابحاث کار فرمایئں۔ ان سے ممتنع نہ رہی ہے۔ امام عالی شان مقام امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف کیوں خروج فرمایا؟ اس کی تفصیل یہی ہے کہ وہ ان کے نزدیک خلافت کا حقدار اور اس کا اہل نہیں تھا اس کے طور اطوار تو حضرت

۱ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۶۰

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور ہی میں درون خانہ اچھے نہیں تھے۔ اگرچہ باپ کے سامنے وہ بہت پارسا رہا۔ اسلامی جنگوں میں حصہ لیا فتوحات بھی کیں۔ امارت حج کے فرائض بھی پورے کیے تاہم اس کے افعال اس کے دوستوں اور ہم نوالہ ہم نشینوں سے مخفی نہ تھے۔ اس لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب امراء سلطنت سے اس کی ولایت عہد کے متعلق مشورہ لیا تو زیاد بن ابیہ نے اس کے حق میں رائے نہ دی۔ وہ خود بھی کوئی ایسا پارسا نہ تھا اس کے نسب پر بھی لوگوں کو کلام ہے تاہم وہ پوری ملت اسلامیہ کی خلافت جیسے عظیم منصب کے لیے یزید کو اہل نہیں سمجھتا تھا وہ اس کی برائیوں سے واقف تھا۔

امام المورخین حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

و کتب معاویۃ زیاد یستشیرہ فی ذالک فکرہ فریاد ذلک لما یعلم من لعب یزید و اقبالہ علی اللعب و الصید فبعث بن یشینی رایہ عن ذالک۔

ترجمہ: اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد (عامل کوفہ) کو خط لکھا اور اس سے اس بارہ (ولایت عہدی) میں مشورہ لیا۔ زیادہ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ وہ یزید کی کمیوں سے اور اس کے لہو و لعب اور شکار بازی کی طرف متوجہ رہنے سے واقف تھا۔ اس نے مستقل ایک آدمی بھیجا جو امیر رضی اللہ عنہ کو اس رائے سے باز کرے۔ [1]

چنانچہ وہ آدمی دمشق آیا اور پہلے یزید سے ملا اور اسے خبردار کیا یہ کھیل مت کھیلو اس میں تمہارے لیے خیر نہیں۔ پھر وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملا اور انہیں بھی زیاد کی رائے سے باخبر کیا تو انہوں نے اس وقت یہ رائے ترک کر دی اور چند برس یوں ہی گزر گئے اس کے بعد پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خیال آیا انہوں دوبارہ تحریک شروع کی۔ لگتا ہے زیاد نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کھل کر بات نہیں کی صرف اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا مگر یزید کے کرتوتوں سے خبردار نہ کیا مشہور تابعی احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی ولایت عہد پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ وہ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۸۲

جا کر یزید سے ملیں اور اس سے گفتگو کریں۔ وہ یزید سے ملے گفتگو ہوئی جب وہ باہر نکلے تو امیر معاویہ ؓ نے پوچھا تمہاری رائے اپنے بھتیجے کے متعلق کیا ہے؟ انہوں نے کہا اگر ہم جھوٹ بولیں تو اللہ سے ڈرتے ہیں اور سچ بولیں تو تم لوگوں سے ڈرتے ہیں۔ اور آپ ؓ یزید کی شب و روز ظاہر و باطن سے زیادہ واقف ہو اور ہمارا کام تو حکم پر عمل کرنا ہے۔

تم لوگوں سے ڈرنے سے مراد ہے کہ ہم اہل شام سے ڈرتے ہیں کہ وہ یزید کے سوا کسی پر متفق نہیں ہیں اس سے امیر معاویہ ؓ بذات خود مراد نہیں۔ بہر حال احنف بن قیس ؓ نے بھی امیر معاویہ ؓ پر صورت حال واضح نہ کی مگر اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ بھی یزید کی گفتگو سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔

خیر امیر معاویہ ؓ کا دور یونہی گزر گیا۔ اور آپ ؓ یزید کو ولی عہد بنا کر دنیا سے چلے گئے۔ ان کا خیال یہ رہا ہوگا کہ جب یزید پر خلافت کی ذمہ داریاں پڑیں گی تو سنبھل جائے گا اور اس میں جو بھی کوئی عیب ہے وہ جاتا رہے گا۔ مگر افسوس معاملہ الٹ ہو گیا یزید نے تخت خلافت سنبھالا تو جو برائیاں وہ والد کے ڈر سے چھپ کر کرتا تھا اب علانیہ کرنے لگا۔ اب کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہ تھا۔ اس صورت حال نے اکابرین امت کو مضطرب کر دیا۔ ادھر یزید نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ ان لوگوں سے ضرور بیعت لے گا جنہوں نے امیر معاویہ ؓ کی موجودگی میں اس کی ولی عہدی پر بیعت نہیں کی تھی۔ ان میں عبدالرحمان بن ابوبکر تو ۶۰ ہجری سے قبل فوت ہو گئے تھے باقی چاروں زندہ تھے۔ ان میں سے امام حسین ؓ کے سوا باقی تین نے یزید کی بیعت تو نہ کی مگر اس کے مقابلے میں خروج بھی نہ کیا۔ یزید نے بھی ان سے بیعت لینے پر زور نہ دیا اور سب سے زیادہ اسے خطرہ امام حسین ؓ سے تھا۔ کیونکہ اس وقت ان کی سی عظمت کا حامل کوئی دوسرا آدمی ملت اسلامیہ میں نہیں تھا وہ اس وقت علم و فضل، زہد و تقویٰ اور قرابت رسول ﷺ جیسی عظمتوں کے سبب تمام مسلمانان عالم سے افضل و برتر تھے۔

اس لیے فوری طور پر اس نے گورنر مدینہ کو آپ سے بیعت لینے کا حکم دیا مگر آپ ؓ نے

البدایہ جلد ۸ صفحہ ۸۳

کتاب اللہ و سنۃ نبیہ فان السنۃ قد امیتت و ان البدعۃ قد احییت و ان تسمعوا قولی و اطیعوا امری اھد کم سبیل الرشاد و السلام علیکم و رحمتہ اللہ

ترجمہ: میں تمہاری طرف اپنا نمائندہ یہ خط دے کر بھیج رہا ہوں اور تمہیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں کیونکہ سنت کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے اور بدعت زندہ کر دی گئی ہے۔ اور اگر تم میری بات مانو گے اور میرا حکم تسلیم کرو گے تو میں تمہیں رشد و ہدایت کے راستہ پر لے چلوں گا۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ۔[1]

اس خط کا ایک ایک لفظ قابل غور ہے اور بتا رہا ہے کہ سیدنا امام عالی مقام نے جب دیکھا کہ دور خلافت راشدہ والی طہارت عدل و عمل بالسنۃ ختم ہو گیا ہے تو آپ نے پھر سے قرآن و سنت کی بالا دستی اور آمرانہ طرز حکومت کے خاتمہ کے لیے کمر ہمت باندھ لی۔ یہاں میں یہ بتانا بھول نہ جاؤں کہ آپ نے یزید کے تخت خلافت سنبھالتے ہی فوراً خروج نہیں کر دیا۔ بلکہ رجب ۶۰ ہجری سے لے کر ذی الحج تک قریباً پانچ چھ ماہ حالات کا جائزہ لیا جب آپ نے دیکھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں سنت نبوی جو کچھ عمل داری باقی رہ گئی وہ بھی ختم ہو گئی ہے۔ اور اب فسق و فجور پر لوگوں کو پکڑا نہیں جاتا۔ کوئی نماز نہ پڑھے تو اسے پوچھا نہیں جاتا اور یوں آہستہ آہستہ اسلامی معاشرہ مکمل شیطانی رنگ اختیار کر لے گا تو آپ نے خروج کیا۔

جب امام عالی مقام نے مکہ مکرمہ سے خروج کیا تو عمرو بن سعید بن العاص نے جو یزید کی طرف سے گورنر مکہ تھا آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ واپس آ جائیں اور امت میں شقاق و تفرقہ پیدا نہ کریں میں آپ کو امان دیتا ہوں۔ (یعنی آپ مکہ میں واپس آ جائیں اور یزید کی بیعت نہ بھی کریں تو میں عہد دیتا ہوں کہ یزید کی طرف سے آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچنے دوں گا) آپ نے اسے جواب بھیجا۔

اِنْ کُنْتَ اَرَدْتَ بِکِتَابِکَ بِرِّیْ وَصِلَتِیْ فَجَزَاکَ اللہُ خَیْرًا وَاِنَّہٗ لَمْ

---

[1] تاریخ الطبری جلد ۳ صفحہ ۲۸۰ ذکر ۶۰ھ مطبوعہ بیروت

يُشَاقِقِ مَنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

ترجمہ: اگر تمہارے بیعت کا مقصد میری خیر خواہی اور حسن سلوک ہے تو اللہ تمہیں جزا دے اور وہ شخص امت میں تفرقہ پیدا کرنے والا کیسے ہو سکتا ہے جو اللہ کے دین کی دعوت دے اور خود دین پر عمل کرے اور کہے میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ [1]

کیا ان شواہد کے بعد بھی یزید کا کوئی خیر خواہ کہہ سکتا ہے کہ امام عالی مقام نے یزید کے خلاف ناحق بغاوت کی۔ اور محض حصول اقتدار کے لیے خروج کیا

یہاں ابن خلدون جیسا محقق اور مورخ حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہتا ہے۔

و اما الحسين فانه لما ظهر فسق يزيد عند كافة من اهل عصره بعثت شيعة اهل البيت بالكوفة للحسين ان ياتيهم فيقوموا بامره فرای الحسن ان الخروج علی يزيد متعين من اجل فسقه لا سيما من له القدرة علی ذلك

ترجمہ: امام حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ یہ ہے کہ جب یزید کا فسق و فجور اس دور کے تمام اہل زمانہ پر واضح ہو گیا تو کوفہ میں اہل بیت رسول کے حامی لوگوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیغامات بھیجے کہ آپ ان کے پاس آئیں تا کہ وہ ان کی حکومت قائم کریں اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے بھی یہی راستہ دیکھا کہ یزید کے فاسق و فاجر ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف خروج ضروری ہو گیا ہے خصوصاً اس حالت میں جب کہ آپ کو خروج کی طاقت بھی حاصل ہے۔ [2]

صحابہ کرام نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ کیوں نہ دیا؟

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یزید کا فسق و فجور صرف امام حسین رضی اللہ عنہ ہی کو نظر آیا؟ صحابہ کرام کی ایک تعداد اس وقت موجود تھی انہوں نے یزید کے خلاف خروج کیوں نہیں کیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا

1. البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۵ مطبوعہ مصر
2. مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۸۰

ہاتھ کیوں نہ دیا؟ یہ سوال واقعتاً بہت اہم ہے۔ اس کا جواب ہم خود نہیں دیتے علامہ ابن خلدون نے یہاں بڑی عادلانہ مدبرانہ رائے قائم فرمائی ہے وہ سن لیں۔ سارا جواب آجائے گا وہ فرماتے ہیں۔

"جب یزید کا فسق و فجور ظاہر ہوا تو صحابہ کرام میں دو مختلف آراء پیدا ہوئیں۔ بعض نے اس پر خروج کا ارادہ کیا اور بیعت توڑ دی۔ (اس سے یزید کے حق میں ولی عہدی کی بیعت یا عدم مخالفت کی روش مراد ہے) جیسے امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے پیروکاروں نے کیا۔ اور بعض نے خروج سے انکار کیا۔ لما فیہ من اثارۃ الفتنۃ و کثرۃ القتل کیونکہ اس میں فتنہ پھیلنے اور کثیر قتل کا ڈر تھا اور اس کے باوجود کامیابی کی توقع نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت یزید کی شوکت تمام بنوامیہ کی عصبیت کی بنیاد پر تھی اور تمام بنو مضر کی عصبیت بنوامیہ کی پشت پناہی میں تھی۔ اس طرح یہ سب قوتوں سے بڑی قوت تھی جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے وہ یزید کا مقابلہ کرنے سے رک گئے۔ وہ اس کی ہدایت یا اس سے نجات کی دعا میں لگ گئے۔ جمہور مسلمانوں کا یہی طریقہ تھا۔

وَالْكُلُّ مُجْتَهِدُوْنَ وَلَا مُنْكِرَ عَلٰى اَحَدٍ مِنَ الْفَرِيْقَيْنِ فَمَقَاصِدُهُمْ فِي الْبِرِّ وَتَحَرِّي الْحَقِّ مَعْرُوْفَةٌ

ترجمہ: اور سب اپنا اپنا اجتہاد کر رہے تھے اور دونوں میں سے کسی فریق کو برا نہیں کہا جا سکتا۔ نیکی اور تلاش حق میں ان کے مقاصد معروف ہیں۔ [1]

یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اہل کوفہ میرے ساتھ ہیں ان کے ہزاروں خطوط آچکے ہیں تو مجھے اس فاسق و فاجر حکومت کی خلاف اٹھنا ضروری ہے۔ اگر میں نہ اٹھوں گا تو روز قیامت میرے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا۔ کوئی اہل کوفہ میں سے اللہ کے دربار میں کہہ سکے گا کہ یا اللہ ہم نے حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا تھا کہ حدود دین کو مٹنے سے بچایا جائے مگر یہ میدان میں نہ نکلا۔

جو شیعہ لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دینے کا اعتراض کرتے ہیں انہیں غور کرنا چاہیے کہ کتنے اہل بیت کے لوگ تھے جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دیا۔ جیسے عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنفیہ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم بلکہ تاریخی روایات کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۷۷

حضرت محمد بن حنفیہ پر کچھ ناراضگی بھی آئی کہ وہ نہ صرف خود رک گیا بلکہ اپنی اولاد کو بھی آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے سے روک دیا (البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۲) اس کی وجہ کیا تھی کیا انہیں امام عالی مقام سے محبت نہ تھی؟ ہم عرض کرتے ہیں محبت سب کو تھی سب کو آپ رضی اللہ عنہ سے بہت ہمدردی تھی مگر انہیں کامیابی کا کوئی امکان ونشان نظر نہیں آتا تھا انہیں نظر آ رہا تھا کہ قتل کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا

اسی طرح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن جعفر جو امام حسین رضی اللہ عنہ کے عمزاد (کزن) تھے اور ان کے دونوں بیٹے عون و محمد کربلا میں شہید ہوئے۔ بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ نکلے۔ بلکہ انہوں نے آپ کو روکنے کی پوری کوشش کی۔ جب کامیابی نہ ملی تو خود نہ گئے اپنے بیٹوں کو بھیج دیا۔

واقعہ کربلا ایسا موقع ہے جہاں اہل سنت کو اہل تشیع اور خارجیت پسند دونوں گروہوں سے لڑنا پڑتا ہے۔ اہل تشیع صحابہ پر عدم معاونت اہل بیت کا الزام رکھتے ہیں اور خارجی لوگ صحابہ کرام کو یزید کا حامی بتا کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی اور امت میں تفریق ڈالنے والا قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ اہل سنت کو جزا دے جو صحابہ کرام اور اہل بیت دونوں کا دفاع کرتے اور حقیقی موقف تحریر کرتے ہیں اس کے باوجود کچھ لوگوں کا اصرار ہے کہ نہیں جی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یزید کو صحیح معنوں میں خلیفۃ المسلمین سمجھتے تھے اس کے مقابلہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا اٹھنا انہیں بالکل اچھا نہ لگا۔ اس لیے انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا نہ صرف یہ کہ ساتھ نہ دیا بلکہ انہیں روکا مگر انہوں نے کسی کی سنی ہی نہیں اور چل کھڑے ہوئے۔ پھر جو نتیجہ نکلا وہ سب کے سامنے ہے۔

ہم عرض کرتے ہیں یہ رائے بالکل غلط ہے۔ کسی تاریخی روایت میں یہ نہیں لکھا کہ کسی صحابی نے یزید کے کردار کی تعریف اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر تنقیص کی ہو۔ ہاں انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے یہ عرض کیا کہ اہل کوفہ بے وفا ہیں آپ ان کے خطوط پر نہ جائیں۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کو شہید اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا۔ یہ آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کریں گے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اے حسین رضی اللہ عنہ مجھے لگتا ہے آپ اپنی عورتوں اور بچوں کے درمیان یوں قتل کر دیے جائیں گے جیسے عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی عورتوں اور بچوں کے درمیان مار دیے گئے تھے بلکہ تمہیں قتل کر کے خون عثمان کا بدلہ لیا جائیگا۔ (یعنی اہل شام ہمیشہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل عثمان

کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں وہ آپ کو قتل کر کے خون عثمان کا قصاص لیں گے) اور اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں آپ ؓ کے بال پکڑ لیتا اور مکہ سے جانے نہ دیتا۔ حضرت امام حسین ؓ نے فرمایا میری وجہ سے سر زمین مکہ کو لالہ زار کیا جائے اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ میں کسی اور جگہ پر قتل کر دیا جاؤں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے کہا اے بھائی حسین ؓ آپ مکہ میں ٹھہریں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرتے ہیں مگر کوفہ نہ جائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے والد نے رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث بیان کی تھی کہ مکہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا جائے گا جس سے اس کی حرمت پامال ہو جائے گی اور مجھے وہ مینڈھا بننا پسند نہیں۔ [1]

یہ مینڈھا بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کو بنایا گیا ان کی وجہ سے حجاج بن یوسف نے شہر مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ انہیں کعبہ کے اندر قتل کیا گیا اور لاش کو سولی پہ لٹکایا گیا۔ حضرت امام عالی مقام نے شہر مکہ چھوڑنے کا اس لیے فیصلہ کیا کہ آپ جانتے تھے اگر وہ مکہ میں رہے تو یزید مکہ مکرمہ پر چڑھائی کرے گا اور اس بلد امین کی حرمت و تقدس کا بھی کچھ لحاظ نہیں کرے گا۔ حضرت محمد بن حنفیہ ؓ نے اپنے بھائی امام حسین ؓ کو سمجھاتے ہوئے کہا آپ ؓ کسی ریگستان میں چلے جائیں جہاں یزید آپ ؓ تک آسانی سے پہنچ نہ سکے وہاں سے اپنے حمائتیوں سے رابطہ کریں اور کامیابی کا انتظار کریں۔ بعض صحابہ نے یہ عرض کیا کہ آپ ؓ مکہ میں ٹھہر کر لوگوں کو اپنے گرد جمع کریں جب آپ ؓ کو بھاری قوت حاصل ہو جائے تب یزید کے خلاف نکلیں مگر کوفہ نہ جائیں وہ اہل دغا ہیں۔

الغرض صحابہ کرام نے اپنی اپنی تجاویز دیں لیکن کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ یزید نیک سیرت عادل خلیفہ ہے اس کے خلاف بغاوت کر کے آپ کیوں بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان کا آپ ؓ کو یہ بتانا کہ ایسا کریں اور ایسا کر لیں بتاتا ہے کہ وہ بھی یزید سے اتنے ہی بیزار تھے جس قدر آپ ؓ بیزار تھے مگر طاقت نہ ہونے کی وجہ سے یزید کے خلاف نکلنا خلاف مصلحت ہے جیسا کہ امام ابن خلدون نے کہا

۱۔ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۶۸

یزید نے ابن زیاد کو قتل حسین پر اکسایا

امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد نے بڑی بے دردی سے شہید کیا۔ کوفیوں نے ان سے غداری کی۔ اور ابن زیاد کی صرف ایک دھمکی سے مرعوب ہو کر ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ یہ حال ہو گیا کہ جو کوئی ایک دن پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے گھروں میں دبک رہے تھے اب کوئی گھر میں انہیں پناہ دینے کو تیار نہ تھا۔ نتیجتاً آپ رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد نے گرفتار کرکے خوف ناک طریقے سے قتل کر دیا۔ قصر امارت کے اوپر لے جا کر آپ رضی اللہ عنہ کا سر قلم کرکے بازار میں پھینک دیا اور پیچھے ان کی لاش بھی پھینک دی ان کے میزبان ہانی بن عروہ کو بھی ایسے ہی قتل کیا اور دونوں کے سر یزید کے پاس بھیج دیے۔

یزید نے اس کا ذرہ برابر نہ منایا کہ آل رسول ﷺ کے اتنے عظیم المرتبت آدمی کو یوں بے دردی سے کیوں شہید کیا بلکہ بدلے میں اس نے ابن زیاد کو لکھا کہ عنقریب حسین بن علی رضی اللہ عنہ بھی تمہارے پاس کوفہ آنے والا ہے۔

وعنده تعتق او تعود عبدا كما ترق العبيد و ترق فقتله ابن زياد و بعث براسه اليه

ترجمہ: اور ایسے ہی موقع پر تجھے آزاد کیا جائیگا۔ یا غلاموں کیطرح تمہیں واپس غلام بنالیا جائیگا۔ تو ابن زیاد نے یہ خط پا کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ان کا سر یزید کو بھیج دیا۔ ؎

یہ عبارت صاف صاف بتا رہی ہے کہ ابن زیاد نے یزید کا خط پا کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یزید اسے کیا کہہ رہا ہے۔ شاید ابن زیاد آپ سے کوئی نرم سلوک کرتا مگر اس خط نے اسے کھلی چھٹی دے دی اور اس نے آل رسول ﷺ پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی

خلاصہ یہ کہ اہل کوفہ کے پیہم اصرار کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے ۱۰ ذی الحج کو مکہ مکرمہ سے عراق کا رخ کیا۔ راستے میں آپ رضی اللہ عنہ کو مشہور شاعر عرب فرزدق ملا آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کدھر سے آئے ہو"

؎ البدایہ جلد ۸ ص ۱۲۷ طبوعہ مصر، مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۶ مناقب حسین

کہا کوفہ سے، پوچھا کوفہ کا کیا حال ہے؟ کہا اہل کوفہ کے دل آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں اور تلواریں یزید کے ساتھ۔ پھر ایک مقام پر پہنچے جسے زرود کہا جاتا ہے وہاں آپ رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ کوفہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا گیا ہے۔ خبر بتانے والے آدمی نے کہا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ان کے میزبان ہانی بن عروہ کی لاشوں کو پاؤں میں رسی ڈال کر کوفہ کے بازاروں میں گھسیٹا جا رہا تھا۔ آپ نے کئی مرتبہ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون اور فرمایا اب ان کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں رہی۔

یہ خبر سن کر حضرت مسلم بن عقیل کے بھتیجوں نے کہا خدا کی قسم اب ہم واپس نہیں جائیں گے جب تک مسلم کے خون کا بدلہ نہ لے لیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ آگے چل دیے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مقام پر پہنچ کر پوچھا یہ کون سی جگہ ہے؟ بتایا گیا "کربلا" فرمایا کرب و بلا یعنی دکھ اور مصیبت۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہ کربلا ہی میں تھے کہ گورنر کوفہ عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے عمر بن سعد نے آ کر آپ کا راستہ روک لیا، آپ نے اسے فرمایا: میری طرف سے دو تجاویز ہیں تم ان میں سے کوئی بھی اختیار کر کے میرا راستہ چھوڑ دو۔ اول مجھے واپس چلے جانے دو۔ دوم مجھے کسی دور علاقے میں چلے جانے دو جہاں میں اپنی بقیہ زندگی گزار دوں۔ عمرو بن سعد نے آپ رضی اللہ عنہ کی تجاویز عبید اللہ بن زیاد تک پہنچائیں اس کی طرف سے جواب آیا ہرگز نہیں حسین رضی اللہ عنہ اس کے ہاتھ پر یزید کے حق میں بیعت کریں یا قتل کے لیے تیار ہو جائیں۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں۔ اس کے ساتھ عبید اللہ بن زیاد کا یہ حکم بھی آیا کہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کو پانی نہ ملنے پائے۔ تاکہ وہ مجبور ہو کر بیعت کریں مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کر دیا۔

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں بیعت یزید پر آمادہ ہو گئے تھے؟

آپ رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھی عقبہ بن سمعان سے ابو مخنف نے روایت کیا ہے کہ میں نے مکہ سے واقعہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ تک سارا وقت امام عالی مقام کے ساتھ گزارا اور جو بھی بات انہوں نے فرمائی میں نے سنی۔ آگے کہا

انه لم يسئل ان يذهب الى يزيد فيضع يده الى يده ولاان

یذھب الی ثغر من الثغور۔

آپ ؑ نے کہیں نہیں فرمایا کہ آپ یزید کے پاس چلے جائیں گے تو وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیں گے نہ ہی آپ ؑ نے یہ مطالبہ کیا کہ اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر چلے جائیں آپ ؑ نے صرف دو چیزوں کا مطالبہ کیا تھا ایک یہ کہ آپ ؑ واپس چلے جائیں جہاں سے آئے تھے دوسرا یہ کہ خدا کی وسیع زمین میں کہیں دور چلے جائیں گے۔[1]

اس سے واضح ہو گیا کہ جو یہ روایت ہے کہ امام عالی مقام نے کربلا میں کہہ دیا تھا کہ میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو تیار ہوں تم مجھے سیدھا یزید کے پاس جانے دو غلط روایت ہے۔ آگے آنے والی مزید روایات بھی اس کی تردید کرتی ہیں۔

یہی تو امام عالی مقام نواسہ مصطفیٰ ﷺ کی استقامت ہے کہ وہ باطل کے سامنے ڈٹ گئے سر کٹوا لیا مگر باطل کے آگے جھکایا نہیں۔

عمرو بن سعد امام حسین ؓ کو مہلت دے رہا تھا تاکہ آپ یزید کی بیعت کر لیں اور یوں اس کے ہاتھ آپ کے قتل سے رنگین نہ ہوں وہ آپ سے لڑائی کرنے میں بہت ہچکچا رہا تھا۔ ابن زیاد نے شمر بن ذی الجوشن کو یہ تہدیدی حکم دے کر کوفے بھیجا کہ جاؤ ابن سعد سے کہو حسین ؓ پر حملہ کرے اگر وہ حکم نہ مانے تو اسے قتل کر کے اس کی جگہ تم امیر لشکر بنو اور حسین ؓ کا کام تمام کرو۔ یہ حکم سن کر ابن سعد نے حملہ کا حکم دیا۔ جب کوفی فوج قریب آئی تو امام عالی مقام کی طرف سے حضرت عباس بن علی ؓ کی سرپرستی میں بیس آدمی ان کے سامنے آئے اور پوچھا کیا ماجرا ہے جواب ملا امیر کوفہ ابن زیاد کا حکم آیا ہے کہ تم لوگ اس کا حکم مانو (یزید کی بیعت کرو) یا قتل کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرت عباس نے کہا ٹھہرو میں اپنے بھائی حضرت امام حسین ؓ سے پوچھتا ہوں وہ گئے اور ماجرا سنایا اس وقت حضرت عباس ؓ کے باقی ساتھی کوفیوں سے کہہ رہے تھے تم کتنے برے لوگ ہو کیا تم اپنے نبی ﷺ کی اہل بیت کو قتل کرو گے۔ حضرت امام حسین ؓ نے فرمایا ان سے کہو آج کی رات ہمیں مہلت دو صبح دیکھیں گے کیا کرنا ہے؟ حضرت عباس ؓ نے یہ پیغام ابن سعد کو پہنچایا۔ کوفی فوج کے

1. تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۱۲ مطبوعہ بیروت۔ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۷

بعض لوگوں نے کہا کوئی حرج نہیں رات انتظار کر لیتے ہیں۔ یہ نو اور دس محرم ۶۱ ہجری کی درمیانی رات شب کربلا تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے جو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے چلے تھے فرمایا آج رات بہت تاریک ہے اس کے اندھیرے میں جو شخص تم میں سے واپس جانا چاہتا ہے چلا جائے اور خون بچائے۔ یہ لوگ صرف میرے خون کے پیاسے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ کے بھائیوں، بیٹوں بھتیجوں اور دوسرے ساتھیوں نے عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ کے بعد ہمارا جینا کس کام کا ہے کیا ہم آپ رضی اللہ عنہ کو اس تکلیف میں چھوڑ کر چلے جائیں یہ نہیں ہو سکتا ہم آپ پر اپنی جان قربان کر دیں گے مگر ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ رات امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے دعاء و استغفار اور تلاوت قرآن پاک میں گزاری۔ ہر خیمے میں سے تلاوت کی آواز آ رہی تھی۔ اور کوفی لشکر کے گھوڑے خیمہ گاہ اہل بیت کے گرد دوڑ رہے تھے۔ [1]

میدان کربلا میں ۱۰ محرم

دس محرم کا سورج طلوع ہوا تو جمعہ کا دن تھا۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو نماز فجر پڑھائی اور ابن سعد نے اپنے ساتھیوں کو (گویا نماز میں جس آل محمد ﷺ پر وہ درود پڑھتے تھے ان کو قتل کرنے کے لیے بے قرار بیٹھے تھے) قافلہ اہل بیت کی تعداد ۷۲ افراد تھی جن میں چالیس پیدل لڑنے والے تھے اور بتیس سوار، خواتین اس کے علاوہ تھیں۔ جب کہ یزیدی لشکر کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ امام عالی شان مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کی یوں صف بندی فرمائی کہ میمنہ پر زہیر بن قین کو اور میسرہ پر حبیب بن مطہر کو اور جھنڈا حضرت عباس بن علی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ خیمہ گاہ کو اپنی پشت پر رکھا اور خیمہ کے پیچھے رات خندق کھود کر اس میں آگ جلا دی گئی تھی تاکہ کوئی دشمن پیچھے سے خیموں میں داخل ہو کر خواتین کو گزند نہ پہنچا سکے۔ ادھر لشکر کوفی بھی صف بستہ ہو گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے صف بندی کر کے لشکر اعداء کے سامنے اتمام حجت کے لیے خطبہ ارشاد فرمایا جسے سب نے سنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

[1] خلاصہ البدایہ جلد ۸ از صفحہ ۱۶۸ تا ۱۷۹ جلد ۸

کربلا میں خطبہ امام عالی مقام

اے اہل کوفہ محاسبہ کرو کیا تمہیں میرے جیسے آدمی کا قتل گوارا ہے؟ میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں۔ آج دنیا میں میرے سوا کسی نبی کا نواسہ موجود نہیں۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے باپ ہیں جنت میں دو پروں سے اڑنے والے جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں۔ سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا ہیں۔ رسول خدا ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا هٰذَانِ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ یہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ اے اہل کوفہ! اگر تم میری باتوں کی تصدیق کرو تو حق یہی ہے اور جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے جھوٹ نہیں بولا لیکن تمہیں اگر شک ہو تو جاؤ جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، سہل بن سعد، زید بن ارقم اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے پوچھو۔ اے لوگو! میرا راستہ چھوڑ دو میں جہاں زمین میں جائے امن دیکھوں وہاں چلا جاؤں گا" کوفیوں نے کہا اے حسین رضی اللہ عنہ تم یزید کے حکم پر کیوں نہیں اترتے (اسکی بیعت کیوں نہیں کر لیتے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ

ترجمہ: یعنی اللہ کی پناہ (کہ میں یزید کی بیعت کروں) میں اپنے اور تمہارے رب کی ہر متکبر حاکم سے پناہ مانگتا ہوں جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے آواز دے کر فرمایا و شبث بن ربعی، و حجار بن ابجر، او قیس بن اشعث، او زید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے خط پہ خط لکھ کر دعوت نہیں دی تھی؟ کیا تم نے مجھے نہیں کہا تھا کہ پھل پک چکے ہیں اور کھیتیاں لہلہا رہی ہیں۔ آپ مسلح لشکر کی کمان کرنے کو جلد آجائیں۔ اب وہ تمہاری دعوت کہاں گئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہم نے کوئی خط نہیں لکھا (یعنی خط لکھ کر بلانے والے آج آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف یزیدی لشکر میں آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ کیے بیٹھے تھے۔ اور اپنے خطوط کا بھی انکار کر رہے تھے کہ ابن زیاد ان سے بگڑ نہ جائے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ تم جھوٹ بولنے پر کتنے دلیر ہو۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! اگر تمہیں میرا آنا پسند نہیں تو مجھے واپس جانے دو۔ قیس بن اشعث کہنے لگا حسین رضی اللہ عنہ تم اپنے چچازاد بھائی یزید کی بات کیوں نہیں مان لیتے (اس کی بیعت کیوں نہیں کر

لیتے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَا وَاللّٰہِ لَا اُعْطِیْھِمْ بِیَدِیْ اِعْطَاءَ الذَّلِیْلِ وَلَا اُقِرُّ لَھُمْ اِقْرَارَ الْعَبِیْدَ

ترجمہ: نہیں خدا کی قسم میں یزید کے ہاتھ میں کسی بے بس کی طرح ہاتھ نہ دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح اس کی غلامی کا اقرار کروں گا۔ ۱

حضرت حر کا لشکر یزید کو چھوڑ کر لشکر حسین رضی اللہ عنہ میں آجانا

آپ رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو سے کوفی لشکر کے ایک سپہ سالار حر بن یزید پر بڑا اچھا اثر ہوا وہ لشکر یزید سے نکل کر لشکر حسین رضی اللہ عنہ میں آگیا اور کوفیوں سے مخاطب ہو کر بولا او ظالمو! تم پر ہلاکت ہو تم نواسہ رسول ﷺ کی کوئی بات بھی ماننے کو تیار نہیں؟ اور کچھ نہیں تو تم انہیں یزید کے پاس جانے دو، خدا کی قسم میں قتل حسین سے کمتر خدمت پر بھی تم سے راضی ہو جاتا۔ حر کے بعض ساتھیوں نے اسے ملامت کی کہ تم نے کوفی لشکر کیوں چھوڑا حضرت حر نے جواب دیا میں جنت چھوڑ کر جہنم نہیں لے سکتا خواہ مجھے زندہ ہی جلا دیا جائے۔ حضرت حر نے لشکر کو یوں سمجھایا کہ ظالمو تم نے نواسہ رسول ﷺ کو خود دعوت دے کر بلایا اب تم ان کے خون کے پیاسے ہو۔ تم نے ان پر فرات کا پانی بند کر دیا ہے جس سے کتے درندے تو بے روک ٹوک پانی پی رہے ہیں اور اہل بیت رسول ﷺ پیاس سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ اگر تم نے ذریت مصطفی ﷺ کو پانی نہ پینے دیا تو سب سے بڑی پیاس والے دن (قیامت والے دن) خدا تمہیں کچھ نہیں پلائے گا۔ فرات سے یہود و نصاریٰ پانی پی رہے ہیں اور آل رسول ﷺ اس سے محروم ہیں۔ ۲

کیا آل رسول ﷺ پر کربلا میں پانی بند نہیں ہوا تھا؟

آج یزید کے کچھ خیر خواہ یہ ثابت کرتے پھرتے ہیں کہ کربلا میں آل رسول ﷺ پر پانی کا بند ہونا محض افسانہ ہے۔ وہ اپنی تائید میں ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ ۱۰ محرم کو امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے کچھ ساتھیوں نے غسل کیا اور خوشبو لگائی۔ یہ روایت البدایہ میں بھی موجود ہے اگر پانی بند

۱ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۱

۲ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ مصر

تھا تو غسل کیسے کیا گیا؟ ہم جواب دیتے ہیں۔ چونکہ فرات کے کنارے پر معرکہ برپا ہوا تھا۔ ممکن تھا کہ کسی وقت امام حسین علیہ السلام نے ساتھیوں کو اللہ نے پانی سے لینے کا موقع دے دیا ہو یا آپ علیہ السلام نے اس سے غسل فرمایا ہو۔ تو ہم یزیدی لشکر کا ارادہ آل رسول ﷺ کو پیاسا مارنے کا تھا۔ متعدد روایات جو ہم نے اوپر لکھی ہیں کیا صاف نہیں بتاتیں کہ آل رسول ﷺ پر پیاس کی بندش کی گئی تھی؟ ابھی پیچھے گزر چکا ہے کہ ابن زیاد نے ابن سعد کو سختی سے حکم دیا تھا کہ حسین علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کو فرات سے ہرگز پانی نہ لینے دیا جائے۔ پانی پر مکمل پہرہ بٹھا دو یہ روایت تاریخ کی تقریباً سبھی کتابوں میں موجود ہے۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ہے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو پیغام بھیجا۔ امام حسین علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں اور پانی کے درمیان حائل ہو جاؤ اور ایک قطرہ تک بھی مت پینے دو جیسے کہ مظلوم و متقی عثمان علیہ السلام کے ساتھ مدینہ میں کیا گیا تھا چنانچہ پانچ سو افراد کا فرات پر سخت پہرہ بٹھا دیا گیا۔

وَحَالُوْبَيْنَ حُسَيْنٍ وَاَصْحَابِهِ وَبَيْنَ الْمَاءِ اَنْ يُسْقَوْا مِنْهُ قَطْرَةً
وَذٰلِكَ قَبْلَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ بِثَلَاثٍ

ترجمہ: اور وہ لوگ امام حسین علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے اور ایک قطرہ انہیں نہیں لینے دیتے تھے اور یہ شہادت امام حسین علیہ السلام سے تین روز پہلے کی بات ہے۔ [1]

اس کے بعد دونوں لشکروں سے مبارزت طلبی کا سلسلہ شروع ہوا اور ہر بار اصحاب امام حسین علیہ السلام کو کامیابی حاصل ہوئی۔ کیونکہ وہ جنت سے بہت قریب ہو رہے تھے۔ اس طرح مبارزت طلبی میں یزیدی لشکر کے کئی اہم سپاہی ہلاک ہوئے۔ تب کوفی لشکر نے اجتماعی حملہ کا پروگرام بنایا عمرو بن سعد نے پانچ سو تیر اندازوں کو مقرر کیا انہوں نے تنی شدت سے تیر مارے کہ لشکر امام کی تمام سواریاں ڈھیر ہو گئیں اور وہ سب پیدل لڑنے پر مجبور ہو گئے اس دوران شمر بن ذی الجوشن نے جو قتل آل رسول ﷺ میں سب سے پیش پیش تھا ارادہ کیا کہ خیمہ گاہ اہل بیت کو آگ لگا دے اور اس نے کہا آگ لاؤ میں یہ خیمے اپنے اندر موجود افراد سمیت جلا دوں۔ اہل بیت رسول ﷺ کی عورتوں نے چیخنا

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ بیروت

آوازیں آنے لگیں تو کوفی لشکر ہی کے ایک سپاہی شبث بن ربعی (تاریخ بتاتی ہے کہ اس شخص نے بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ میں متعدد خطوط لکھے تھے) نے شمر سے کہا تم کتنے ذلیل اور بدترین انسان ہو کیا عورتوں کو مرعوب کر رہے ہو؟ یہی تمہاری مردانگی ہے؟ تو اس مردود ذلیل انسان کو حیا آ گئی اور واپس لوٹ گیا۔ اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا (بعض روایات میں ہے کہ شہر کوفہ سے جو قریب ہی تھا اذان جمعہ کی آوازیں آنے لگیں)

امام حسین رضی اللہ عنہ کا کربلا میں آخری نماز ادا کرنا

لشکر حسینی کے میمنہ پر مقرر حبیب بن مظہر نے کوفی لشکر کو پکار کر کہا ہمیں نماز ظہر پڑھ لینے دو مگر یہ بات نہ مانی گئی تو امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے نماز ظہر صلوۃ خوف کی صورت میں ادا فرمائی۔ [1]

صلوۃ خوف کا طریقہ قرآن میں یہ بتایا گیا ہے کہ لشکر کے چند لوگ امام کے پیچھے ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں اور جو مقابلہ کر رہے تھے وہ آ کر امام کے پیچھے دوسری رکعت پڑھیں اور مقابلے میں چلے جائیں اور امام سلام کہہ کر اپنی نماز پوری کر لے۔ پھر دونوں گروہ باری باری آ کر اپنی دوسری رکعت پڑھ لیں۔

عوام میں جو مشہور ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے سجدے میں شہادت پائی میں نے اسے کسی معتبر تاریخ میں نہیں دیکھا ممکن ہے اسی صلوۃ خوف کو سجدے میں شہادت پر محمول کر لیا گیا ہو۔ تاہم یہ اندازہ ہو گیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو نماز سے کتنی محبت تھی کہ ہزاروں سپاہیوں پر مشتمل کوفی لشکر کے مقابلے میں صرف ۷۲ افراد کو لے کر کھڑے ہیں مگر نماز سے پھر غافل نہیں ہیں بلکہ عین حالت لڑائی میں برستے تیروں اور چمکتی تلواروں کے سائے میں سجدہ نماز ادا کر رہے ہیں۔

اس کے بعد یزیدی لشکر نے پرزور حملہ شروع کر دیا تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں جانیں لڑا دیں۔ اسی دوران حضرت حر شہید ہوئے۔ حبیب بن مظہر، زہیر بن قین، نافع بن ہلال بجلی، عبدالرحمان بن عروہ، عبداللہ بن عروہ اور عابس بن ابی شبیب رضی اللہ عنہم اور دیگر غیر اہل بیت نے جام شہادت نوش کیا۔ اب تک ان لوگوں نے قربانی دی جو اہل رسول ﷺ کے

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۵

ساتھ آئے تھے جب وہ سارے شہید ہو گئے تو پھر اہل بیت کی باری آئی۔ جب تک جان نثار زندہ تھے انہوں نے آل رسول ﷺ پر آنچ نہ آنے دی۔

شہادت حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ

اہل بیت میں سب سے پہلے جس نے کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا وہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ تھے ان کی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب وہ مقابلے کے لیے نکلے تو ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

أَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيّ

نَحْنُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ أَوْلَى بِالنَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ: میں تو بیشک ہوں علی بن حسین بن علی رب کعبہ کی قسم ہم تو ہیں اولاد نبی ﷺ۔ [1]

آپ بار بار یہ رجزیہ شعر پڑھ رہے تھے اور اپنے لشکر کو ابھار رہے تھے۔ منقذ بن نعمان مردود سے نہ رہا گیا کہنے لگا علی ابن حسین رضی اللہ عنہ یہی شعر پڑھتے میرے قریب سے گزرا اور میں نے اس کی ماں کو نہ رلایا (اسے قتل نہ کیا) تو سارے عرب کے گناہ میرے سر رہے۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ یہی شعر پڑھتے ہوئے اس (ازلی بدبخت) کے قریب سے گزرے تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے سینے میں نیزہ مارا اور آپ رضی اللہ عنہ تڑپنے لگے کوفی لشکر تلواریں لے کر آپ رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑا اور جسم مبارک کے ٹکڑے کر ڈالے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○

حمید بن مسلم ازدی کہتے ہیں میرے کانوں نے سنا امام حسین شہادت علی اکبر رضی اللہ عنہ پر فرما رہے تھے۔ خدا اس قوم کو ہلاک کرے جنہوں نے اے بیٹا تمہیں شہید کیا۔ یہ لوگ حکم خدا اور حرمت رسول ﷺ پامال کرنے میں کتنے دلیر ہیں؟ اتنے میں ایک عورت تیزی سے خیمے سے نکلی وہ پکار رہی تھی او میرے پیارے بھائی! او میرے پیارے بھائی! میں نے پوچھا یہ کون ہے بتایا گیا یہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول ﷺ ہیں وہ آئیں اور بھتیجے کی لاش پر گر پڑیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں اٹھایا اور خیمے میں لے گئے۔ پھر تشریف لائے اور بیٹے کی لاش کو خیمے میں جا کر رکھ دیا۔ [2]

1. منظوم از مصنف
2. تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۳۱

حضرت قاسم بن امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابو مخنف (واقعہ کربلا کا راوی اول) کہتا ہے کہ ایک شخص حمید سے روایت کرتا ہے کہ ہماری طرف لشکر حسینی سے ایک نوجوان نکلا اس کا چہرہ چاند جیسا تھا۔ قمیص اور تہبند میں ملبوس تھا اس کی جوتی کا ایک تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اس پر ایک شخص نے حملہ کرنا چاہا تو عمرو بن سعد نے کہا میں خود اس پر حملہ کروں گا ابن سعد نے اس پر تلوار کی ضرب لگائی تو نوجوان کی چیخ نکلی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ باز شیر کی طرح جھپٹے اور ابن سعد پر ٹوٹ پڑے آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار کی ضرب لگائی جو اس نے اپنی کلائی پر روکنے کی کوشش کی جس سے کلائی کٹ گئی اور وہ چیخنے لگا۔ کوفی لشکر آگے بڑھا تا کہ اسے امام حسین رضی اللہ عنہ سے بچائے ایک ہجوم ہو گیا جب ہجوم چھٹا تو میں نے دیکھا اس نوجوان کا لاشہ تڑپ رہا ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ اس کے سر پر کھڑے فرما رہے ہیں جن لوگوں نے تجھے شہید کیا ان کی ہلاکت ہو تیرے نانا جان (نبی ﷺ) بروز حشر میری طرف سے تیرے خون کا مطالبہ کریں گے۔ پھر آپ نے نوجوان کی لاش اٹھائی اور خیمے میں لے گئے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ نوجوان کون تھا؟ تو مجھے بتایا گیا وہ قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھا۔ ؎

حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ کی شادی کربلا میں؟

اکثر شیعہ ذاکرین اور ان کی نقل میں شیعہ مذہبی داستانیں کربلا میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی شادی بڑے دردناک انداز میں ذکر کرتے ہیں مجھے کسی کتاب تاریخ میں اس شادی کا نام و نشان نہیں ملا۔ پتہ نہیں ان لوگوں نے یہ واقعہ کہاں سے نکالا ہے۔ اس کے اصل واقعہ کے بیان سے ان کا مقصد جھوٹی باتیں بنا کر لوگوں کو رلانے کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ہانی بن ثبیت حضرمی سے روایت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ شدید تھک گئے تھے آپ اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کی اولاد میں سے ایک بچہ لایا گیا

؎ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۸

جسے آپ رضی اللہ عنہ نے جھولی میں بٹھالیا اور اس کے بوسے لینے لگے بیٹے اب الوداع کہو، بس بیٹا اب میرا وقت شہادت قریب آگیا ہے اتنے میں بنی اسد کے ایک شخص نے تیر چلایا جو سیدھا بچے کو لگا اور اس کی جان نکل گئی انا للہ وانا الیہ راجعون آپ نے بچے کے خون سے چلو بھر کر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا اے اللہ آج اگر تیری حکمت یہی ہے کہ تیرے آسمان سے ہماری مدد نہ ہو تو ہم اسی پر راضی ہیں۔ اس کو ہمارے لیے بہتر بنا دے (یعنی اس مصیبت پر ہمیں بہتر اجر عطا فرما) ظالموں سے تو ہی ہمارا انتقال لینے والا ہے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پوتے امام جعفر بن محمد باقر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے بنو اسد تمہارے سر ہمارا ایک قتل ہے تمہارے ایک آدمی نے امام حسین علیہ السلام کے چھوٹے بچے کو تیر مار کر شہید کیا۔[1]

حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل بیت اطہار کے دیگر نفوس قدسیہ نے بھی یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش فرمایا۔ جن میں امام مسلم بن عقیل کے بیٹے عبد اللہ بن مسلم بن عقیل، امام مسلم کے بھائی عبد الرحمان بن عقیل اور جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بھانجے عون اور محمد عبد اللہ بن جعفر طیار کے بیٹے تھے شامل ہیں تمام شاہزادگان خانوادہ نبوت ایک ایک کر کے جنت الفردوس میں چلے گئے۔

اب امام حسین رضی اللہ عنہ کے صرف ایک بیمار بیٹے حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ رہ گئے وہ اس وقت نوعمر بھی تھے اور بیمار بھی۔ انہوں نے اجازت چاہی کہ وہ بھی خیمے سے نکل کر لڑائی میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اجازت نہ دی۔ دراصل قدرت کو یہ منظور تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی پشت سے اولاد رسول ﷺ کا سلسلہ تاقیامت قائم رہے اس لیے امام زین العابدین کو لڑائی میں شامل نہ کیا گیا۔

یہاں یہ نقطہ بھی قابل غور ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہی کو قدرت نے کیوں باقی رکھا جب کہ ان سے بھی چھوٹے شہزادے علی اصغر رضی اللہ عنہ کی شہادت اللہ نے منظور فرمائی۔ حکمت یہ تھی کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ شہر بانو رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تھے، اور وہ شاہ ایران یزدجرد کی بیٹی تھی سیدنا عمر فاروق کے دور خلافت میں ایران فتح ہوا اور شاہ ایران کی بیٹی اسیر بن کر مسجد نبوی میں لائی گئی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شہزادی کے لیے امت مسلمہ میں اگر کوئی عالی نسب مرد شایان

---

[1] طبری جلد ۳ صفحہ ۳۳۳

... حسین بن علی ... ہیں۔ چنانچہ امام حسین ... سے ان کی شادی ہوئی اور اس سے امام ... ن پیدا ہوئے گویا ان کا وجود خلافت فاروقی کی صداقت پر مہر تصدیق ہے۔ اگر خلافت ... ن میں حاصل ہونے والا مال غنیمت بھی جائز نہیں ہو سکتا بلکہ لوٹ مار اور دہشت گردی ... میں آتا ہے۔ امام حسین ... نے شہر بانو سے ... فرما کر خلافت فاروقی پر مہر خلافت لگائی ... نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد کو باقی رکھا تاکہ اس کی نسل سے جتنے سادات تاقیامت پیدا ... وق اعظم کی خلافت پر زبان حال سے مہر صداقت لگاتے رہیں گے بہر حال یہ ایک جملہ معترضہ ...

... کی شہادت عظمیٰ

ب میدان کربلا میں سیدنا مولانا حسین ... میدان میں رہ گئے ہیں۔ مگر آپ ... کے پایہ ... ن ذرہ برابر جنبش نہیں آئی۔ آپ ... اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ ہم یزید جیسے ... ن کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیں گے۔ خاندان جاتا ہے اور جان جاتی ہے تو جائے مگر دین کی ... ے۔

ہر بات میں ہے نورِ نبوت کی آب و تاب
آئینہ رسول ہے سیرت حسین ؓ کی
کٹوا دو سر جھکاؤ نہ باطل کے سامنے
پیغام دے رہی ہے شہادت حسین ؓ کی

امام حسین ... کا وجود زخموں سے چور چور ہے۔ ایک شقی مالک بن بشیر نے آپ کے سر ... سے کاری ضرب لگائی تھی اور کافی خون بہہ گیا تھا مگر ابھی شیر خدا کے فرزند کی ہمت میں ... نہ آیا تھا۔ آپ کو پیاس شدت سے ستا رہی تھی آپ نے چاہا فرات سے دو گھونٹ پی لیں۔ جب نہر ... کنارے تک پہنچے ... نے ... تو حصین بن تمیم نے تیر مارا جو آپ کی ٹھوڑی مبارک میں ... لگا جو آپ نے اپنے ہاتھ سے کھینچ کر نکالا اور آسمان کی طرف اچھال کر فرمایا اے اللہ تو ہی ان دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔

اب ازلی بدبخت اور جہنمی شقی ان میں سے ایک سیاہ دل شمر بن ذی الجوشن بیس گھڑ سواروں کی جماعت لے کر آگے بڑھا اور خیمہ اہل بیت کو لوٹنے کا ارادہ کیا۔ امام عالی مقام نے فرمایا اگر تم اپنے دین سے دست بردار ہو چکے ہو اور روز حساب کا کچھ خوف تمہارے دلوں میں نہیں تو کم از کم پردہ دار عورتوں سے تو کوئی تعرض نہ کرو اور نہ ہی خیمے میں داخل ہونے کی کوشش کرو۔ شمر نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ (مگر پھر ایسا نہ ہوا اور شہادت امام عالی مقام کے بعد خیمے لوٹ لیے گئے)

اب کوفی لشکر اکیلے امام عالی مقام پر حملہ آور ہے۔ آپ تلوار ذوالفقار کے ساتھ دائیں بائیں سے اپنا دفاع کر رہے ہیں اور جدھر رخ کرتے ہیں کوفی یوں دور بھاگتے ہیں جیسے بکریاں شیر سے۔ مگر زخموں سے چور اور سارے خاندان کی شہادت کے دکھ سے نڈھال سیدنا و مولانا امام حسین رضی اللہ عنہ آخر کب تک تنہا پورے لشکر کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وجود مسعود پر نیزوں کے تینتیس اور تلواروں کے چونتیس زخم لگ چکے تھے۔ آخر زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کے بائیں کندھے پر اس زور سے تلوار ماری کہ آپ لڑکھڑانے لگے۔ تو سنان ابن انس نخعی نے آپ کے سینے میں نیزہ مارا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ اور دوزخی کتے شمر بن ذی الجوشن نے بڑھ کر جسم نازنین سے سر انور کاٹ لیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون[1]

احسان را حق ہوا

گردوں ببارد برزمیں

اے کربلا کی خاک تو اس احسان کو نہ بھول

تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشہ بتول

اسلام کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی

سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسول

بتا رہی ہے ہم کو شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی

اسلام کی بقا کا یہ سرمدی اصول

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۸، ۱۹۰ روایت ابی مخنف عن ہانی

سر کٹ کے چڑھ جائے تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے رسول خدا ﷺ پر کیا گزری؟

ایک صحابیہ کہتی ہیں میں ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو وہ زار و زار رو رہی تھیں۔ میں نے کہا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ فرمانے لگیں میں نے آج خواب میں رسول خدا ﷺ کو دیکھا آپ کے سر اور داڑھی مبارک پر غبار پڑا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا یہ حال کیوں ہے؟ ارشاد فرمایا:

شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ آنِفًا

ترجمہ: میں نے قتل حسین رضی اللہ عنہ کا ماجرا ابھی دیکھا ہے۔ [1]

اور رسول پاک ﷺ کا یہ حال کیوں نہ ہوتا۔ مستدرک للحاکم میں ہے کہ ایک بار سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو جھٹکے کے ساتھ اٹھایا تو رسول اکرم ﷺ نے غصے سے فرمایا مہلا یا ام فضل ام فضل پرے ہٹ جاؤ تم نے مجھے تکلیف دی ہے۔ اندازہ فرمائیں دوستو! اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ذرہ سختی سے اٹھایا جائے تو رسول اللہ ﷺ کو تنی تکلیف ہوتی ہے تو جب انکی کی لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے سر نیزے پر اٹھایا گیا اس وقت آپ پر کیا گزری رہی ہوگی یہ وہ خود ہی جانتے ہیں۔

شہدائے کربلا میں اہل بیت کے اسمائے گرامی

سیدنا مولانا حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے اہل بیت میں سے تئیس افراد نے کربلا میں جام شہادت نوش فرمایا جن میں چھ سیدہ فاطمۃ الزہرہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد اور خون رسول ﷺ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں پانچ جعفر، حسین، عباس، محمد، عثمان اور ابوبکر رضی اللہ عنہم۔ امام حسین کے دو بھانجے عون اور محمد رضی اللہ عنہما اور حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تین جعفر، عبداللہ، عبدالرحمن، جبکہ مسلم بن عقیل نے پہلے کوفہ میں جام شہادت نوش کیا۔ اب کربلا میں ان کے بیٹے عبداللہ بن مسلم بن عقیل اور بھتیجے محمد بن ابی سعید بن عقیل نے جام شہادت نوش کیا۔ اہل بیت رسول

[1] ترمذی شریف جلد دوم ابواب المناقب صفحہ ۲۱۸

ﷺ کے علاوہ بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ان جاں نثاروں نے جو مکہ مکرمہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آئے تھے درجہ شہادت پایا۔ مجموعی طور پر شہداء کربلا کی تعداد ۷۲ تھی۔ جب کہ کوفی لشکر کے ۱۱ آدمی مارے ہوئے۔ خون رسول ﷺ سے ہاتھ رنگین کرنے کے سبب سے جہنم کے سزاوار ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اللہ نے ذلت والا عذاب تیار کیا ہے۔ [1]

بتائیے جن ظالموں نے آل محمد ﷺ کو کربلا میں پیاسے شہید کیا اور نواسہ مصطفی ﷺ کو بے دردی سے ذبح کیا ان سے بڑھ کر خدا اور رسول ﷺ کو تکلیف دینے والا ظالم کون ہو سکتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر جو شخص آل محمد ﷺ کا کربلا میں قتل عام کرنے میں پرجوش تھا وہ دوزخی کتا شمر بن ذی الجوشن ہے میں اسے بار بار دوزخی کتا اس لیے لکھ رہا ہوں کہ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں محمد بن عمرو بن حسن سے حدیث روایت کی ہے کہ ہم کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے آپ رضی اللہ عنہ نے شمر کی طرف دیکھ کر فرمایا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان سچ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا میں ایک کتے کو دیکھتا ہوں جو کالے اور سفید داغوں والا ہے اور میرے اہل بیت کے خون میں منہ مارتا ہے اور شمر کو برص کی بیماری تھی اور اس کے جسم پر برص کے داغ تھے۔ [2]

جو کوفی مارے گئے تھے ان کا جنازہ عمر بن سعد نے پڑھا اور انہیں دفنایا جب کہ سیدنا و مولانا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے سر جسموں سے کاٹ دیے گئے اور جسموں پر اس زور سے گھوڑے دوڑائے گئے کہ ان کی ہڈی پسلی ایک ہو گئی اور وہ زمین کے ساتھ مل گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون خدا کی بے نیازی دیکھئے اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے ظالموں قاتلوں اور پردے درب

---

۱ سورہ احزاب آیت ۵۸ پارہ ۲۲

۲ البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۰

کے مردوں کا جنازہ پڑھا جا رہا تھا اور جن کے محبوب خدا ﷺ جنت میں استقبال کر رہے تھے ان کی لاشیں بے گور و کفن پڑے ہیں کوئی جنازہ بھی پڑھنے والا نہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اگلے دن قریب کی بستی کے لوگوں نے آ کر ان سر کٹی چور چور لاشوں کا جنازہ پڑھا اور دفنا دیا۔

خیمہ اہل بیت رسول ﷺ پہ کوفیوں کی تاراج

شہادت امام عالی مقام ؑ کے بعد اہل کوفی نے اہل بیت رسول ﷺ پر یلغار کر دی اور لوٹ مار کے ہاتھ لگا اٹھالیا۔ حتیٰ کہ خواتین اہل بیت کے سروں سے چادریں بھی اتار لی گئیں۔ ان کے ہاتھوں سے گلوں سے اور پیروں سے زیورات بھی اتار لیے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ [1]

یہ کتنا دلخراش واقعہ ہے جسے لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ نبی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والوں نے پہلے اس نبی ﷺ کی آل کو قتل کیا پھر انکی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے پھر ان کے خیمے لوٹ لیے اور عصمت و عفت والی شہزادیوں سے چادریں چھین لیں جن کا سر کبھی چشم فلک نے ننگا نہیں دیکھا تھا۔

> کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
>
> دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہل بیت

عمر بن سعد نے جب خیمہ اہل بیت کو یوں لٹتا دیکھا تو اس کو بھی افسوس ہوا۔ اس نے کہا یہ تم نے بہت برا کیا ہے ان خواتین کے نزدیک کوئی شخص مت جائے اور اس لڑکے کو کوئی شخص مت قتل کرے اس نے حضرت امام زین العابدین ؑ علی بن حسین ؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا اور جس نے بھی ان کے سامان سے کوئی چیز اٹھائی ہے وہ واپس کر دے۔ مگر کسی نے کچھ واپس نہ کیا۔ [2]

امام حسین ؑ کا سر مبارک نور سے چمک رہا تھا

خیمہ اہل بیت کے لٹ جانے کے بعد شہدائے کربلا کے سر نیزوں پر اٹھا لیے گئے اور اہل بیت کی عورتوں اور بچوں کو اونٹوں پر بٹھا لیا گیا اور انہیں کوفے لے جایا گیا۔ سیدنا مولانا عالی مقام ؑ

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۰

[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۰۔ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۳۴

سر مبارک خولی بن یزید کے پاس تھا جب یہ لوگ کوفہ پہنچے تو رات ہو چکی تھی اور قصر امارت بند ہو چکا تھا تو وہ آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک گھر لے گیا اور اسے کپڑے دھونے والے ایک برتن کے نیچے رکھ دیا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا میں تیرے لیے زمانے کی عزت لایا ہوں وہ عورت کہنے لگی تمہیں لوگ اپنے گھروں میں سونا چاندی لے کر آتے ہیں اور تم فرزند رسول ﷺ کا سر مبارک لے کر آئے ہو خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ وہ عورت کہتی ہے خدا کی قسم اس برتن کے نیچے سے جس میں آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا ہوا تھا نور پھوٹتا نظر آ رہا تھا۔[1]

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دربار ابن زیاد میں

اگلے روز امیر کوفہ عبید اللہ ابن زیاد نے دربار لگایا اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے شہداء کے سر مبارک پیش کیے گئے۔ ۷۲ سر قطار کی صورت میں اس کے سامنے پڑے تھے۔

مسند بزار میں حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی وہ چھڑی سے آپ رضی اللہ عنہ کے دندان مبارک پر مارنے لگا اور کہنے لگا یہ شخص خوبصورت تو بہت تھا۔ میں نے بے ضبط ہو کر کہا خدا کی قسم میں ضرور تیری برائی بیان کروں گا جہاں تو چھڑی مار رہا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہاں بوسے دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ حدیث مسند ابو یعلیٰ میں بھی موجود ہے۔

بلکہ بخاری شریف مناقب حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے باب میں بھی یہ حدیث آئی ہے دیکھئے بخاری جلد اول کتاب المناقب باب مناقب حسن و حسین رضی اللہ عنہما صفحہ ۵۲۷۔

ابو مخنف نے حمید بن مسلم سے روایت کیا ہے کہ میں نے وہ منظر خود دیکھا جب میں ابن زیاد کے پاس آیا تو وہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پڑا تھا۔ اور وہ چھڑی سے ان کے سامنے کے دانتوں پر مار رہا تھا۔ تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے (بخاری و مسلم میں ان سے متعدد احادیث مروی ہیں) نے فرمایا ان دانتوں سے چھڑی اٹھا لو اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان دندان مبارک کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ

---

1 البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۲

مارنے لگے ابن زیاد نے غصے سے کہا خدا تمہیں اور رلائے۔ خدا کی قسم اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم بوڑھے کھوسٹ ہو اور تمہاری عقل جاتی رہی ہے تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اٹھ مجلس سے روتے ہوئے نکل آئے۔ جاتے ہوئے انہوں نے کچھ الفاظ کہے اگر ابن زیاد انہیں سن لیتا تو ضرور انہیں قتل کر ڈالتا۔ وہ تمہارے قریب سے گزرتے ہوئے فرما رہے تھے اے گروہ عرب تم آج سے آزاد نہیں غلام ہو تم نے فاطمہ بنت رسول ﷺ کے لخت جگر کو قتل کیا اور ابن مرجانہ (ابن زیاد) کو امیر بنایا وہ تم میں سے اچھے لوگوں کو قتل کر رہا ہے اور بروں کو غلام بنا کر رکھ رہا ہے۔ اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

یہ احادیث صاف بتا رہی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ پر شدید دکھ اور تکلیف تھی مگر ان میں سے اکثر زمانہ کے ہاتھوں بوڑھے ہو گئے تھے اور یزید کی جابر حکومت کے خلاف کھڑے ہونے اور لڑنے کی ان میں ہمت نہ تھی اور یوں بھی ان کی تعداد اس وقت زیادہ نہ تھی مٹھی بھر دنیا میں رہ گئے تھے اور جو تھے وہ بھی بوڑھے اور کمزور و ناتوان تھے۔ ابو مخنف روایت کرتا ہے کہ ابن زیاد نے سارے کوفہ کو جمع کیا پھر خطبہ دیتے ہوئے کہنے لگا اللہ نے مجھے حسین رضی اللہ عنہ پر فتح دی وہ لوگوں سے ان کی حکومت چھیننے اور ان میں پھوٹ ڈالنے کے لیے نکلا تھا۔ اللہ نے اسے ہلاک کیا۔ تو ایک شخص عبداللہ بن عفیف ازدی اٹھا کہنے لگا او ابن زیاد تم پر ہلاکت ہو تم نبیوں کی اولاد کو قتل کر کے صدیقوں والی کلام کر رہے ہو؟ ابن زیاد نے جلادوں کو کہا کہ اس کا سر قلم کر دو تو اسے اسی وقت خاک و خون میں غلطان کر دیا گیا۔

اسیرانِ اہل بیت کی کوفہ سے شام روانگی

اس کے بعد سیدنا و مولانا حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کربلا کے سروں اور قیدی عورتوں اور بچوں کو کوفہ کے بازاروں میں گھمایا گیا۔ کوفہ کی عورتیں اور مرد مکانوں کی چھتوں پہ چڑھ کر اس دردناک منظر کا نظارہ کرنے لگے اور رونے چلانے لگے انہوں نے دیکھا کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ان کی گردن کے پیچھے بندھے ہوئے ہیں اور مستورات اہل بیت اونٹوں کی ننگی پیٹھ پر سوار ہیں۔ تو اہل کوفہ نے نوحہ گری شروع کر دی آپ نے نحیف آواز میں کہا۔

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۲

"بر ما نوحہ و گریہ مے کنید پس کہ مرا کشتہ است"

آج تم ہم پر نوحہ خوانی کر رہے ہو بتاؤ تمہارے سوا ہمیں کس نے قتل کیا ہے؟ ۱

سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا نے بھی اس وقت اہل کوفہ کے اس مکر و فریب کو دیکھ کر فرمایا: تم نے اپنی عاقبت برباد کر لی ہے۔ تم ہی نے ہمیں قتل کیا اور خود ہی رو رہے ہو خدا کی قسم تم زیادہ رویا کرو گے اور کم ہنسو گے۔ ۲

قارئین یہ تاریخی حقیقت ہے کہ آج جو لوگ محرم میں ہر سال غم حسین میں سینہ کوبی، زنجیر زنی اور نوحہ گری کی مجلس بپا کرتے ہیں ان کی تاریخ تاریخ کوفہ ہی سے شروع ہوتی ہے۔ کوفہ ہی میں عبداللہ بن سبا یہودی نے لبادہ اسلام اوڑھ کر امامت علی کا عقیدہ مسلمانوں میں رائج کیا۔ یہ دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بات ہے جس سے مسلمانوں میں انتشار کی وہ بنیاد پڑی کہ آج تک اختلافات کی آگ جل رہی ہے۔ آج امامت علی کی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ کافر و منافق قرار دینے والے لوگ ہی محرم کے دنوں میں محفلیں لگاتے ہیں اور ان بدعات کا ارتکاب کیا جاتا ہے وہ بہت ہی افسوسناک ہیں۔ خدا سب کو ہدایت دے۔

سر حسین رضی اللہ عنہ دربار یزید میں

بعد ازاں اسیران اہل بیت کو دمشق بھیجا گیا۔ زہیر بن قیس اور شمر بن ذی الجوشن اس قافلہ کو لے کر گئے اور امام زین العابدین رحمہ اللہ کو معہ اہل بیت یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔ حضرت امام زین العابدین رحمہ اللہ کے ہاتھ اسی طرح بندھے ہوئے تھے زحر بن قیس نے کارکردگی پیش کرتے ہوئے کہا اے امیر المومنین آپ کو فتح مبارک ہو حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اپنے ۷۲ ساتھیوں کے ساتھ ہمارے مقابلے میں نکلا ہم نے اسے آپ کی بیعت یا لڑائی کرنے کا اختیار دیا تو اس نے لڑائی پسند کی چنانچہ ہم نے ان پر زور سے حملہ کیا اور وہ بائیں بچانے کے لیے ادھر ادھر بھاگنے لگے مگر ہم نے کسی کو زندہ نہیں چھوڑا اب انکی لاشیں برہنہ پڑی ہیں۔ (کوفیوں نے شہداء کے جسموں سے کپڑے تک

۱ چہاردہ معصوم مشہور شیعہ مصنف ملا باقر مجلسی صفحہ ۲۱۷ مطبوعہ انتشارات سرور ایران
۲ احتجاج طبرسی مصنف مشہور شیعہ عالم ابو جعفر طبرسی جلد دوم صفحہ ۲۹

اتارے لیے تھے معاذاللہ) سورج انہیں جھلسا رہا ہے اور ہوائیں ان پر خاک ڈال رہی ہیں اور درندے ان کی بوٹیاں نوچ رہے ہیں یہ سن کر (اس شقی القلب) یزید کی آنکھیں بھی ڈبڈبا گئیں۔ اور کہنے لگا میں حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بغیر بھی تمہاری خدمت سے راضی ہو سکتا تھا۔ اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے اگر میں وہاں ہوتا تو ضرور حسین رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیتا۔ [1]

عین دربار یزید میں یہ واقعہ بھی دوبارہ پیش آیا کہ نواسہ رسول ﷺ کا سر یزید کے سامنے پڑا تھا۔ اور وہ ہاتھ کی چھڑی سے آپ رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر مارنے لگا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔

یفلقن ھاما من رجال اعزۃ لینا وھم کانوا اعق ظلما

ترجمہ: تلواریں ان مردوں کے سر اتارتی ہیں جو ہمارے لیے بہت عزیز بھی تھے
مگر انہوں نے نافرمانی کی۔

حضرت ابو برزہ اسلمی صحابی رسول ﷺ وہاں موجود تھے فرمانے لگے تم حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پہ چھڑی مار رہے ہو جنہیں میں نے دیکھا کہ رسول خدا ﷺ بوسے لیتے تھے اے یزید قیامت کے روز حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اس صورت میں آئیں گے کہ ان کے شفیع اللہ کے رسول ﷺ ہوں گے اور تمہارا شفیع ابن زیاد ہوگا۔ [2]

بہر حال یزید نے مستورات اہل بیت اور بچوں کو چند افراد کی نگرانی میں مدینہ طیبہ بھجوا دیا اور یوں اس دردناک قصے کا اختتام ہوا۔

کیا یزید کو قتل حسین پر واقعتاً دکھ ہوا تھا یا نہیں؟

آج کے بعض خارجیت پسند مصنفین یہ ثابت کرنے کے لیے پورا زور صرف کر رہے ہیں کہ یزید کا قتل حسین سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ جب وہ اس سے باخبر ہوا تو نہایت افسوس کیا۔

ہم نہیں کہتے ہیں یہ محض دھوکہ وفریب ہے تاریخ کا منصفانہ مطالعہ یہی بتاتا ہے کہ یزید اس قتل میں پورا پورا ذمہ دار ہے اور اسے اس قتل کا کچھ بھی افسوس نہ تھا بلکہ اس کی ذہنیت نہایت گھناؤنی اور

[1] الکامل فی التاریخ الاثیر جلد ۳ صفحہ مطبوعہ بیروت
[2] الکامل فی التاریخ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹

منافقانہ تھی۔ بھی آپ نے پڑھا کہ جب اس دربار میں امام عالی مقام نواسہ رسول ﷺ کا سر انور رکھا گیا تو اس نے چھڑی سے آپ کے دندان مبارک پر چوٹیں لگائیں حضرت ابوبرزہ اسلمی صحابی رسول یہ منظر دیکھ نہ سکے اور بے قرار ہو کر بولے یہ چھڑی ہٹا لو ان دانتوں کو تو رسول اللہ ﷺ بوسہ دیا کرتے تھے اگر یزید کو اس قتل کا دکھ ہوتا تو کیا وہ آپ کے سر مبارک کو چھڑیوں سے چوٹیں لگاتا؟

اس کی یہ حرکت بتاتی ہے کہ اسے اس قتل عظیم سے کچھ بھی دکھ نہ ہوا تاریخ یہ بھی بتاتی ہے۔ جب خواتین اہل بیت رسول ﷺ یزید کے دربار میں پیش ہوئیں تو ایک شامی مرد نے یزید سے کہا یہ لڑکی مجھے دے دو۔ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی چھوٹی بہن سیدہ فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا یزید نے غضب ناک ہو کر کہا:

كَذَبْتَ وَاللّٰهِ اِنَّ ذٰلِكَ لِيْ

تم جھوٹ کہتے ہو۔ لہذا یہ میرے لیے ہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰه ثُمَّ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه

یہ سن کر حضرت سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما نے تڑپ کر فرمایا: یزید یہ تیرے لیے جائز نہیں ہے کہ تو ہمیں لونڈیاں بنا لے۔ ہاں اگر تم ہمارے دین سے نکل کر کوئی دین اختیار کر لو تو تمہاری مرضی۔۔ یہ سن کر یزید کو سخت طیش آیا۔ کہنے لگا: انما خرج من الدین ابوک و اخوک۔ دین سے تمہارا باپ اور تمہارا بھائی نکلا ہے۔ سیدہ زینب نے پھر فرمایا میرے باپ اور میرے بھائی اور میرے نانا کا دین اختیار کر کے ہی تم خود کو مسلمان کہلانے کے حق دار ہو۔ [1]

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ یزید لعین اہل بیت رسول ﷺ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا تھا اس کے نزدیک حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ دین سے نکل گئے تھے۔ اس لیے اس نے خواتین اہل بیت رسول ﷺ کو لونڈیاں بنانا چاہا مگر سیدہ زینب کی دلیرانہ گفتگو نے اس کا منہ پھیر دیا یہ افسوس تھا اس کو قتل حسین رضی اللہ عنہ کا؟"

قارئین! اندازہ فرمائیں جو شخص سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو دائرہ اسلام سے

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۴ مطبوعہ مصر ۱۳۵۱ھ نیز تاریخ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۹۹ بیروت

خارج سمجھتا ہو۔ اس کے اپنے ایمان کا کیا حال ہے کیا وہ ابھی تک مسلمان ہی ہے؟ ہرگز نہیں پتہ چلا یزید صرف فاسق و فاجر ہی نہیں کفر کی حد تک پہنچا ہوا تھا امام المورخین امام ابن کثیر فرماتے ہیں یزید نے صرف دکھاوے کے لیے ابن زیاد پر قتل حسین کی وجہ سے لعنت کی. ولكن لم يعزله على ذلك ولا عاقبه ولا ارسل العتاب عليه مگر اسے معزول نہ کیا اسے کوئی سزا بھی نہ دی بلکہ ناراضگی کا خط تک نہ لکھا۔ ؎۱

امام ابن اثیر تاریخ کامل میں فرماتے ہیں۔

وَلَمَّا وَصَلَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ إِلَى يَزِيد حَسُنَ حَالُ ابنِ زياد عِنْدَهُ وَوَصَلَهُ وَسَرَّهُ مَافَعَلَ ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ اِلَّا يَسِيرًا حَتَّى بَلَغَهُ بُغْضُ النَّاسِ لَهُ وَلَعْنُهُمْ وَسَبُّهُمْ فَنَدِمَ عَلَى قَتْلِ الْحُسَيْنِ

ترجمہ: جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے پاس پہنچا تو ابن زیاد کا مقام و مرتبہ اس کے ہاں بہت اعلیٰ ہو گیا۔ اور اس پر اپنے اکرام میں اضافہ کر دیا اسے نوازا اور اس کے اس اقدام قتل حسین پر مسرور ہوا مگر کچھ ہی دیر بعد یزید کو خبریں ملنے لگیں کہ لوگ اس قتل کی وجہ سے اسے سخت برا جانتے ہیں اس پر لعنت کرتے ہیں گالیاں دیتے ہیں تو پھر اسے اس قتل پر ندامت محسوس ہوئی۔ ؎۲

صاف پتہ چل گیا کہ یزید اس قتل میں پورا پورا شریک تھا۔ رہا اس کا آنسو بہانا تو یہ منافقت کے آنسو تھے وہ بہت منافق اور چالباز انسان تھا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ اس نے ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا تو اس سے کسی کو انکار نہیں کہ اس نے ابن زیاد کو پہلے سے قتل حسین سے منع نہیں کیا تھا۔ بلکہ جب یزید کو پتہ چلا کہ امام حسین مدینے سے کوفہ چل پڑے ہیں تو اس نے ابن زیاد کو لکھا کہ حسین تیرے پاس آرہے ہیں اور تم پر بہت بڑا امتحان آپڑا ہے اب تم یا تو آزاد ہو جاؤ گے یا ہمیشہ کے لیے غلام بنا لیے جاؤ گے۔ تو ابن زیاد نے آپ کو قتل کر کے آپ کا سر یزید کو بھیج

؎۱ البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۰۴

؎۲ الکامل فی التاریخ جلد ۳ صفحہ ۳۰۰

دیا تھا تاکہ ثابت کرے کہ وہ غلام نہیں آزاد ہے۔ ؎۱

اگر یزید کے دل میں امام عالی مقام کے لیے ذرہ برابر بھی رحم ہوتا تو وہ ابن زیاد کو آپ سے نرمی کا معاملہ کرنے کی تاکید کرتا اور بتاتا کہ اس کے والد امیر معاویہ امام حسین کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کی وصیت کر گئے ہیں مگر اس نے ابن زیاد کو جو کچھ کہا وہ آپ کے سامنے ہے اس نے اسے امام عالی مقام کے خلاف ہر قسم کے اقدام کی کھلی چھٹی دے دی تھی تو پھر اس میں کیا شک رہ گیا کہ یزید قتل حسین رضی اللہ عنہ کا براہ راست ذمہ دار اور مستحق نار ہے۔

قتل حسین کے بعد صحابہ کا یزید کے خلاف خروج

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ کا صحابہ کرام کو دکھ تو شدید تھا مگر اس کے خلاف خروج کی صورت میں انہیں کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے تھے جیسے کہ پیچھے گزر چکا ہے ان کے دل میں یزید اور اس کے اعمال کے لیے شدید نفرت تھی مگر وہ خود کو بے بس پاتے تھے۔ بنوامیہ کی طاقت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اس کے خلاف کامیابی ممکن نہ تھی پھر امام عالی مقام کی شہادت سے اور شہداء کربلا کے ساتھ انتہائی ظالمانہ سلوک نے لوگوں کو مزید خوفزدہ کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشوں کے سر نیزوں پر اٹھائے گئے ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے سارے جہان سے معزز خواتین آل رسول ﷺ کو قیدی بنا کر شاہی درباروں میں گھمایا گیا جس کا تصور کر کے کلیجہ دہلنے لگتا ہے اس سفاکانہ و کافرانہ اقدام نے لوگوں کو سخت خوفزدہ کر دیا پیچھے گزر چکا ہے کہ ابن زیاد نے سر حسین رضی اللہ عنہ پر چھڑی سے چوٹیں لگائیں تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جو شان اہل بیت میں مشہور حدیث ثقلین کے راوی بھی ہیں اور بخاری و مسلم کے رواۃ میں سے ہیں غصے سے کھڑے ہو گئے دوسری روایت کے مطابق وہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ بھی برداشت نہ کر سکے اور ابن زیاد پر سخت تنقید کی ابن زیاد نے حضرت زید بن ارقم کو ڈانٹتے ہوئے کہا اگر تمہارے بڑھاپے کا خیال نہ ہوتا تو میں ابھی تمہاری گردن اڑا دیتا۔

تاہم صحابہ کرام تادیر خاموش نہ رہ سکے اور یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے حضرت عبداللہ

؎۱ البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۷

زبیر ؓ نے حرمین شریفین مکہ و مدینہ منورہ میں جہاں صحابہ کرام کی اکثریت تھی لوگوں کو یزید کے خلاف دعوت دی اور امام کے ظالمانہ قتل کا بدلہ لینے کی ترغیب دلائی اسی طرح اہل مدینہ نے یزید کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا اور حضرت حنظلہ ؓ جنہیں فرشتوں نے غسل دیا تھا کے بیٹے حضرت عبداللہ بن حنظلہ ؓ کو اپنا امیر بنایا انہوں نے یزید کے عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ طیبہ سے نکالا بلکہ تمام بنو امیہ سے کہا کہ مدینہ طیبہ سے نکل جائیں صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت ان کے ساتھ تھی جن کی تعداد سینکڑوں میں تھی صرف حضرت عبداللہ بن عمر ؓ اور امام زین العابدین نے ان کا ساتھ نہ دیا وہ یہ کہتے تھے کہ اس طرح فتنہ پیدا ہو گا یزید کی بیعت توڑنے سے وہی کچھ ہو گا جو کربلا میں اہل بیت کے ساتھ ہوا اور واقعتاً وہی کچھ ہوا

واقعہ کربلا کے بعد اہل مدینہ پر یزید کے مظالم

تو یزید نے مسلم بن عقبہ جیسے ظالم و متشدد آدمی کی کمان میں کئی ہزار افراد پر مشتمل لشکر بھیجا تاکہ اہل مدینہ کی بغاوت فرو کرے اس بدبخت نے آکر مدینہ طیبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی خود اسے یزید نے حکم دے کر بھیجا تھا کہ جا کر اہل مدینہ سے کہو وہ بغاوت سے باز آ جائیں پھر انہیں تین دن کی مہلت دو اگر وہ باز نہ آئیں تو ان سے لڑائی کرو

وَاِذَا ظَهَرْتَ عَلَيْهِمْ فَاَبِحِ الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثًا

ترجمہ: اور جب تم ان پر چڑھائی کرو تو مدینہ کو تین دن تک اپنے لیے مباح کر لو۔

یعنی جو ہاتھ لگے لوٹ لو تین دن کے بعد پناہ تم روک دو مسلم بن عقبہ نے جا کر اسی طرح کیا۔ ؎

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام کو امام حسین سے کس قدر محبت تھی ان کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے تھے مگر کامیاب نہ ہو سکے تاہم انہوں نے اپنی جانیں اس راہ میں دیدیں انہیں یزید کی بیعت کی طرف بلایا گیا جب تین دن تک اہل مدینہ نے یزید کی بیعت نہ کی تو مسلم بن عقبہ نے مدینہ رسول پر دھاوا بول دیا مدینہ سے باہر مقام حرہ پر شدید ترین لڑائی ہوئی امام زہری فرماتے ہیں۔

؎ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۲

قتل یوم الحرة سبعة مائة من وجوه الناس من المهاجرین والانصار

ترجمہ: جنگ حرہ میں قتل کئے جانے والوں کی تعداد سات سو تھی جن میں مہاجرین و انصار صحابہ میں سے معزز اور چیدہ لوگ تھے۔ ۱

اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے لیے شہادت امام عالی مقام کی خبر کتنی اچانک تھی مکہ سے نکلتے ہوئے صحابہ نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ اہل کوفہ کے پاس آپ نہ جائیں مگر آپ اہل کوفہ کے خطوط کے پیش نظر چلے گئے صحابہ کرام کو انہیں کوفیوں کی بے وفائی تو معلوم تھی مگر صحابہ کرام کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ کو اس قدر جلدی قتل کر دیا جائے گا یہ واقعہ بہت اچانک اور بہت جلد ہو گیا صحابہ کرام مدد کو نہ پہنچ سکے اگر انہیں امام حسین کا کوئی خط مل جاتا کہ میں مشکل میں ہوں میری مدد کو آؤ تو نا ممکن تھا کہ نواسہ رسول ﷺ کی مدد کے لیے صحابہ کرام نہ نکلتے جو ان کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے سات سو کی تعداد میں شہید ہو سکتے ہیں وہ مدد کے لیے کیوں نہیں آ سکتے تھے۔

مکہ شریف پر یزید کی چڑھائی اور موت

صرف مدینہ کے صحابہ کرام کے ہی یہ جذبات نہ تھے مکہ نے بھی واقعہ کربلا کے بعد بغاوت کی اور مسلم بن عقبہ نے مدینہ طیبہ میں لوٹ مار کرنے کے بعد مکہ شریف کا رخ کیا اور وہاں بھی کئی صحابہ شہید ہوئے جن میں حضرت مسعود بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمان بن عوف نمایاں ہیں مکہ شریف پر بھی اس طرح چڑھائی کی گئی حتی کہ حرم کعبہ کو آگ لگا دی گئی کعبہ شریف کا غلاف جل گیا لکڑیاں جل گئیں کعبہ شریف پر پتھر برسائے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۲

یہ سب سیاہ کارنامے یزید کے منحوس دور میں ہوئے اس کا سارا دور اہل بیت رسول ﷺ، مدینۃ الرسول اور کعبۃ اللہ کی عزت و حرمت سے پامال کرنے میں گزرا ابھی کعبہ شریف کے پردوں میں آگ لگی ہوئی تھی کہ ربیع الثانی ۶۴ ہجری میں یزید کی موت کی خبر مکہ شریف میں آگئی اور اس کا بھیجا ہوا ظالم و سفاک لشکر واپس شام بھاگ گیا اور ظلم و تشدد کی ایک تاریک رات ختم ہوئی۔

۱ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۴

۲ البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۱ کامل فی التاریخ جلد ۳ صفحہ ۳۲۶ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۲۱ وغیرہ

امام ابن کثیر اپنی رائے بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقَدْ اَخْطَأَ يَزِيْدُ خَطَأً فَاحِشًا فِيْ قَوْلِهِ لِمُسْلِمِ بْنِ عُقْبَةَ اَنْ يُبِيْحَ الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَ هٰذَا خَطَأٌ كَبِيْرٌ مَعَ مَا انْضَمَّ اِلَيْهِ مِنْ قَتْلِ خَلْقٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَاَبْنَائِهِمْ

ترجمہ: یزید نے یہ بہت بڑا جرم کیا جو مسلم بن عقبہ کو تین دن تک مدینہ کو مباح کرنے کا حکم دیا یہ ایک بہت بڑا جرم ہے پھر اس کے ساتھ یہ جرم بھی شامل ہو گیا کہ صحابہ کرام اور انکی اولاد میں سے ایک بڑی خلقت قتل کر دی گئی۔

بات اسی پر بس نہیں چونکہ خود یزید نے مسلم بن عقبہ کی فوج کو کھلی چھٹی دیدی تھی کہ مدینہ تمہارے لیے تین دن تک مباح ہے جو مرضی کرو تو انہوں نے مدینہ طیبہ کی پاکدامن خواتین کے ساتھ بے پناہ جبراً زنا کیا۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

وَلَدَتْ اَلْفُ امْرَاَةٍ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بعد وقعة الْحَرَّةِ مِنْ غَيْرِ زَوْجٍ

ترجمہ: اہل مدینہ کی ایک ہزار عورت نے واقعہ حرہ کے بعد شادی کے بغیر حرامی بچے جنے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) [2]

اس زمانے میں صحابہ کرام میں سے کسی کی جان بچی اس نے کسی غار میں یا خفیہ مقام میں چھپ کر جان بچائی الغرض اہل مدینہ طیبہ پر جو مظالم ڈھائے گئے ان کو قلم نہیں لکھ سکتا اور یہ یزید کے واضح حکم کے ساتھ ہوا۔

اہل مدینہ کو ستانے والا شخص جہنمی اور ملعون ہے۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

1. البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۵
2. البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۴

۱۔ لا یکید اهل المدینة احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء.

ترجمہ: اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص دجل و فریب کرے گا وہ (نارِ جہنم میں) ایسے پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ ۱

۲۔ انہی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: لَا يُرِيْدُ اَحَدٌ الْمَدِيْنَةَ بِسُوْءٍ اِلَّا اَذَابَهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ

ترجمہ: یعنی جو شخص بھی شہر مدینہ سے برائی کرنا چاہے گا اللہ اسے دوزخ میں یوں پگھلا دے گا جیسے چونا پانی میں۔ ۲

۳۔ سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ظُلْمًا اَخَافَهُ اللّٰهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا

ترجمہ: جو شخص اہل مدینہ کو اپنے ظلم سے خوف زدہ کرے اللہ اسے روز قیامت خوف زدہ کرے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ ۳

یزید پر لعنت کا جواز

چونکہ یہ تاریخ سے صریحاً ثابت ہے کہ خود یزید نے مدینہ میں تین دن تک لوٹ مار کرنے اور غارت گری کا حکم دیا تھا چنانچہ ابھی البدایہ کے حوالے سے پیچھے گزرا اور امام ابن اثیر بھی فرماتے ہیں۔ کہ یزید نے مسلم بن عقبہ سے کہا تھا:

فَاِذَا ظَهَرْتَ عَلَيْهِمْ فَاَبِحْهَا ثَلَاثًا

۱۔ بخاری شریف جلد اول کتاب فضائل المدینہ صفحہ ۲۴۲

۲۔ مسلم شریف جلد اول کتاب الحج صفحہ ۴۴۱

۳۔ مسند احمد حنبل جلد ۴ صفحہ ۵۵

: جب تم اہل مدینہ پر حملہ کرو تو سارا مدینہ اپنے لیے تین دن تک مباح سمجھو۔ [1]

اور ایسا ہی تاریخ طبری اور تاریخ ابن خلدون میں بھی ہے ابن اثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے جو خود بنو امیہ کا ایک فرد تھا جب یزید کا یہ حکم سنا تو کہا کاش آج آسمان زمین پہ گر پڑتا یزید نے اتنا بڑا حکم دیا ہے۔

اور نبی اکرم ﷺ کی حدیث ابھی گزر چکی ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے اس پر اللہ فرشتے اور سب انسانوں کی لعنت ہے جب کہ یزید نے نہ صرف انہیں خوف زدہ کیا ہے بلکہ ایک ہزار افراد کو جن میں سات سو صحابہ کرام تھے شہید کر دیا اور ایک ہزار دختران شہر رسول سے زنا کیا۔ کیا اب بھی یزید پر لعنت نہ کی جائے؟

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں امت کے متعدد ائمہ دین نے کھل کر یزید پر لعنت کی ہے جیسے امام احمد بن حنبل ہیں محدث کبیر امام ابو یعلیٰ ہیں ان کے بیٹے ابو حسین ہیں اور امام ابن جوزی ہیں۔ امام ابن جوزی نے یزید پر لعنت کے جواز میں مستقل کتاب لکھی ہے اور جنہوں نے یزید پر لعنت سے توقف کیا وہ اس لیے ہے کہ یہ لعنت کا سلسلہ کہیں ان کے والد امیر معاویہ اور دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف نہ چلا جائے۔ [2]

مگر میں سمجھتا ہوں توقف کرنے والوں کا یہ استدلال قوی نہیں۔ یزید کی بدکرداریوں سے اس کے والد گرامی کا کوئی تعلق نہیں اور جب اس پر لعنت کی جائے تو وہ اسی پر رہے گی اور اس کی حرکتیں واقعتاً لعنت کے قابل ہیں۔

یاد رہے اہل مدینہ کو ستانے والا بھی ملعون ہے اور خدا اور رسول ﷺ کو اذیت دینے والا اس سے بھی بڑا ملعون ہے جس نے مدینہ والوں کو ستایا وہ حدیث کے مطابق ملعون ہے اور خدا اور رسول کو اذیت دینے والا قرآن کی زبان میں ملعون ہے اور اس پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ

[1] الکامل فی التاریخ جلد ۳ صفحہ ۳۱۱

[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۷

اَلْاٰخِرَةِ

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا اور ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کیا ہے۔ [1]

یزید نے آل رسول ﷺ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر اللہ اور اس کے رسول کو وہ اذیت دی کہ کوئی کافر بھی نہیں دے سکتا اس لیے وہ قرآن و حدیث دونوں کی زبان میں ملعون ہے دنیا و آخرت دونوں میں۔

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کا تاریخی انجام

واقعہ کربلا کے بعد اللہ کی جب غیرت جاگی تو قاتلان حسین پر قہر خداوندی ٹوٹ پڑا۔ جس جس نے بھی واقعہ کربلا میں اہل بیت رسول ﷺ کو گزند پہنچایا تھا وہ قدرت کے انتقام سے نہ بچ سکا۔

یزید کا انجام

یزید اس حالت میں مرا کہ اس کے ہاتھ ہزاروں صحابہ کرام کے قتل سے رنگین ہو چکے تھے اس کے وحشی اور سنگ دل حکم کے مطابق شہر رسول ﷺ مدینہ پاک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ مدینۃ الرسول ﷺ اور مکہ مکرمہ کے باشندے یزیدی لشکر کے ہاتھوں تنگ آ چکے تھے مسجد نبوی و کعبۃ اللہ کی حرمت پامال ہو چکی تھی مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے گلی کوچے صحابہ کرام کے خون شہادت سے لالہ زار ہو چکے تھے۔ جس وقت یزیدی لشکر کعبۃ اللہ پر پتھر برسا رہا تھا اور مسجد حرام میں ظلم و غارت کا بازار گرم کیے ہوئے تھا عین اس وقت میں یزید کی موت کی خبر عبداللہ بن زبیر تک پہنچی اور انہوں نے پکار کر یزیدی لشکر سے کہا تمہارا گمراہ سردار مر گیا پھر تم یہ ظلم کس کے لیے کر رہے ہو۔ یہ سن کر ان کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ اسی وقت واپس دمشق کو چلے گئے۔ یہ ۱۴ ربیع الاول ۶۴ ہجری کا واقعہ ہے۔ [2]

[1] سورت احزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴

[2] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۸

الغرض یزید اہل مدینہ و اہل حرم کی عزتیں اور جان و مال وقف برباد اور گلے میں طوق لعنت
ڈال کر دنیا سے رخصت ہوا اس کی زبان پر العطش العطش یعنی ہائے پیاس ہائے پیاس کی آوازیں
تھیں جب خدا کسی کو ذلت سے مارنا چاہتا ہے تو اس سے یہی کام کرواتا ہے۔

کوفہ میں مختار ثقفی کی حکومت کا قیام

یزید کی موت کے ساتھ ہی کوفہ سے اموی حکومت اٹھ گئی اور کچھ ہی عرصہ میں وہاں ۶۶ھ میں مختار بن ابی عبید ثقفی نے قبضہ کر لیا وہ یہ نعرہ لے کر میدان میں آیا کہ نواسہ رسول حسین بن علی اور ان کے خاندان سمیت بے یار و مددگار قتل کیا گیا اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟ اس کا شعار یا لثارات الحسین ہائے خون حسین کا انتقام تو سارا کوفہ اس کے گرد جمع ہو گیا اور قصر امارت پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ ابن زیاد جو مرگ یزید کے بعد دمشق چلا گیا تھا کہ اس وقت عبد الملک بن مروان نے عظیم لشکر کے ساتھ بھیج کر مختار کی قوت کا خاتمہ کرنے کے لیے بھیجا کربلا میں امام حسین کا مقابلہ کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد اس لشکر میں شامل تھی کیونکہ مختار کے کوفہ پر قابض ہوتے ہی یہ لوگ دمشق چلے گئے تھے اور اب مختار کا خاتمہ کرنے آئے تھے۔ محرم ۶۷ ہجری کو کوفہ اور موصل کے مابین دونوں کی جنگ ہوئی ثقفی لشکر بے جگری سے لڑا شامی لشکر کو شکست ہوئی ہزاروں شامی قتل ہوئے اور جو گرفتار ہوئے ان میں سے دو سو چوراسی کا کربلا میں امام حسین کے خلاف جانا ثابت ہوا تو انہیں لائن میں کھڑا کر کے قتل کر دیا گیا۔

شمر لعین کا انجام

مختار ثقفی کے قابض کوفہ ہوتے ہی شمر بن ذی الجوشن بھاگ گیا تھا اس خبیث نے امام حسین کا سر اور جسم سے جدا کیا تھا مختار نے اس کے پیچھے سپاہی بھیجے جنہوں نے اس کو قتل کر کے اس کے جسم کے ٹکڑے کر کے کتوں کو کھلا دیے اس کا جسم ایسا کیا گیا جیسے حدیث گذر چکی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک کتا میرے اہل بیت کے خون میں منہ مار رہا ہے۔ امام حسین نے کربلا میں شمر کو دیکھ کر فرمایا تھا یہ وہی ہے کیونکہ شمر کے جسم پر برص کے داغ تھے۔

اس کے بعد مختار نے کوفہ میں خطبہ دیا کہ ابھی کوفہ میں آل محمد ﷺ کے قاتلوں کی بہت بڑی تعداد زندہ ہے میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک زمین کو ان سے پاک نہ کر دوں چنانچہ کوفہ میں سخت پکڑ دھکڑ شروع ہوئی ایک ایک قاتل کو پکڑ پکڑ کر لایا گیا مختار کے سامنے انہیں کھڑا کیا جاتا وہ انہیں مختلف طریقوں سے اذیت ناک موت مرنے کا حکم دیتا بعض کو زندہ جلوا دیا بعض کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں چھوڑ دیا گیا وہ تڑپ تڑپ کر مر گئے اور بعض کو تیروں سے چھلنی کر کے ہلاک کیا گیا ایک شخص مالک بن بشر کو لایا گیا مختار نے اس سے کہا کیا تم ہی نے امام حسین کے سر سے عمامہ اتارا تھا؟ کہنے لگا ہم اس وقت مجبور تھے مختار نے کہا ان ہاتھوں سے اس نے امام کا عمامہ اتارا تھا وہ کاٹ دو اور اس کے دونوں پاؤں بھی کاٹ دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس نے تڑپ تڑپ کر جان دیدی۔

خولی بن یزید کا عبرتناک انجام

اس ملعون نے امام عالی مقام کا سر انور جسم مبارک سے جدا کیے جانے کے بعد نیزے پر اٹھا کر دربار ابن زیاد میں کوفہ پہنچایا تھا پیچھے گزر چکا ہے کہ جب ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو اہل بیت کو کوفہ لایا گیا تو رات ہو گئی تھی اور ابن زیاد کا قصر امارت بند ہو چکا تھا تو خولی ملعون سر انور کو اپنے گھر لے گیا اور بیوی کو بتایا کہ میں سارے زمانے کی دولت تمہارے پاس لایا ہوں جب اس نے سر انور اسے دکھایا تو اس کی چیخ نکل گئی اور کہنے لگی ظالم لوگ گھروں میں سونا چاندی لاتے ہیں اور تو دختر رسول ﷺ کے جگر گوشہ کا سر لے آیا ہے خدا کی قسم آج کے بعد میں اور تم ایک بستر پر کبھی نہیں لیٹیں گے تو خولی نے اپنی دوسری بیوی کے پاس رہنا شروع کر دیا۔

جب مختار ثقفی کی فوج نے خولی کے گھر کا محاصرہ کیا تو اس وقت اس کی وہ بیوی جس نے رات اس پر لعنت کی تھی گھر میں موجود تھی سپاہیوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اسی نے دروازہ کھولا انہوں نے پوچھا خولی کہاں ہے وہ زبان سے کہنے لگی مجھے پتہ نہیں مگر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ گھر ہی میں ہے وہ گھر کے بیت الخلاء میں چھپا بیٹھا تھا سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اور دربار مختار ثقفی میں لے گئے مختار ثقفی نے اسے زندہ جلوا دیا۔

جس شخص نے امام مسلم کے بیٹے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو قتل کیا تھا اس کا نام یزید بن ورقا تھا۔ اسے پکڑنے گئے تو اس نے لڑائی شروع کر دی شقی سپاہیوں نے اس پر تیروں اور پتھروں کی اتنی بوچھاڑ کی کہ وہ ادھ موا ہو کر گر پڑا ابھی اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی کہ سپاہیوں نے اسے گھسیٹا اور جلتی آگ میں ڈال کر بھون دیا۔

عمر بن سعد کا خوف ناک اور عبرت انگیز انجام

کربلا میں کوفی لشکر کا امیر یہی تھا اور حکومت حاصل کرنے کے لالچ میں اس نے آل رسول ﷺ کے خون سے دشت کربلا کو رنگین کیا یہ بدبخت انسان عظیم صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں کا بیٹا ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سرور دو عالم ﷺ کی دعا نے مستجاب الدعوات بنا دیا تھا وہ زبان سے جو کہتے تھے ہو جاتا تھا۔ حلیۃ الاولیاء ابی نعیم میں آپ کے زود اثر دعاؤں کا مبسوط تذکرہ موجود ہے اس راقم الحروف گنہگار نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے جو الحمد اللہ چھپ گیا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زندگی کا واقعہ ہے کہ آپ کا غلام آپ کے پاس آیا اس کا خون اس کی پنڈلیوں پر بہہ رہا تھا آپ نے فرمایا تمہیں کس نے مارا ہے کہنے لگا آپ کے بیٹے عمر نے آپ کی زبان سے نکل گیا۔

اللھم اقتله واسل دمه

اے اللہ اسے قتل کر اور اس کا خون بہا دے۔ بس ان کی زبان سے جو نکل گیا وہ ہو گیا واقعہ کربلا کی پاداش میں مختار نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا یہ چھپتا پھرتا تھا مختار نے کہا حسین رضی اللہ عنہ کا خون اسے بھاگنے نہیں دے گا یہی ہوا ایک سپاہی اس کے پیچھے پڑ گیا اس نے بھاگنے کی کوشش کی سپاہی نے پیچھے جا کر گھیرتے ہوئے تلوار سے اس کی گردن کاٹ دی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیے اور سر مختار ثقفی کے پاس لے آیا اس وقت مختار کے دربار میں عمر کا بیٹا حفص بیٹھا تھا مختار نے اسے کہا اس سر کو پہچانتے ہو اس نے انا للہ پڑھا اور کہا ہاں جانتا ہوں اب اس کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں مختار نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو واقعی اب تمہیں زندہ رہنے کی کوئی ضرورت نہیں

پھر اس نے حکم دیا کہ اس کا بھی وہی حشر کرو جو اس کے باپ کے ساتھ ہوا چنانچہ مختار ثقفی نے یہ دونوں سر حضرت محمد بن حنیفہ کے پاس مدینہ طیبہ بھیج دیے اور ساتھ خط بھی لکھا کہ اللہ نے آپ کے دشمنوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔

جب دونوں باپ بیٹے مختار کے سامنے پڑے تھے تو اس نے کہا باپ کا سر امام حسین کے بدلے میں ہے اور بیٹے کا سر حضرت علی اکبر کے بدلے میں مگر پھر بھی برابری کیسے ہو سکتی ہے کہاں آل محمد ﷺ کہاں یہ خبیث؟

ابن زیاد کا وحشت ناک انجام

جیسا کہ پیچھے لکھا جا چکا ہے ابن زیاد واقعہ کربلا کے بعد شام میں قیام پذیر ہو گیا تھا موت یزید کے بعد اس نے مصر میں اپنی خود مختار حکومت بنانا چاہی مگر کامیاب نہ ہو سکا پھر عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں ۶۷ ہجری کے آغاز میں ابن زیاد دوسری بار شامی حکومت کی طرف سے مختار کی قوت کا خاتمہ کرنے کے لیے قریباً اسی ہزار کا لشکر لے کر عراق و موصل سے پہنچا موصل پر دونوں لشکر باہم ٹکرائے مختار کی طرف سے ابراہیم بن اشتر نخعی صرف سات ہزار کے لشکر کے ساتھ آیا مختار کی فوج کی تعداد بہت کم تھی مگر ابراہیم بن اشتر نے ان میں یہ بات ذہن نشین کرا کر بے حد جوش پیدا کر دیا تھا کہ دیکھو آج تمہارے مقابلے میں نواسہ رسول ﷺ کا قاتل کھڑا ہے جس نے آل رسول ﷺ کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو فرعون نے بھی بنی اسرائیل کے ساتھ نہیں کیا تھا آگے بڑھو اور اس کے خون سے اپنی تلواروں کی پیاس بجھاؤ اور رسول خدا ﷺ کی شفاعت کے حقدار بن جاؤ

چنانچہ مختاری لشکر بہت بے جگری سے لڑا خود ابراہیم بن اشتر کا یہ حال تھا جس شامی پر اس کی تلوار پڑتی دو ٹکڑے کر کے رکھ دیتی آخر شامی فوج کے مقتولین کو پہچانا گیا تو ان میں ابن زیاد کی لاش بھی نکل آئی چنانچہ اس کا سر کاٹ کر مختار کے دربار میں بطور تحفہ ارسال کر دیا گیا۔ خدا کی قدرت دیکھیں ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو امام عالی مقام کربلا میں جام شہادت نوش کیا اور ۱۱ محرم کو ان کا سر ابن زیاد کے سامنے دربار کوفہ میں پیش کیا گیا اور ٹھیک چھ برس بعد ۱۰ محرم ۶۷ ہجری کو موصل کے میدان میں ابن زیاد کے ٹکڑے ہو گئے اور ۱۱ محرم ۶۷ ہجری کو اس کا سر کوفہ کے اسی دربار میں مختار کے سامنے اسی جگہ پڑا تھا جہاں

امام عالی مقام کا سر رکھا گیا تھا۔

واللہ عزیز ذو انتقام ¹

ابن زیاد کے سر میں سانپ داخل ہوتا ہے

عمارہ بن عمیر روایت کرتے ہیں جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تو مسجد میں ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر کی صورت میں پھینک دیے گئے میں بھی قریب ہوا کہ دیکھوں تو لوگ چیخنے لگے (آگیا آگیا) تو وہ ایک سانپ تھا جو آیا اور سارے سروں میں سے گھستا ہوا ابن زیاد کے سر تک پہنچا اور اس کے ناک میں داخل ہو گیا پھر تھوڑی دیر بعد وہ نکلا اور گم ہو گیا تھوڑی دیر بعد پھر آواز آئی آگیا آگیا تو وہ سانپ پھر آیا اور ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہوا اور نکل کر غائب ہو گیا یہ اس نے دو تین مرتبہ کیا۔ ²

البدایہ میں امام ابن کثیر نے ابو احمد حاکم کی روایت سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب ابن مرجانہ (ابن زیاد) اور اس کے ساتھیوں کے سر مختار ثقفی کے سامنے پھینکے گئے تو ایک باریک سانپ آیا اور ابن زیاد کے منہ میں داخل ہوا اور نتھنے سے نکلا پھر اس کے نتھنے میں داخل ہو کر اس کے منہ سے نکلا اس طرح اس نے کئی بار کیا دوسرے کسی سر کو اس نے نہ چھیڑا۔ ³

گویا اللہ نے بتا دیا کہ اس ملعون کے لیے ہم نے آخرت میں اس سے بھی بدتر عذابات تیار کر رکھے ہیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خلافت معاویہ و یزید نامی کتاب میں محمود احمد عباسی نے ابن زیاد کو اہل بیت کا ہمدرد ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور کئی صفحات سیاہ کیے ہیں میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر مختار کے زمانہ میں یہ عباسی صاحب تشریف فرما ہوتے تو ان کا حال بھی ابن زیاد سے مختلف نہ ہوتا کیونکہ انہوں نے انصاف و دیانت کے ساتھ ویسا ہی ظلم کیا ہے جیسا ابن زیاد نے کربلا میں آل رسول ﷺ سے کیا۔ پتہ نہیں کس سے نہیں یہ مقصد ابن زیاد قتل حسین تک میں

¹ قاتلان حسین سے انتقام کے مذکورہ واقعات البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۷۲ سے صفحہ ۲۸۵ کا خلاصہ ہے

² ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ کتاب المناقب

³ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۲۸۹

کتنا ملوث تھا اس کا اندازہ تو اسی سے ہو جاتا ہے کہ خود یزید جسے عباسی نے مذکورہ کتاب کے ٹائٹل پہ یزید رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے نے اپنا دامن بچانے کے لیے کہا تھا کہ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے میں نے اسے قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا اگر وہ قتل نہ کرتا اور میرے پاس لے آتا تو میں اس پر راضی ہو جاتا۔ [1]

تعجب ہے تمہارا یزید تو ابن زیاد پر لعنت کر رہا ہے اور تم اس کا دفاع کر رہے ہو کچھ تو خوف خدا کرو بغض آل رسول ﷺ کی کوئی حد بھی ہے تمہارے سینے میں؟

یہاں پر ہم یہ فصل ختم کرتے ہیں جو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سوانح سے تعلق رکھتی ہے آگے دوسری فصل میں آپ کے فضائل و محامد ذکر کیے جائیں گے۔

---

[1] البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۹۳

دوسری فصل

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل

پہلے ہم وہ فضائل لائیں گے جو امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی مشترکہ فضیلت سے تعلق رکھتے ہیں بعد میں امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے انفرادی فضائل لکھے جائیں گے۔

امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے مشترکہ فضائل

۱۔ ابن ابی نعم کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے خود سنا۔ ایک کوئی شخص ان سے سوال کر رہا ہے کہ محرم (احرام باندھنے والا) اگر مکھی مار دے تو کیا حکم ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہل عراق مجھ سے مکھی مارنے کا سوال کرتے ہیں تو اور انہوں نے نواسہ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جبکہ رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا

ترجمہ: دنیا میں یہ دونوں (حسن وحسین رضی اللہ عنہما) میرے پھول ہیں۔ –

یعنی جس طرح پھول میں حسن اور خوشبو محسوس ہوتی ہے، نبی اکرم ﷺ کو ان دونوں نواسوں سے جنت کا حسن اور وہاں کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ مولانا امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

۲۔ ایاس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے خچر (جس کا نام شہبا تھا) پر رسول اکرم ﷺ کو بٹھایا۔ اس کی لگام پکڑ کر چلنے کی خدمت انجام دی اس وقت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں خچر پر سوار تھے ایک آپ کے آگے دوسرا آپ

– بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۳۰ کتاب مناقب، ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ ابواب المناقب

کے پیچھے۔ [1]

یعنی رسول اکرم ﷺ کو اپنے دونوں نواسوں سے اس قدر محبت تھی کہ دونوں کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹا کر رکھتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ

یعنی حسن و حسین دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ [2]

امام ترمذی فرماتے ہیں ہذا حدیث حسن صحیح یہ حدیث حسن صحیح ہے:

معزز قارئین یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ جنت میں سارے ہی نوجوان ہونگے کوئی بوڑھا نہیں ہوگا تو معنی بن گیا کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما سب اہل جنت کے سردار ہیں تاہم اس سیادت سے جزوی اور اضافی سیادت مراد ہے یعنی راہ حق میں شہادت یا رسول اکرم ﷺ کی نظر میں محبوبیت کے حوالے سے یہ دونوں سب اہل جنت کے سردار ہیں تو یہ جزوی اور اضافی سیادت ہے ورنہ اس پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ اہل جنت میں کلی اور مطلق سیادت انبیاء کرام اور ان کے بعد خلفاء راشدین کو حاصل ہے۔ یعنی جنت میں کل انبیاء ورسل کے سردار نبی پاک ﷺ ہوں گے مقام نبوت کے بعد بزرگ ترصحابہ اور بوڑھے جنتیوں کے سردار حضرت ابوبکر وعمر ہوں گے، جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہوں گی اور جنتی نوجوانوں کے سردار امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہوں گے

بعض نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حسن وحسین رضی اللہ عنہما ان لوگوں کے سردار ہیں جنہوں نے نوجوانی میں وفات پائی اور جنت کے حق دار ہوئے کیونکہ بوقت شہادت امام حسن وحسین کی عمر بالترتیب سینتالیس اور ستاون برس تھی اور یہ عمر اگرچہ عموماً نوجوانی کی عمر شمار نہیں ہوتی مگر یہ عمر بڑھاپے کے غلبہ آجانے کی عمر بھی نہیں ہے اور اگر کوئی شخص صحت مند اور توانا ہو تو وہ اس عمر میں بھی نوجوان ہی نظر آتا ہے۔ اور یہی حال حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا تھا۔

---

[1] مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۸۳ کتاب الفضائل

[2] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۸ ابواب المناقب

کیا باغی اہل جنت کا سردار ہو سکتا ہے؟

یہاں محمود احمد عباسی اور ان جیسے دوسرے خارجیت زدہ لوگوں کیلئے درس عبرت ہے جو امام عالی مقام کو باغی و تفرقہ باز قرار دیتے ہیں۔

کس قدر دکھ افسوس اور غیظ و غضب کی بات ہے کہ محمود احمد عباسی نے خلافت معاویہ و یزید میں صفحہ ۲۰ سے صفحہ ۲۳ تک وہ احادیث نقل کی ہیں جو باغیوں سے متعلق ہیں اور انہیں امام حسین کی شہادت پر فٹ کیا ہے (معاذ اللہ) جیسے حدیث ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے امیر کے خلاف خروج کرے وہ جاہلیت کی موت مرا (بخاری) اور حدیث ہے کہ جس نے اس امت کے نظام میں تفرقہ پیدا کیا تم اسے قتل کردو خواہ وہ کوئی ہو (مسلم) اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو جس کی بعد میں بیعت کی گئی تھی اسے قتل کر دو کہ وہ تفرقہ پیدا کر رہا ہے۔ (بغوی)

محمود عباسی نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ یزید پر ساری امت متفق تھی اور امام حسین نے اس کے خلاف بغاوت کر کے جو جرم کیا اس کی سزا نبی کریم ﷺ نے قتل مقرر کی ہے اور یہ موت شہادت نہیں بلکہ جاہلیت کی موت ہے۔

أَسْتَغْفِرُ اللهَ ثُمَّ أَسْتَغْفِرُ الله۔

بلکہ اس سے بڑھ کر محمد دین بٹ نے رشید ابن رشید میں یہ بھی لکھ ڈالا کہ حسین اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوا یعنی باغی کی شرعی سزا اس پر جاری کی گئی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد)

ہم دور حاضر کے ان خوارج سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اے یزیدی فوج کے سپاہیو رسول اکرم ﷺ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا نام لے کر انہیں نہ صرف جنتی بلکہ نوجوانان جنت کا سردار قرار دے رہے ہیں اور امام ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح قرار دیا ہے اور تم حدیثوں سے اپنا بے ڈھنگا تعلق جوڑ کر انہیں جاہلیت کی موت مرنے والا قرار دے رہے ہو؟ کیا تمہارے دل میں خدا کا کچھ خوف نہیں تمہیں رسول ﷺ کو تکلیف دے کر تمہیں کیا لذت حاصل ہوتی ہے؟

فرمان رسول ﷺ

الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ

اس حدیث مبارکہ نے اس بات پر بھی مہر لگا دی کہ یزید لعین کی حکومت اسلامی حکومت نہ تھی اسی لیے اس کے خلاف جہاد کرنے والے امام حسین نوجوانانِ جنت کے سردار بن گئے وہ غیر شرعی غیر اسلامی اور ظالمانہ وسفاکانہ حکومت تھی جسے حدیث نبوی میں ملوکیت جبریہ کہا گیا ہے ورنہ بتائیے اسلامی حکومت کے خلاف خروج کرنے والا نوجوانانِ جنت کا سردار کیسے قرار پایا۔

۴۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمایا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا

ترجمہ: اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔[1]

۵۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا

اَلْحَسَنُ اَشْبَہَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مَا بَیْنَ الصَّدْرِ اِلَی الرَّاْسِ وَ الْحُسَیْنُ اَشْبَہَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مَا کَانَ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ

ترجمہ: حسن رضی اللہ عنہ سینے سے لے کر سر تک رسول ﷺ سے مشابہ ہے اور حسین رضی اللہ عنہ سینے سے پاؤں تک آپ ﷺ کے ساتھ مشابہ ہے۔[2]

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

ایک سینے تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
خط توام سے لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ

ترجمہ: جس نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔[3]

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ ابواب المناقب

[2] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹

[3] سنن ابن ماجہ مقدمہ صفحہ ۱۲ فضائل حسن وحسین

۷۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات میں رسول اکرم ﷺ کے پاس کسی ضرورت کے لیے گیا آپ باہر تشریف لائے میں نے محسوس کیا آپ نے اپنے کمبل میں کوئی چیز اٹھا رکھی ہے آپ نے کمبل ہٹایا تو حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ کے پہلوؤں میں دبکے بیٹھے تھے تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

هٰذَانِ اَبْنَایَ وَابْنَا ابْنَتِی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهُمَا

ترجمہ: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔[1]

ان احادیث مبارکہ کو خارجی لوگ نہیں پڑھتے اگر پڑھتے ہیں تو ان میں غور نہیں کرتے اگر غور کریں تو انہیں ہدایت نصیب ہو جائے رسول خدا ﷺ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق اپنی ساری امت کو جو تا قیامت آنے والی ہے یہ وصیت فرما رہے ہیں کہ اے مسلمانوں! جو میرے ان دونواسوں سے محبت رکھے اللہ اس سے محبت رکھے گا اور میں دعا کرتا ہوں جو ان سے محبت رکھے خدا اس سے محبت رکھے گا یہ امام الانبیاء ﷺ کے کلمات ہیں صرف ایک نانا کے اپنے نواسوں کیلئے نہیں آپ کا یہ الفاظ بولنا اس لیے ہے کہ اللہ نے آپ کو آئندہ کے حالات سے آگاہ کر دیا تھا اور بتا دیا تھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آئندہ زندگی میں جادۂ حق سے کبھی انحراف نہیں کریں گے ان سے کوئی ایسا عمل سرزد نہیں ہو گا جو اللہ کی محبت کے خلاف ہو۔ امام حسین پر بغاوت کا الزام رکھنا ان تمام احادیث صحیحہ سے صاف انکار کے مترادف ہے۔

۸۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا

اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ اِبْنَایَ مَنْ اَحَبَّهُمَا اَحَبَّنِیْ ومن احبنی اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ اَدْخَلَهُ النَّارَ

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۸

ترجمہ: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں میرے بیٹے ہیں جو ان سے محبت رکھے اس نے مجھ سے محبت رکھی اور میرے ساتھ محبت رکھنے والا اللہ سے محبت رکھنے والا ہے اور جو اللہ سے محبت رکھے اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور جو اللہ سے دشمنی رکھے اللہ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔ ¹

اس کے ساتھ آپ وہ حدیث بھی ملائیں جو اسی کتاب میں گذر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی سیدہ فاطمہ اور حسین و حسن رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

أنا حرب لمن حاربكم وسلم لمن سالمكم

ترجمہ: میں اس کے ساتھ لڑنے والا ہوں جو تم سے لڑے اور اس سے صلح رکھنے والا ہوں جو تم سے صلح رکھے۔ ²

پھر ایک فیصلہ کریں کہ یزید ابن زیاد، عمر بن سعد، شمر، خولی بن یزید اور دوسرے تمام قاتلین حسین کا انجام کیا ہے؟ جس سے رسول خدا ﷺ اعلان جنگ فرمائیں اس کے مستحق نار ہونے میں کیا شک ہے اور جہنمی لوگوں کا دفاع کرنے والے لوگ بھی اللہ کے ہاں جہنمی ہیں۔ کیونکہ ارشاد رسول ﷺ ہے: المرء مع من احب. انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے انفرادی فضائل

آپ کے بعض فضائل قرآن کریم سے مستنبط ہیں اور بعض حدیث میں مذکور ہیں پہلے قرآنی فضائل لکھے جاتے ہیں۔

پہلی آیت: دین پر استقامت اور حسین رضی اللہ عنہ

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ

¹ مستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ

² ترمذی

تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ
فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ
غَفُورٍ رَّحِيمٍ ۝

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ڈٹ گئے (اور مخلوق رب کے خوف کوئی محسوس نہ کیا) ان پر فرشتے یہ پیغام لے کر اترتے ہیں کہ تم کچھ خوف نہ رکھو اور مت غمگین ہو تمہیں اس جنت کی بشارت دی جاتی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم تمہارے مددگار ہیں اس دنیا میں اور آخرت میں اور تمہارے لیے جنت میں ہر وہ نعمت ہوگی جس کا تمہارے دل تقاضہ کریں گے اور تمہیں وہاں وہ کچھ ملے گا جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے یہ بخشنے والے مہربان رب کی طرف سے میزبانی ہے۔ [1]

یہ آیات مقدسات سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت پر بے مثال روشنی ڈالتی ہیں۔ کیونکہ آپ کا یزید کے خلاف ڈٹ جانا، جان دے دینا مگر باطل کی بیعت قبول نہ کرنا، راہ حق پر استقامت کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

دوسری طرف حسنین کریمین کا بیس سال تک حضرت امیر معاویہ کی بیعت کیے رکھنا اور اس پر قائم رہنا امیر معاویہ کے حق پر ہونے کی بین دلیل ہے۔ اگر شیعہ کہیں کہ حسنین کریمین نے تقیہ کر کے بیعت معاویہ کی تھی تو اس سے دونوں سردار نوجوانان جنت پر منافقت بزدلی اور ابن الوقت ہونے کا الزام آئے گا لہذا سوچیں یہ کتنی بڑی گستاخی ہے حسنین کریمین کی۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ کربلا میں بھی تقیہ کر لیتے۔ سب کچھ قربان نہ کرتے۔ یہاں پتہ چلا حسنین کریمین کا بیس سال تک بیعت معاویہ پہ قائم رہنا ان کے صحابی رسول صاحب ایمان متقی اور ان کی حکومت کے حق ہونے کو ثابت کرتی ہے۔ اور حضرت سیدنا امام حسین کا سب کچھ لٹا دینا لیکن یزید کی حکومت کی بیعت نہ کرنا خود یزید کو بے ایمان ظالم جابر اور اس کے باطل ہونے کو ثابت کرتی ہے لہذا حسنین پر تقیہ کا الزام غلط ہے۔

[1] سورۃ حم سجدہ آیت ۳۰ تا ۳۲ پارہ ۲۴

چشم فلک نے ایسا نظارہ کبھی دیکھا ہوگا کہ ایک شخص تنہا ہزاروں کے آگے اپنے موقف پر ڈٹا ہے، وہ ہزاروں لوگ دنیوی طور پر ایک فاتح اور اس شخص کی میت کربلا میں، وہ تنہا یہ آدمی درحقیقت ان کے آگے جیتا ہے۔ جب وہ فرماتا ہے شہیدوں کے لیے پروردگار خدا کے فرشتے تا قیامت رحمت کے پھول لے کر آتے ہیں ان کی قبروں پر فرشتے تا قیامت رحمتیں لے کر اترتے رہیں گے اور انہیں جنت کی بشارتیں سناتے رہیں گے ان سرفروشان اسلام سے اللہ فرماتا ہے کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے مددگار ہیں اور آخرت میں بھی۔

کیا اللہ نے کربلا میں امام حسین ؓ کی مدد نہ کی؟

اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ خدا فرما رہا ہے ہم ان لوگوں کی دنیا و آخرت میں مدد کرتے ہیں مگر امام حسین ؓ کی مدد تو نہ کی گئی ورنہ ان کا سر نیزے پر نہ چڑھتا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ خدا نے حسین ؓ ابن علی کو کامیاب کیا اور یزید کو ناکام کیونکہ جھگڑا یہ تھا کہ حسین ؓ یزید کی بیعت کریں، یزید کی کوشش تھی کہ حسین ؓ میرے آگے جھکے مگر وہ نہیں جھکا نہ سر کٹا کر ان سے بیعت نہ لے سکا تو بتائیے کون کامیاب ہوا امام حسین یا یزید پلید؟ اس طرح اللہ تعالیٰ نے امام حسین ؓ کو حق پر **استقامت عطا فرما کر ان کی مدد کی۔**

شہادت امام حسین ؓ نے خلافت راشدہ کی صداقت پر مہر لگا دی

یہاں یہ بات بھی عرض کرنا ضروری ہے۔ شیعہ لوگ یہ کہتے ہیں مولا علی ؓ شیر خدا نے جان بچانے کے لیے ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اگر وہ بیعت نہ کرتے تو **ان کی گردن ماردی جاتی۔**

ہم کہتے ہیں ایسا کہنے والے مولا علی شیر خدا کو معاذ اللہ بزدل بنا کر پیش کرتے ہیں ہم ان سے کہتے ہیں مولا علی شیر خدا کے بیٹے نے کربلا میں جان دیدی سارا کنبہ شہید کرا دیا مگر جھوٹی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ بتاؤ جس کا بیٹا اتنا بہادر ہے وہ خود کتنا بہادر ہوگا وہ جھوٹی حکومت کے آگے کیسے جھک سکتا تھا۔ یاد رکھیے امام حسین ؓ کی بہادری اور استقامت مولا علی شیر خدا ؓ کی تربیت کا اثر ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حسین ؓ درحقیقت ہیں تو علی ؓ، جہاں میں حسین شاخ ہے تو علی درخت ہے حسین ایک ورق

یہ تو عملی کتاب ہے امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں باطل کے آگے جھکنے کے بجائے گردن کٹوا کر بتا دیا کہ ہم اہل بیت خلفاء راشدین کو اگر برحق نہ سمجھتے تو ان کے آگے کبھی نہ جھکتے نہ ان کی بیعت کرتے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید میں فرق

یہاں یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جو لوگ سیدنا امیر معاویہ اور یزید کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں وہ امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور اہل بیت کے وفادار نہیں حسنین کریمین نے امیر معاویہ کی بیعت کی اور یزید کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تفصیل پیچھے گذر چکی ہے بہرحال ہمیں بھی آل رسول ﷺ کی اتباع میں یہ فرق یاد رکھنا پڑے گا جس سے اہل بیت کی صلح ہے اس سے ہماری صلح ہے جس سے ان کی جنگ ہے اس سے ہماری جنگ ہے۔ الحمد للہ اہل سنت حقیقی معنوں میں غلامان اہل بیت ہیں۔

دوسری آیت: نماز اور صبر کے ساتھ استعانت اور حسین رضی اللہ عنہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٣﴾

ترجمہ: اے ایمان والو صبر اور نماز کے ساتھ مشکلات میں اللہ کی مدد چاہو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔[1]

اس آیت کو بھی دیکھیں اور کربلا میں امام حسین کا صبر اور نماز بھی دیکھیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم فرمایا ہے کہ مصائب و مشکلات میں رضائے الٰہی کے حصول کیلئے صبر اور نماز کا سہارا لیں امام حسین پر جتنی بڑی مصیبت کربلا میں آئی اس کی مثال نہیں اور جیسا صبر آپ نے کیا اور جس طرح نماز ادا کی وہ بھی بے مثال ہے۔

حضور مولا امام حسین رضی اللہ عنہ کا صبر

صبر ایسا کیا جس کی مثال نہیں سارا خاندان آپ کے سامنے شہید ہوا مگر آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی آپ کی آنکھوں کے سامنے دشمنوں نے آپ کے نوجوان بیٹے علی اکبر کے جسم نازنین کے ٹکڑے کیے تو آپ کی زبان پر صرف اتنے الفاظ آئے اے بیٹا تجھے قتل

---

[1] سورۃ البقرہ آیت ۱۵۳ پارہ ۲

کرنے والے حرمت رسول پامال کرنے میں کتنے دلیر ہیں؟ آپ کی گود میں آپ کے معصوم ننھے بیٹے علی اصغر ؓ کے حلقوم ناز میں تیر مارا گیا اور پیارا بچہ باپ کی گود میں عظمت اسلام پر قربان ہو گیا اس وقت امام عالی مقام کی زبان پر صرف یہی کلمات آئے الٰہ العالمین خدایا اگر تو اسی طرح راضی ہے تو میں بھی اسی طرح راضی ہوں۔ [1]

صبر کی اس سے بڑی مثال کیا پیش کی جا سکتی ہے بیشک حسین بن علی ؓ صابروں کا امام ہے۔

سیدنا امام حسین ؓ کی نماز

کربلا میں نو اور دس محرم کی درمیانی رات میں خیمہ اہل بیت کے گرد کوفی لشکر ہاتھوں میں تلواریں لیے گھوڑے دوڑا رہا تھا گویا ہر طرف موت رقص کر رہی تھی دس ہزار پر مشتمل کوفی لشکر ان بہتر ۷۲ مسافران کربلا پر کسی وقت بھی حملہ کر سکتا تھا ایسے میں سید الشہداء امام حسین ؓ اور آپ کے ساتھیوں نے ساری رات نوافل پڑھنے اور تلاوت قرآن کرتے ہوئے گزاری چشم فلک نے ایسے نمازی کم ہی دیکھے ہونگے جو موت کی آغوش میں بھی نماز ادا کر رہے ہیں۔

اگلے دن جب لڑائی شروع ہوئی اور امام حسین نے دیکھا کہ نماز ظہر کا وقت ختم ہو رہا ہے تو آپ نے عین لڑائی میں کوفی لشکر سے کہا کہ کوفیو کچھ دیر جنگ سے رک جاؤ ہمیں نماز ظہر پڑھ لینے دو مگر شیطان صفت کوفیوں پر کوئی اثر نہ ہوا تب آپ نے نماز خوف ادا فرمائی۔ [2]

صلوٰۃ خوف کا طریقہ قرآن نے بیان فرمایا ہے کہ اسلامی لشکر کا ایک حصہ نماز پڑھے اور دوسرا حصہ دشمن کے سامنے کھڑا رہے جب پہلا حصہ نماز پڑھ لے تو وہ دشمن کے سامنے چلا جائے اور دوسرا حصہ نماز پڑھے۔ [3]

قارئین اندازہ فرمائیں صرف بہتر افراد اہل دین پر قربان ہونے کے لیے کھڑے ہیں ان میں سے متعدد شہید ہو چکے ہیں باقی بھی زخمی ہیں مگر بے جگری سے لڑ رہے ہیں اور دس ہزار یز

---

۱ طبری جلد ۳ صفحہ ۳۲۳

۲ البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۸۵

۳ سورۃ نساء پارہ ۵

روایت پانچ ہزار کا لشکر ان پر حملہ آور ہے ایسے میں ان کا یوں نماز پڑھنا تاریخ اسلام اور تاریخ انسانیت کا بے مثال واقعہ ہے۔

گویا حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے قرآن پر عمل کر کے اس کی عملی تفسیر رقم کی مفسرین نے کاغذ کے صفحات پر پانی کی روشنائی سے تفسیر قرآن لکھی ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ وہ مفسر قرآن ہے جس نے صفحہ کربلا پر اپنے خون شہادت سے قرآن کی عملی تفسیر لکھی ہے کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

دشت کربلا کو عرش کا زینہ بنادیا
جنگل کو مصطفی کا مدینہ بنادیا
ہر ذرے کو نجف کا نگینہ بنادیا
تو نے حسین مرنے کو جینا بنادیا

(رضی اللہ عنہ)

تنبیہ: واقعہ کربلا میں بعض بے اصل باتیں

یاد رہے کہ عوام میں جو مشہور ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے سجدے میں سر کٹایا اور نماز پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا میں نے تاریخ میں اسے کہیں نہیں پایا تاریخ اسلام کے مآخذ میں سے البدایہ والنہایہ، تاریخ طبری، الکامل فی التاریخ اور تاریخ ابن خلدون میں جبکہ تاریخ کربلا کے حوالے سے قدیم ترین ماخذ مقتل ابی مخنف ہے یہ ابو مخنف واقعہ کربلا کے وقت کوفہ میں موجود تھا اس کا باپ یحییٰ حضرت علی کے مقربین میں سے تھا اگرچہ ابو مخنف شیعہ خیالات رکھتا ہے مگر اس کے باوجود اہل سنت کی تواریخ بھی اس سے استفادہ کرتی ہیں کیونکہ وہ تاریخ کربلا کا قدیم ترین بلکہ عینی راوی ہے۔ تاہم امام حسین کا نماز میں شہید ہونا ان تمام تواریخ میں کہیں مذکور نہیں حالانکہ ان سب نے واقعہ کربلا بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور میں نے بھی انہی سے استفادہ کیا ہے اس کے باوجود اگر کسی اہل علم کو آپ کا نماز میں شہید ہونا کسی معتبر تاریخی حوالے سے ملے تو وہ مجھے ضرور آگاہ کرے یہ بہت بڑی عظمت ہے مگر اس کے لیے کوئی سند چاہیے۔

تاریخ کربلا میں بہت سی بے اصل باتیں رواج پا گئی ہیں جیسے حضرت مسلم بن عقیل

مسلم کے دو بچوں کا کوفہ سے بھاگنا اور واپس کوفہ پہنچ جانا اور پھر ان کا شہید ہونا یہ بھی کہیں نہیں ملتا البتہ امام مسلم کے ایک بیٹے عبداللہ بن مسلم کربلا میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ضرور شہید ہوئے ہیں۔

تیسری آیت: مصائب سے امتحان اور صبر حسین رضی اللہ عنہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

ترجمہ: اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کچھ خوف سے کچھ بھوک سے اور کچھ مال اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دیں وہ لوگ کہ جب ان پر مصیبت آئے تو کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی طرف لوٹنے والے ہیں انہی لوگوں پر اللہ کی طرف سے درود آتا ہے اور اور رحمت برستی ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ [1]

ان آیات مبارکہ کی روشنی میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا کردار دیکھیں کہ آپ کو خوف سے آزمایا گیا آپ کو بار بار دھمکی دی گئی کہ آپ نے اگر یزید کی بیعت نہ کی تو آپ کو جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے مگر جان کا خوف بھی آپ کو جادۂ حق سے نہ ہٹا سکا آپ کو بھوک اور پیاس سے آزمایا گیا آپ پر پانی بند کیا گیا آپ کے بچے پیاس سے ہلکان ہوئے مگر آپ رضاء مولا پر راضی رہے آپ کو مالوں اور جانوں کی کمی سے بھی آزمایا گیا آپ کا سارا کنبہ شہید کر دیا گیا بیٹے بھائی بھتیجے بھانجے اور بزرگ سبھی آنکھوں کے سامنے شہید ہوئے اور آپ کی شہادت کے بعد آپ کا خیمہ لوٹ لیا گیا عورتوں کے کانوں سے بالیاں نوچ لی گئیں ہاتھوں پیروں سے زیورات تک اتر والیے گئے مگر خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی گود میں پل کر جوان ہونے والوں نے تقدیر پر شکوہ نہ کیا اور صبر کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی مثال پیش

[1] سورۃ بقرہ آیت ۱۵۵ تا ۱۵۷ پارہ ۲

تھی نہ بعد میں ہوگی تو یقیناً آل رسول ﷺ پر خدا کی طرف سے درود کی برسات ہو رہی ہے اور تاقیامت ہوتی رہے گی۔ ہر آن میں کروڑوں مسلمان دنیا کے مختلف اوقات کے مطابق پانچوں نمازیں ادا کر رہے ہیں اور ہر نماز میں آل رسول ﷺ پر درود بھیجا جا رہا ہے

چھوتھی آیت: جان دے کر جنت کی خریداری اور کردار حسین

اللہ رب العالمین کا ارشادِ ذیشان ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے کہ بدلے میں ان کے لیے جنت ہے وہ راہِ خدا میں لڑتے ہیں اور شہید ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو توراۃ انجیل اور قرآن سب جگہ لکھا گیا ہے اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا ہو تو اے وعدہ پورا کرنے والو تمہیں اس سودے پر مبارک ہو جو تم نے خدا سے کیا یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔[1]

اللہ رب العزت اس آیت میں مومنوں سے سودا کر رہا ہے کہ اے مسلمانو میری راہ میں مال قربان کرو اور جان کا نذرانہ پیش کرو یعنی میرے ہاتھ اپنے مال اور جانیں بیچ ڈالو تو بدلے میں جنت کی قیمت وصول کرو۔ گویا شہادت کا بازار لگا ہے بازار میں ضروری نہیں کہ کوئی جتنا سودا لے آئے وہ سارا بک جائے جس کا سارا سودا بک جائے وہ بہت کامیاب تاجر ہوتا ہے امام عالی مقام بھی بازار شہادت سے بڑے کامیاب تاجر ثابت ہوئے۔ قدرت کے خریدار نے ان کا سارا سودا خرید لیا جتنا کچھ وہ اپنے ساتھ لائے تھے سب کی جانیں قبول ہوگئیں خدا فرماتا ہے ایسے جان نثاران سلام

[1] سورۃ توبہ آیت ۱۱۱ پ ۱۱

کی تعریفیں ہم نے اپنی ساری کتابوں میں فرمائی ہیں ان کے تذکرے ہمیشہ سے جاری ہیں اور ہمیشہ تک جاری رہیں گے۔

پانچویں آیت: شہید کی زندگی اور حسین بن علی ؓ کا مقام

قرآن پاک فرماتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کردیے جاتے ہیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تم ان کی زندگی کو سمجھتے نہیں۔ [1]

ایک اور جگہ اللہ یوں فرماتا ہے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اور تم ان لوگوں کے متعلق جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں مت گمان کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں انہیں رزق دیا جاتا ہے اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو عطا فرمایا ہے اس پر وہ خوش ہیں اور جو ان کے پیچھے ابھی ان تک نہیں پہنچے (ابھی فوت نہیں ہوئے) انہیں (شہداء) بشارت سناتے ہیں کہ ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے اور وہ انہیں اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کی بشارت سناتے ہیں اور یہ کہ اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں

[1] سورۃ بقرہ آیت ۱۵۴ پارہ ۲

فرماتا۔ [1]

ان آیات مقدسات میں اللہ نے راہ خداوندی میں شہادت پانے والوں کو مردہ کہنے اور مردہ سمجھنے سے بالترتیب منع فرمایا ہے شہید کو مردہ کہو نہ مردہ سمجھو وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور خدا انہیں رزق عطا فرماتا ہے اور وہ بشارت سناتے ہیں کہ اے دنیا والو ہم مر نہیں گئے ہم زندہ ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت نعمتیں عطا فرمائی ہیں خدا کے قرآن نے ان کی بشارت دنیا والوں تک پہنچا دی اگر ہر عام شہید کی یہ شان ہے تو سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقام کیا ہوگا؟ امام حسین رضی اللہ عنہ قرآن کے فیصلے سے زندہ ہیں اور اللہ کے ہاں رزق حاصل فرما رہے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم جائز نہیں

سیدنا امام عالی مقام کا ماتم شیعہ لوگوں کے نزدیک تمام فرائض سے بڑا فرض بن گیا ہے چاہے ان میں سے کوئی سارا سال نماز نہ پڑھے مگر سال بعد وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم ضرور کرتا ہے سینہ کوبی نوحہ خوانی اور زنجیر زنی ماتم کی مروجہ صورتیں ہیں اس کے عدم جواز پر جہاں اور بہت سے دلائل ہیں وہاں یہ بھی بڑی دلیل ہے کہ ماتم مرنے والوں کا کیا جاتا ہے جن کی برزخی زندگی جسمانی زندگی سے بدتر ہوتی ہے وہ کفر و فسق میں ہیں مگر امام حسین رضی اللہ عنہ شہید بلکہ سید الشہداء ہیں وہ زندہ ہیں ان کی برزخی زندگی دنیوی زندگی سے بہت اعلیٰ ہے ان کی حیات گھٹی نہیں بڑھی ہے ان کا ماتم کرنا انہیں مردہ سمجھنے کے مترادف ہے اہل سنت کے نزدیک وہ زندہ ہیں اس لیے وہ ان کا ماتم نہیں کرتے ماتم تب کیا جاتا اگر ان کی زندگی کو نقصان ہوا ہوتا ان کی زندگی کو نقصان نہیں ہوا تو ماتم کیوں کیا جائے ہاں ایصال ثواب کرکے ان کے درجے میں مزید اضافہ کیا جاتا ہے ماتم سے ان کے درجے میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا۔

ع

کافر ہے جو منکر ہے حیات شہداء کا
ہم زندہ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

---

[1] سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹ تا ۱۷۱

علمی لطیفہ، جہلاء کے گھر خط آیا

ایک شخص فوج میں بھرتی ہو گیا فوج لڑائی کے لیے کہیں دور بھیج دی گئی اس کے گھر والے بہت پریشان تھے کہ نہ جانے اس کے ساتھ کیا گزری ایک دن اچانک اس کی طرف سے تار آئی (تار خط کو کہا جاتا ہے) اس کے گھر میں ماتم بپا ہو گیا کہ ہائے مر گیا جنگ میں مارا گیا وہ خط پڑھ نہیں سکتے تھے سخت جاہل تھے صرف خط دیکھ کر یہی سمجھے کہ اس کی موت کا خط ہی ہو سکتا ہے وہ ماتم کر رہے تھے سینہ کوبی کر رہے تھے اتنے میں وہاں سے ایک پڑھا لکھا آدمی گزرا کہنے لگا کیسا ماتم ہے کیسی سینہ کوبی ہے؟ معلوم ہوا ان کا نوجوان بیٹا جنگ پر گیا تھا وہاں سے تار آگئی ہے اس لیے پیٹ رہے ہیں اس نے کہا دکھاؤ تو سہی تار میں کیا لکھا ہے جب اسے کھول کر پڑھا گیا تو لکھا تھا میرے پیارے ابو جان میں خیریت سے ہوں میں نے بڑا کارنامہ کیا ہے اس لیے فوج میں میری ترقی ہو گئی ہے اور **مجھے بڑی نعمتیں مل رہی ہیں۔**

اس پڑھے لکھے آدمی نے ان جاہلوں سے کہا خدا تمہیں ہدایت دے اس کا ماتم مت کرو وہ مر نہیں گیا وہ زندہ ہے اور بڑی نعمتوں میں ہے۔

ہم چشم تصور سے دیکھتے ہیں کہ جیسے امام عالی مقام سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ بھی میدان کارزار میں تشریف لے گئے ان کی بھی تار آگئی کچھ لوگوں نے ماتم شروع کر دیا گلی میں سے اہل سنت کا گزر ہوا حضرت مجدد الف ثانی کا گزر ہوا، داتا علی ہجویری کا گزر ہوا، امام احمد رضا بریلوی کا گزر ہوا پوچھا کیسا ماتم ہے کہا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تار آگئی ہے اس لیے ماتم کر رہے ہیں انہوں نے کہا دیکھو تو سہی تار میں کیا لکھا ہے دیکھا تو اس میں لکھا تھا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ
الخ

اس کا ترجمہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی زبان میں یوں کیا جا سکتا ہے کہ اے ہماری مسلمان قوم ہم نے اللہ کی راہ میں شہادت کا عظیم کارنامہ انجام دے کر حیات لازوال سے ہمکنار ہو گئے ہیں ہمیں مردہ نہ سمجھنا

ہم زندہ ہیں اور اچھے اچھے رزق کھا رہے ہیں ہم خدا کی نعمتوں پہ بڑے مسرور ہیں ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں کہ ہم اللہ کی نعمتیں اور اس کا فضل لوٹ رہے ہیں اور اللہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ تار ختم ہوئی۔

اہل سنت نے تار دیکھ کر کہا خدا بھولوں کو ہدایت ہی دے حسین کا ماتم بند کرو وہ زندہ ہے اور خدا کی نعمتوں میں بہاریں لوٹ رہے ہیں۔

اہل تشیع کے مروجہ ماتم کی حرمت پہ اقوال ائمہ اہل بیت از کتب شیعہ

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ

ترجمہ: مومنہ عورتوں سے بیعت لی جائے کہ وہ بھلائی کے کسی کام میں یا رسول اللہ آپ کی مخالفت نہ کریں۔[1]

اب یہاں کونسا بھلائی کا کام مراد ہے تو اس کی تفسیر میں امام جعفر صادق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنے وصال سے قبل) اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اذا انا مت فلا تخمشی علی وجها ولا تنشری علی شعرا ولاتنادی بالویل ولاتقیمی علی نائحة ثم قال هذا هو المعروف الذی قال الله عزوجل

ترجمہ: یعنی اے میری بیٹی فاطمہ جب میرا وصال ہو جائے تو کسی عورت کو میرے اوپر چہرہ نہ پیٹنے دینا اور کسی کو بال نہ کھولنے دینا اور مجھ پہ واویلا مت پکارنا اور کسی نوحہ خوانی کرنے والی عورت کو مت بلانا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ہے وہ معروف جس کا اللہ نے حکم فرمایا ہے۔[2]

اس سے اگلی روایت یہ ہے امام جعفر صادق فرماتے ہیں: عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی ام حکیم بنت حارث نے رسول ﷺ سے اس معروف کی تفسیر پوچھی۔ آپ نے فرمایا: اے عورتو کسی

---

1. سورہ ممتحنہ، ۱۲۔
2. فروع کافی کتاب الجنائز صفحہ ۱۹۳ روایت ۶۴۲۰ مطبوعہ دار المجتبیٰ نجف اشرف

میت پہ چہرہ مت پیٹو، منہ نہ نوچو، بال نہ نوچو، گریبان نہ پھاڑو، کالے کپڑے نہ پہنو، اور واویلا مت کرو۔ [1]

واقعہ کربلا کا شیعہ مورخ ابومخنف وضاحت کرتا ہے کہ جب امام عالی مقام اپنے تمام اہل بیت کی شہادت کے بعد خود میدان میں جانے لگے تو آپ نے اپنی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی:

یا اختاہ اقسمتُ علیک بحقی فابرّی قسمی اذا انا قُتلت لا تشقی علی جیبا ولا تخمشی علی وجہا

ترجمہ: یعنی اے میری بہن میرا تم پہ جو حق ہے میں تجھے اس کی قسم دیتا ہوں کہ جب مجھے شہید کر دیا جائے تو میری کسی عورت کو گریبان نہ پھاڑنے دینا اور چہرہ نہ پیٹنے دینا۔ [2]

شیخ مفید شیعہ نے اس میں یہ الفاظ بھی بڑھائے کہ یہ بھی کہ فرمایا:

ولا تدّعلی بالویل والثبور

ترجمہ: کہ اے بہن میرے شہادت پہ واویلا نہ کرنا۔ [3]

اہل تشیع کی نہایت مشہور کتاب جس میں شیخ رضی شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات وملفوظات ومکتوبات کو ایک جمع کیا ہے۔ میں حضرت علی کا یہ ارشاد موجود ہے کہ فرمایا:

ینزل الصبر علی قدر المصیبۃ ومن ضرب یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ حبط عملہ۔

ترجمہ: یعنی جس قدر کسی کی بڑی مصیبت ہوتی ہے اللہ اس کے لیے اتنا ہی بڑا صبر اتارتا ہے۔ اور جس نے مصیبت میں اپنی ران پہ (بے صبری کے ساتھ) ہاتھ مارا

[1] فروع کافی روایت ۶۴۲۱

[2] مقتل ابی مخنف صفحہ ۸۱ مطبوعہ مکتبہ حیدریہ نجف اشرف

[3] ارشاد شیخ مفید صفحہ ۴۴۶ مطبوعہ انتشارات اسلامیہ تہران

اس کا اجر ضائع ہوگیا۔ (یعنی مصیبت کے بدلے اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا) [1]

امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل احادیث مصطفیٰ ﷺ سے

حسین اور میں ایک چیز ہیں

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ

ترجمہ: حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں اللہ اس سے بہت محبت رکھتا ہے جو حسین سے محبت رکھے حسین نسلوں میں سے ایک نسل ہے۔ [2]

امام ترمذی نے فرمایا ھذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے

اس حدیث کے تحت علامہ طیبی نے بڑا ہی عمدہ کلام فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں

كانه علم بنور الوحي ما سيحدث بينه وبين القوم فخصه بالذكر وبين انهما كالشئ الواحد في وجوب المحبة وحرمة التعرض والمحاربة

ترجمہ: گویا نبی اکرم ﷺ نے نور نبوت سے جان لیا کہ امام حسین اور لوگوں (یزیدیوں) کے درمیان کیا حالات پیدا ہوں گے (واقعہ کربلا کی طرف اشارہ ہے) اس لیے نبی اکرم ﷺ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے خصوصی ذکر فرمایا اور بتایا کہ میں اور حسین ایک ہی چیز ہیں وہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں ہماری محبت یکساں واجب ہے اور ہم سے جنگ اور لڑائی کرنا یکساں حرام ہے۔ [3]

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والوں نے رسول خدا سے

1. نہج البلاغہ ملفوظ ۱۴۴ صفحہ ۶۹۴ مطبوعہ دار البلاغہ بیروت
2. ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ ابواب المناقب
3. طیبی شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۴

جنگ کی اور آپ کو شہید کرنے والوں نے دوسرے لفظوں میں خود رسول اکرم ﷺ کو جنگ کر کے شہید کیا تو اس حدیث رسول ﷺ کے آئینے میں یزید، ابن زیاد اور ان کے حامی محمود عباسی جیسے مصنفین اپنا انجام دیکھ سکتے ہیں۔

حدیث کے آخری حصہ حسین سبطوں میں سے ایک سبط ہے اس امر کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نسل پاک کا ایک بڑا حصہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے چلے گا یعنی یہ امر بھی آپ ﷺ کو بنور وحی معلوم ہوا گویا یہ ساری حدیث نور وحی کی بنیاد پر ہے یوں تو ہر حدیث ہی وحی الٰہی ہے مگر بعض احادیث سے نور وحی کی نورانی شعاعیں صاف پھوٹتی نظر آتی ہیں یہ حدیث بھی ایسی ہی ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو آقائے نامدار ﷺ نے سبط (نسل) فرما کر ان کو اولاد یعقوب علیہ السلام سے تشبیہ دی جنہیں اللہ نے قرآن میں (الاسباط) کے نام سے یاد فرمایا ہے گویا فرمایا کہ جس طرح حضرت یعقوب کی نسل ان کے بیٹوں سے چلی میری نسل میرے نواسوں سے چلے گی اور حسین بھی ان میں سے ایک ہے۔

جس نے کسی جنتی کو دیکھنا ہو وہ حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے

عن جابر قال من سره ان ينظر الى رجل من اهل الجنة فلينظر الى الحسين بن علي فاني سمعت رسول الله ﷺ يقوله

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جسے یہ بات سرور دیتی ہے کہ وہ اہل جنت میں سے کوئی مرد دیکھے تو اسے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھ لینا چاہیے کیونکہ میں نے رسول خدا ﷺ کو انہی الفاظ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔[1]

صاحب مجمع الزوائد امام نور الدین ہیثمی فرماتے ہیں

رواه ابو يعلى ورجاله رجال الصحيح غير الربيع بن سعد وهو ثقة

یعنی اس حدیث کے سارے راوی بخاری کے راوی ہیں سوا ربیع بن سعد کے اور وہ بھی ثقہ ہے اس حدیث نے بھی کس قدر واضح کر دیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ دنیا ہی میں چلتے پھرتے جنتی مرد تھے

[1] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۹۰ مناقب حسین بن علی رضی اللہ عنہما

حضور اکرم ﷺ نے دنیا ہی میں انہیں جنت کی بشارت دے دی تھی ایک اعرابی آپ کی خدمت میں آیا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتائیں کہ جنت میں چلا جاؤں فرمایا شرک نہ کرو نماز پڑھو زکوٰۃ دو روزے رکھو کہنے لگا میں اس سے کم کروں گا نہ زیادہ آپ نے فرمایا جسے جنتی دیکھنا ہو اسے دیکھ لو۔[1] اگر کوئی کہے کہ وہ صرف دس صحابی ہیں جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے ان کے سوا تو آپ نے کسی کو یہ بشارت نہیں دی تو ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ غلط ہے نبی اکرم ﷺ نے دیگر کئی صحابہ کو بھی جنت کی بشارت دی مگر ان کو عشرہ مبشرہ میں اس لیے نہیں ڈالا گیا کہ عشرہ مبشرہ وہ دس خوش نصیب ہیں جن کو ایک مجلس میں نبی اکرم ﷺ نے جنت کی بشارت دی۔ اور یہ بھی صرف اعزازی خطاب ہے ورنہ ہر صحابی کو خود اللہ نے قرآن میں جنت کی بشارت سنا دی ہے۔

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔

نبی اکرم ﷺ کو کربلا کی مٹی دکھائی گئی

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرشتہ بارش نے اللہ سے اذن مانگا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جائے اسے اذن ملا تو وہ آیا نبی اکرم ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا دیکھنا دروازہ کھول کر ہمارے پاس کوئی نہ آئے۔ فرماتے ہیں حسین بن علی علیہ السلام آئے اور داخل ہونا چاہا سیدہ ام سلمہ نے منع فرمایا تو وہ بچوں کی طرح اچھل پڑے اور زبردستی داخل ہو گئے اندر جا کر وہ کبھی نبی ﷺ کی پشت پر بیٹھتے کبھی کندھوں پر اور کبھی پہلوؤں پر۔ فرشتے نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اس بچے سے بہت محبت رکھتے ہیں فرمایا ہاں کہنے لگا۔

اِنَّ اُمَّتَكَ سَتَقْتُلُهٗ۔

آپ کی امت عنقریب اسے قتل کر دے گی چاہیں گے اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں اسے قتل کیا جائے گا اس نے زمین پر ہاتھ مارا اور سرخ رنگ کی مٹی نبی اکرم ﷺ کو دی سیدہ ام سلمہ نے وہ مٹی اپنے دوپٹے میں باندھ لی۔[2]

---

1 مسند احمد جلد دوم صفحہ ۳۴۳

2 مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ بیروت

(مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۹۰ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو احمد بن حنبل، طبرانی ابویعلی اور بزار نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے ان سب اسانید میں عمارہ بن زاذان آتا ہے اسے محدثین کی جماعت نے ثقہ راوی قرار دیا ہے اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے و بقیۃ رجالہ رجال الصحیح (باقی سارے راوی بخاری کے راوی ہیں۔)

۴-حسین نہر فرات کے کنارے قتل کیا جائیگا (حدیث)

نجی حضرمی روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ سفر میں تھے اور وہ آپ کو وضو کرایا کرتے تھے جب ارض نینوا کے پاس سے گذرے اور آپ صفین کو جارہے تھے تو فرمایا عبداللہ ٹھہر جاؤ یہ فرات کا کنارہ ہے میں نے عرض کیا اس کا کیا سبب ہے فرمایا ایک روز میں نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا دیکھا آپ کی آنکھیں بہہ رہی تھیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ کس نے آپ کو دکھ دیا ہے؟ آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں فرمایا:

ہاں! جبرئیل ابھی میرے پاس ابھی آئے تھے اور بتایا

إِنَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ

ترجمہ: بے شک حسین کو فرات کے کنارے قتل کیا جائیگا پھر انہوں نے مجھے وہاں کی مٹی بھی دکھائی تو میں اپنی آنکھوں پر ضبط نہ کر سکا۔

حدیث کے آگے لکھا ہے کہ اسے احمد بن حنبل ابویعلی اور بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

۵-اے جبرئیل کیا حسین علیہ السلام کو قتل کرنے والے مومن ہونگے؟

نبی اکرم ﷺ کا جبرئیل سے سوال

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا تھا: لاتبکوا هذا الصبی یعنی الحسین اس بچے یعنی حسین کو رونے نہ دیا کرو۔ ایک دفعہ سیدہ ام سلمہ کی باری

۱ مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۹۰

تو جبریل امین رسول پاک ﷺ کے پاس بیٹھے تھے (یہ بات ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے بعد میں خود بتلائی ہوگی) آپ نے ام سلمہ سے فرمایا ہمارے پاس کوئی نہ آئے تو حسین بن علی رضی اللہ عنہما آگئے جب انہوں نے گھر میں رسول پاک ﷺ کو دیکھا تو اندر داخل ہونا چاہا ام سلمہ نے انہیں پکڑ لیا اور سینے سے لگا کر تسلی دینے لگیں مگر جب ان کا رونا شدت اختیار کر گیا تو انہوں نے ان کا راستہ چھوڑ دیا اور رسول پاک ﷺ کے پاس داخل ہوگئے اور آپ کی گود میں جا بیٹھے جبریل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت اسے قتل کر ڈالے گی آپ نے فرمایا:

يَقْتُلُونَهُ وَهُمْ مُؤْمِنُونَ بِيْ

کیا وہ اسے قتل کریں گے اور مجھ پر ایمان بھی رکھتے ہوں گے جبریل امین نے کہا ہاں اس کے باوجود قتل کریں گے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ صحابہ کے پاس آئے آپ نے انہیں بتلایا میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی اس وقت صحابہ میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے وہ رسول پاک ﷺ کے پاس بات کرنے کو سب سے زیادہ حوصلہ رکھتے تھے وہ عرض کرنے لگے یا نبی اللہ ﷺ کیا وہ لوگ مومن ہوں گے؟ فرمایا ہاں اور یہ اس جگہ کی مٹی ہے اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا گیا ہے اگرچہ بعض میں کچھ ضعف بھی ہے۔

۱ مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۹۲ مناقب حسین بن علی۔

خاتمۃ الکتاب

تاقیامت موجود اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے فضائل

پہلی فضیلت: قرآن اور اہل بیت رسول قیامت تک چشمہ ہدایت ہیں

نبی اکرم نور مجسم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں جہاں حیات انسانی کے باقی لازوال اصول بیان فرمائے وہاں قرآن اور اپنی اہل بیت کو اپنی دو یادگاریں قرار دیا جن سے آپ کی امت کا تاقیامت ہدایت اور برکت حاصل ہوتی رہے گی۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول خدا ﷺ کو عرفات والے دن حج کے دوران دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی قصوا پر سوار تھے میں نے سنا آپ یوں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے

یا ایها الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا کتاب الله وعترتی اهل بیتی۔

ترجمہ: اے لوگو میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم انہیں پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے ایک اللہ کی کتاب دوسری میری عترت اور میری اہل بیت۔ [1]

امام ترمذی فرماتے ہیں

وفی الباب عن ابی ذر وابی سعید وزید بن ارقم وحذیفة بن اسید

ابوذر غفاری ابوسعید خدری زید بن ارقم اور حذیفہ بن اسید ؓ سے بھی اس مضمون کی حدیثیں مروی ہیں۔

---

[1] ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ ابواب المناقب اہل بیت النبی

قرآن واہل بیت کو پکڑے رکھنے کا کیا مطلب ہے؟

امام میر شرف الدین حسین بن محمد طیبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح میں فرماتے ہیں:

مَعْنَى التَّمَسُّكِ بِالْقُرْآنِ الْعَمَلُ بِمَا فِيْهِ وَالتَّمَسُّكِ بِالْعِتْرَةِ مَحَبَّتُهُمْ وَالْاِهْتِدَاءُ بِهُدَاهُمْ وَسِيْرَتِهِمْ

ترجمہ: قرآن سے تمسک کرنے کا مطلب ہے کہ اس میں جو ارشاد فرمایا گیا ہے اس پر عمل کیا جائے اور عترت رسول ﷺ سے تمسک کا مطلب ہے کہ ان سے محبت کی جائے ان کی ہدایت اور سیرت سے ہدایت لی جائے۔

مشکوٰۃ کی شروح میں سب سے پہلی شرح یہ شرح طیبی ہے دراصل امام شرف الدین حسین بن محمد متوفی ۷۴۳ھ نے اپنے عظیم شاگرد ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی کو حکم دیا کہ ایک مجموعہ حدیث تیار کرو جس کی میں شرح لکھوں اور حدیث رسول کے معارف بیان کروں تو انہوں نے امام بغوی کی کتاب مصابیح السنہ میں اضافات و ترمیمات کر کے نئی کتاب مشکوٰۃ المصابیح تیار کی پھر علامہ طیبی نے شرح لکھی خدا کی قدرت ہے کہ شاگرد کی لکھی ہوئی مشکوٰۃ تو سارے عالم میں مشہور ہوئی مگر استاد کی شرح پردہ خفا میں چلی گئی بہر حال مشکوٰۃ کی تمام شروح کے لیے طیبی ہی اصل ہے اور دیگر کتب حدیث کے شارحین بھی شرح طیبی سے بے پناہ استفادہ کرتے ہیں یہ شروح کی ماں ہے۔

القصہ علامہ طیبی نے اہل بیت رسول ﷺ سے تمسک کا مطلب یہ بتایا ہے کہ ان سے محبت کی جائے اور ان کی نیک سیرت کو اپنایا جائے ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے بات مزید واضح کی ہے فرماتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالْاَخْذِ بِهِمُ التَّمَسُّكُ بِمَحَبَّتِهِمْ وَمُحَافَظَةُ حُرْمَتِهِمْ وَالْعَمَلُ بِرِوَايَتِهِمْ وَالْاِعْتِمَادُ عَلٰى مَقَالَتِهِمْ وَهُوَ لَا يُنَافِيْ اَخْذَ السُّنَّةِ مِنْ غَيْرِهِمْ لِقَوْلِهٖ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ.

ترجمہ: اور اہل بیت کو پکڑے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے مضبوط محبت کی جائے ان

طیبی شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۸ مطبوعہ کراچی

کی حرمت و تعظیم کی پوری حفاظت کی جائے ان کی روایات پر عمل اور ان کے مقالات پر اعتماد کیا جائے۔ لہٰذا یہ اس بات کی منافی نہیں کہ ان کے علاوہ کسی دوسرے سے بھی سنت حاصل کی جائے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

گویا قرآن سے تمسک کا مطلب تو اس پر عمل کرنا ہے لیکن اہل بیت سے تمسک کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اہل بیت رسول ﷺ کا ان کی اس فضیلت کی وجہ سے احترام کیا جائے دوسرا یہ کہ ان سے مروی احادیث پر عمل کیا جائے جیسا کہ حضرت علی شیر خدا حیدر کرار سے لے کر امام جعفر صادق ؓ اور امام حسن عسکری ؓ تک ائمہ اہل بیت سے سینکڑوں ہزاروں احادیث نبویہ مروی ہیں جو انہوں نے نسل در نسل اپنے آباء و اجداد سے روایت کی ہیں جن میں علم و عمل اور حکمت و ہدایت کے دریا موجزن ہیں ان پر عمل کیا جائے کیونکہ وہ رسول خدا ﷺ کے ارشادات ہیں جو ان کے اہل بیت سے ہمیں معلوم ہوئے ہیں۔

یعنی اہل بیت اللہ اور رسول کے مقابلے میں کوئی الگ مرکز تقلید نہیں ہیں جیسا کہ شیعوں نے سمجھ لیا بلکہ ان کی اتباع خدا اور رسول ہی کی اتباع کی وجہ سے ہے لہٰذا اس سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ اگر ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے ہمیں ارشاد رسول حاصل ہو تو ہم اس پر بھی عمل کریں گے کہ وہ بھی ارشاد رسول ہے دوسرا یہ کہ اگر کوئی غالی شخص اہل بیت رسول کی طرف جھوٹی حدیث منسوب کر دے جو قرآن و حدیث کے واضح احکامات سے ٹکراتی ہوں تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ اہل تشیع نے اصول کافی سے لے کر دوسری شیعہ تک اپنی کتابوں میں ائمہ اہل بیت کی طرف جھوٹی حدیثوں کے دفتر کے دفتر لکھ رکھے ہیں کہ الامان جن میں بعض ایسی شرمناک باتیں ہیں کہ خدا کی پناہ خلاصہ یہ ہے کہ اصل اتباع و اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہے جس لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ اہل بیت کی اتباع یہ ہے کہ جو ارشاد رسول وہ بتائیں اس پر عمل کیا جائے۔

گنہگار راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ تمسک باہل البیت کو ان کی مرویات پر عمل پر محمول کرنے سے اہل بیت کی خصوصیت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ مرویات صحابہ پر عمل بھی اسی طرح ضروری ہے۔

۱۔ المرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۵ مطبوعہ ملتان

اس لیے اہل بیت سے تمسک کا اصل مفہوم یہی ہے کہ ان کی اس عظیم نسبت کے سبب ان کا احترام کیا جائے اور ان سے محبت رکھی جائے۔

اس فضیلت میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو تا قیامت خاندان رسول ﷺ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان پر صدقہ حرام ہے خصوصاً وہ جن کی رگوں میں خون رسول دوڑ رہا ہے جیسا کہ آگے احادیث آ رہی ہیں۔

یہ امر کہ اہل بیت سے تمسک کا مطلب ان کی محبت و تعظیم ہے اس پر مسلم شریف کی یہ حدیث بھی واضح دلالت کرتی ہے کہ

یزید بن حیان کہتے ہیں میں اور حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم ہم تینوں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہاں بیٹھ گئے۔ حصین کہنے لگا: اے حضرت زید رضی اللہ عنہ! آپ نے بڑی بھلائی پائی کہ آپ کو رسول خدا ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ کی حدیثیں سنیں آپ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔

واقعتاً آپ نے بڑا مرتبہ حاصل کیا ہمیں کوئی ایسی بات سنائیں جو آپ نے رسول خدا ﷺ سے سنی ہو۔ آپ نے فرمایا: اے بھتیجے اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں باتیں پرانی ہوگئی ہیں اور جو کچھ رسول خدا کے ارشادات یاد تھے ان میں سے کچھ بھول گیا ہوں لہذا میں جو بتا دوں وہ قبول کر لو مجھے زیادہ تکلیف نہ دو پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ بتانے لگے:

ایک روز (حجۃ الوداع سے واپسی پر) رسول کریم ﷺ نے ایک چشمہ پر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا یہ چشمہ مکہ و مدینہ کے درمیان تھا اور خم کے نام سے جانا جاتا تھا آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا: لوگو! میں ایک انسان ہوں قریب ہے کہ میرے پاس اللہ کا پیادہ پیغام اجل لے آئے اور میں داعی اجل کو لبیک کہہ دوں تو یاد رکھو:

اِنِّیْ تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْر
فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو (ثقل) گراں قیمت چیزیں چھوڑ رہا ہوں جن میں پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو اللہ کی کتاب پر عمل کرو

اور اسے حجت بناؤ۔

نبی اکرم ﷺ کافی دیر تک قرآن پر عمل کرنے کی ترغیب دلاتے رہے اس کے بعد آپ نے دوسری چیز بتاتے ہوئے فرمایا:

وَاَهْلُ بَيْتِي اُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي اَهْلِ بَيْتِي اُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي اَهْلِ بَيْتِي

ترجمہ: اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کا خوف یاد دلاتا ہوں۔

حصین بن سبرہ کہنے لگے: اے حضرت زید!

اَلَيْسَ النِّسَآءُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ

کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کے اہل بیت میں سے نہیں ہیں؟

انہوں نے کہا:

نساءه من اهل بيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقة بعده۔

یعنی آپ کی بیویاں بھی آپ کی اہل بیت ہیں لیکن یہاں اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر آپ کے بعد (تا قیامت) صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

حصین نے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے؟ فرمایا:

هم آل علی و آل عقيل و آل جعفر و آل عباس

ترجمہ: وہ حضرت علی حضرت عقیل حضرت جعفر طیار اور حضرت عباس ؓ کی اولاد ہے۔[1]

اس حدیث مبارک کو دیکھیں اس میں نبی اکرم ﷺ نے قرآن اور اپنی اہل بیت کو ثقلین یعنی دو گراں قیمت سرمائے قرار دیا ہے جو آپ نے اپنی امت کے لیے چھوڑے۔ قرآن اور اہل بیت رسول۔ قرآن کے متعلق تو آپ نے عمل کی ترغیب دلائی اور کثرت سے دلائی جب کہ اپنے اہل بیت کے متعلق یہی فرمایا کہ لوگو میں تمہیں ان کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں یعنی میرے

[1] مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۷۹ باب فضائل علی ؓ

یعے سے ان کا اللہ سے ایک تعلق ہے ان کی تعظیم کرو گے تو اللہ خوش ہوگا ان کی بے ادبی اور تحقیر سے ناراض ہوگا۔ صاف معلوم ہوا کہ اہل بیت سے تمسک کا مطلب ان کی تعظیم اور محبت ہے۔

لہذا وہ بحث از خود ختم ہوگئی جو محدث کامل حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے یہ سمجھا کہ یسے قرآن سے تمسک کا مطلب اس کی اتباع ہے اسی طرح اہل بیت سے تمسک بھی ان کے اتباع پر نی ہے۔ لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ حدیث میں اہل بیت سے یا تو بارہ ائمہ اہل بیت مراد ہیں یا وہ قہاء و مجتہدین اور علماء و صالحین مراد ہیں جو سادات کرام میں گذرے ہیں یا موجود ہیں اس لیے کہ ہی لائق اتباع ہیں نہ کہ ہر سید اور اہل بیت رسول کا ہر فرد واجب الاتباع ہے کیونکہ بعض اہل بیت عمل کے اعتبار سے فسق و فجور میں بھی مبتلا ہیں اس پر علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الشرف المؤبد میں باادب لہجے میں ان پر رد فرمایا کہ حدیث میں ایسی کوئی قید نہیں جو لفظ اہل بیت کو صرف ان کے فقہاء و مجتہدین یا علماء سے خاص کرے اس کے بعد علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے طویل گفتگو فرمائی۔

کیا سادات پر تنقید کی جا سکتی ہے؟

مگر جب اہل بیت سے تمسک کا مطلب ان کی محبت و تعظیم ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں اس یے کہ جو شخص بھی آل رسول اور اہل بیت نبی سے ہے اس کی تعظیم بہر حال واجب ہے اگر وہ خدانخواستہ بدکار و بدکردار ہے تو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اس سے باز آجائے اس پر تنقید بھی کی جا سکتی ہے مگر اصلاحی انداز میں تحقیر و تذلیل کے انداز میں نہیں کہ یہ اولاد رسول کی تحقیر تصور کی جائے گی جو کفر تک پہنچ سکتی ہے اگر کسی سید زادے سے کسی شخص پر زیادتی ہوئی ہے ظلم ہوا ہے تو وہ اس کے ازالے کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے اپنا حق حاصل کر سکتا ہے مگر طیش میں آکر اگر اس نے کہہ دیا کہ یہ سید ہوتے ہی نہیں ہیں تو یہ صریح گمراہی میں مبتلا ہوگیا اور عذاب الہی کا مستحق ٹھہرا اگر سید زادے سے قابل حد جرم ہوا اور عدالت میں ثابت ہوگیا تو اس پر شرعی حد جاری کی جائے گی مگر اس میں نیت یہی کی جائے کہ شہزادے کے پاؤں میں مٹی لگ گئی تھی اسے اتارا گیا ہے۔

مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حرمت و توقیر ہر اس شخص کو حاصل ہے جو صدقہ لینے

سے محروم ہے یعنی اس پر زکوٰۃ دینا حرام ہے۔ اور اہل بیت کو یہ شرف تا قیامت حاصل رہے گا۔

ایک اعتراض۔ کیا سنیوں نے حدیث ثقلین پر عمل نہیں کیا؟

اہل تشیع عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اہل سنت نے حدیث ثقلین پر عمل نہیں کیا اور امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ و امام باقر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ اہل بیت کی اتباع کے بجائے ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے لگ گئے۔ حدیث ثقلین پر عمل کا حق تو اہل تشیع نے ادا کیا ہے کہ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں دامن اہل بیت ہے۔

جواب اول

(اہل بیت سے تمسک کا معنی ان کی محبت ہے نہ کہ ہر فرد اہل بیت کو معصوم ماننا)

قارئین کرام! شیعوں کا یہ اعتراض محض بے جا ہے دراصل شیعہ جس اتباع اہل بیت کے جس مفہوم کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ سراسر بے دینی اور الحاد کا دوسرا نام ہے۔ شیعوں نے اہل بیت میں بارہ (۱۲) افراد کا خود انتخاب کر کے انہیں انبیاء کی طرح اللہ کی طرف سے منصوص امام قرار دیا ہے اور ان کی امامت کے منکر کو کافر قرار دے دیا ہے۔ وہ بارہ (۱۲) یہ ہیں: حضرت علی المرتضیٰ، امام حسن، امام حسین، حضرت زین العابدین، حضرت امام باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام رضا، امام تقی، حضرت حسن عسکری اور امام مہدی۔ شیعوں نے ان بارہ (۱۲) کو انبیاء کی طرح معصوم اور منصوص من اللہ مانا ہے اور درپردہ اجرائے نبوت کی ایک صورت اختیار کی ہے اور جس طرح انہوں نے اہل بیت کی اتباع کی ہے اس کا حدیث ثقلین کے مفہوم سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ پیچھے بھی واضح کیا جا چکا ہے کہ قرآن سے تمسک کا معنی اس پر عمل کرنا ہے اور اہل بیت سے تمسک کا مفہوم ان سے محبت رکھنا ہے اور الحمدللہ اہل سنت قرآن پر عمل بھی کرتے ہیں اور اہل بیت سے محبت بھی رکھتے ہیں۔ اہل بیت سے تمسک کا معنی یہ نہیں کہ جو شخص بھی اہل بیت سے ہو اس کے ہر عمل کی اتباع کی جائے اس لیے کہ یہ ضروری نہیں کہ اہل بیت کا ہر شخص دین پر پوری طرح عمل کرتا ہو ان سے بشری تقاضوں کے تحت خلاف شرع امور بھی سرزد ہو سکتے ہیں تو یہ معنی نہیں ہو سکتا کہ ہر سید کی اتباع کی جائے وہ جو کچھ کرے یا کہے کیونکہ اتباع صرف قرآن و سنت کی ہے تاہم بحیثیت اہل بیت ان کا ادب

بہرحال لازم ہے اور یہی حدیث ثقلین کے مطابق اہل بیت سے تمسک ہے لہذا یہ اعتراض ختم ہوگیا کہ انھوں نے ائمہ اہل بیت کی اتباع نہیں کی اور انہیں چھوڑ کر دوسرے اماموں کی اتباع میں پڑ گئے اس لیے کہ اتباع صرف قرآن کی ہے اور قرآن کی تشریح کے لیے سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اَطِیْعُوا اللہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ

ترجمہ: اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہَ ¹

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللہُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔ وَاللہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

ترجمہ: فرما دیں اے رسول کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ ²

گویا اتباع اور اطاعت صرف قرآن کی ہے اور قرآن کی تشریح کے لیے حدیث رسول ہے کیوں کہ قرآن کی تشریح کے لیے اللہ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا اور ارشاد فرمایا:

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ

ترجمہ: تاکہ آپ لوگوں کو اس وحی کی وضاحت کر دیں جو ان کی طرف نازل کی گئی۔

اللہ نے قرآن میں اللہ اور رسول کے بعد کسی اور کی اطاعت اور اتباع کا حکم نہیں دیا اس لیے حدیث ثقلین میں اتباع کا حکم صرف قرآن کے لیے ہے جبکہ اہل بیت کے لیے اتباع کا نہیں محبت کا حکم ہے یہ ہم ابھی دوسرے جواب میں واضح کر دیں گے کہ انہوں نے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہ کیوں اپنائی اور جعفری فقہ کیوں چھوڑ دی؟

¹ سورۃ نساء

² سورۃ آلِ عمران

سر دست آیئے خود حضرت علی ؓ کی زبان فیض ترجمان سے فیصلہ کرواتے ہیں کہ حدیث ثقلین کا کیا معنی ہے اور قرآن سے تمسک کا کیا معنی ہے اور اہل بیت سے تمسک کا کیا؟ حضرت علی کا یہ ارشاد نہج البلاغہ میں یوں مذکور ہے:

انم اعمل فیکم بالثقل الا کبر و اترک فیکم الثقل الاصغر

ترجمہ: کیا میں نے تم میں ثقل اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا اور تمہارے درمیان ثقل اصغر (اہلِ بیت) کو نہیں چھوڑا۔ [1]

گویا حضرت علی ؓ نے عمل اور اتباع کا تعلق صرف قرآن سے قائم کیا ہے جبکہ ثقل اصغر یعنی اہل بیت کے لیے اتنا ہی فرمایا کہ اسے لوگوں میں باقی رکھا گیا ہے تاکہ ان سے رشتہ محبت جوڑ کر ہم اللہ اور اس کے رسول کا قرب حاصل کر لیں۔

شیعوں کا بہت بڑا علامہ کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی حضرت علی کے مذکورہ ارشاد کی وضاحت اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں یوں کرتا ہے:

والثقل الاکبر کتاب الله و اشار بکونه اکبر الی انه الاصل المتبع المقتدی۔

ترجمہ: اور ثقل اکبر اللہ کی کتاب ہے اور اس لیے اکبر کو حضرت علی نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اصل میں اتباع اور اقتداء صرف قرآن ہی کی ہے۔ [2]

ایک اور جگہ نہج البلاغہ میں حضرت علی ؓ سے مذکور ہے:

و علیکم بکتاب الله فانه الحبل المتین والنور المبین والشفاء النافع والری النافع والعصمة لتمسك والنجا للمتعلق۔

ترجمہ: اور تم پر اے لوگو اللہ کی کتاب کا پکڑنا ضروری ہے کہ وہی مضبوط رسی اور کھلا نور ہے اور وہی نافع شفاء اور مکمل سیرابی ہے جو اس سے چمٹ جائے اس کے لیے

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۸۷ صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ بیروت

[2] شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد دوم صفحہ ۳۰۳ مطبوعہ تہران

عصمت ہے اور جو اس کا دامن تھامے اس کے لیے نجات ہے۔ [1]

کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات کے بعد کسی شیعہ کو کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ حدیث ثقلین میں اتباع کا حکم صرف قرآن کے لیے ہے۔

اس کے بعد شیعوں کے نزدیک دوسرے امام معصوم سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ہیں آئیے ان کا ارشاد بھی سن لیں آپ نے تو کوئی شک ہی نہیں دیا۔ علامہ طبرسی شیعہ نقل کرتا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپ نے اہل بیت پر زور دیتے ہوئے لوگوں سے پوچھا:

"کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا: اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ تم نے اسے پکڑے رکھا تو گمراہ نہ ہو گے۔ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اللہ کی کتاب اور میری عترت۔ پھر آپ نے قرآن کے متعلق فرمایا: کہ قرآن کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو اس کے محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان رکھو۔ پھر اہل بیت کے متعلق فرمایا:

اجبوا اهل بیتی و عترتی ووالوا من والاهم و عادوا من عاداهم وانصروهم علی من عاداهم

ترجمہ: میرے اہل بیت عترت کا احترام کرو جو ان سے محبت رکھے تم اس سے محبت رکھو اور جو ان سے دشمنی کرے تم اس سے دشمنی کرو اور ان کے دشمن کے مقابلے میں ان کی مدد کرو۔ [2]

یہ حدیث ثقلین کے وہ کلمات ہیں جو امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں ان کے ہوتے ہوئے مت واضح ہو گیا کہ حدیث ثقلین میں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ اہل بیت کی اتباع کرو خواہ جو بھی کرے یا کہے بلکہ صرف ان سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کی اتباع انہی امور میں کی جائے گی جن میں وہ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کریں۔ اگر کوئی سید صاحب کہیں شراب پیو یا فلاں خلاف

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۶، صفحہ ۲۱۹

[2] احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۴۰۶

شریعت کا مر کرو تو ایسے گناہ کے اس کے کی حکم کی کوئی حیثیت نہیں ہر صورت عمل شریعت پر ہوگا۔

دوسرا جواب

شیعوں نے ائمہ اہل بیت کی روایات کو قابل عمل نہیں رہنے دیا اس لیے ہم اصول کافی و فروع کافی اور الاستبصار وغیرہ میں ائمہ اہل بیت کی طرف روایات سے ان تو ماردوں پر کچھ کان نہیں دھرتے جو شیعوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ان کی طرف منسوب کیے ہیں اور ان پر اپنے مذہب اور اپنی فقہ کی بنیاد رکھی ہے۔ یہ روایات اتنی غلیظ اور دل آزار ہیں کہ استغفر اللہ مثلاً دو شیعہ راوی حسین بن ثوید اور ابو سلمہ سراج روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر ہر نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر ہمیشہ لعنت کرتے تھے:

فلان و فلان و فلان و معاویۃ یسمیھم و فلانۃ و فلانہ و ھند و ام الحکم اخت معاویہ۔

ترجمہ: فلاں، فلاں، فلاں اور معاویہ اور فلانی اور فلانی اور ہند اور معاویہ کی بہن ام الحکم پر۔ (نقل کفر، کفر نباشد) [1]

ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ فلاں، فلاں اور فلاں سے مراد شیعوں نے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو مراد لیا ہے کیونکہ چوتھے نمبر پر امیر معاویہ کا ذکر اس امر کی واضح دلیل ہے اور فلانی اور فلانی عورت سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما مراد ہیں صرف شیعوں میں جرات نہیں کہ ان کا نام لے سکیں ورنہ اہل اسلام کے سامنے ان کا مکروہ چہرہ آشکار و بے نقاب ہو جائے ایسی گندی روایت شیعہ اپنی طرف سے گھڑ کر امام باقر، امام جعفر اور دیگر ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ اب مذکورہ بالا خبیث روایت سے حجت پکڑ کر شیعوں کے ملا کلینی نے فروع کافی میں یہ فقہی مسئلہ قائم کر دیا کہ ہر نماز کے بعد خلفاء راشدین پر امام جعفر کی اتباع میں لعنت کرنی چاہیے اور فقہ جعفریہ ایسی ہی غلیظ روایت کا مجموعہ ہے۔

اب بتائیے کیا ایسی فقہ اور اس کی ایسی روایت پر عمل کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ فقہ جو خلفاء

---

[1] فروع کافی کتاب الصلوۃ باب الدعا بعد الصلوۃ، جلد سوم صفحہ ۳۴۲ مطبوعہ تہران

راشدین پر لعنت کا سبق سکھائے خود قابل لعنت ہے کیونکہ خلفاء راشدین کی بیعت حضرت علی نے کی اور پھر حضرت علی ان کے مشیر و وزیر رہے اس پر خود کتب شیعہ گواہ ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے میرے والد ماجد کی عظیم تصنیف تحفہ جعفریہ وغیرہ۔ حقیقت میں فقہ جعفری فقہ اہل بیت نہیں ہے. بلکہ فقہ اہل تشیع ہے۔

اس طرح ایک اور روایت ملاحظہ کریں۔

جابر نے امام باقر سے روایت کیا ہے کہ قرآن کی اس آیت:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا

یعنی وہ لوگ کہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پوجتے ہیں وہ دوسرے تو ایک مکھی پیدا نہیں کر سکتے۔ [1]

اس آیت میں اللہ کے سوا دوسروں کو پوجنے والوں سے مراد اول ثانی اور ثالث مراد ہیں۔

کذبوا رسول اللہ بقولہ والوا علیاً واتبعوہ فعادوا علیاً ولم یوالوہ ودعوا الناس الی ولایۃ انفسھم

کیونکہ ان تینوں (اول، دوم اور سوم) نے رسول اللہ ﷺ کے قول کہ علی سے محبت کرو اور اس کی اتباع کرو کی مخالفت کرتے ہوئے علی سے دشمنی کی اور لوگوں کو اپنی خلافت کی طرف دعوت دی۔ [2]

کون احمق یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہاں شیعوں نے اول، دوم اور سوم سے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو مراد لیا ہے۔ جب اتنی خبیث روایات پر کسی فقہ کی بنیاد رکھی جائے تو مسلمان اسے کیسے تسلیم کر سکتے ہیں اس لیے اہل سنت نے فقہ جعفری چھوڑ کر فقہ حنفی وغیرہ کو سینے سے لگایا اور ایسی فقہ جعفری کو دور سے سلام کیا۔

امام جعفر صادق خود فرماتے تھے کہ لا تقبلوا علینا حدیثا الا ما وافق القرآن والسنۃ ہم اہل بیت کی طرف سے تمہیں جو حدیث قرآن و سنت کے موافق ملے اسے

1۔ سورۃ حج پارہ 17
2۔ تفسیر عیاشی مصنفہ مسعود بن عیاش سمرقندی، جلد دوم صفحہ 352 مطبوعہ تہران

سے دو۔

پھر فرمایا: بے شک مغیرہ بن سعید نے میرے والد (امام باقر رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھیوں کی کتابوں میں اپنی طرف سے روایتیں داخل کیں خدا اس پر لعنت کرے۔

اسی طرح امام حسن عسکری کے سامنے امام جعفر کی طرف منسوب بہت سی احادیث نقل کی گئیں تو آپ نے ان سے انکار کیا اور فرمایا:

ان ابا الخطاب كذب على ابي لعن الله ابا الخطاب.

ترجمہ: بے شک ابوالخطاب (شیعہ) نے امام جعفر صادق کی طرف جھوٹی روایتیں منسوب کی ہیں خدا اس پر لعنت کرے۔[1]

جواب سوم

ہم اہل سنت ائمہ اہل بیت رحمہم اللہ سے وہ روایات جو قرآن وسنت کے مطابق ہیں اور مذکورہ بالا ایسے کذاب راویوں کی دست برد سے محفوظ ہیں نہ صرف قبول کرتے ہیں بلکہ وہ ہمارے لیے حکمت کے خزانوں کا درجہ رکھتی ہیں چنانچہ بخاری مسلم اور دیگر کتب صحاح وغیرہ میں حضرت علی امام حسن امام حسین اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ اہل بیت سے مروی سینکڑوں احادیث و آثار موجود ہیں دس بارہ سال قبل لاہور سے ہندوستان کے ایک سنی عالم محمد بن محمد باقری کی مسند اہل بیت کے نام سے ایک کتاب چھپی تھی جو ہمارے ادارہ جامعہ رضویہ شیرازیہ بلال گنج لاہور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے اس میں صحیح بخاری سے لے کر ابن ماجہ تک اور دارقطنی سے مستدرک تک اور کنزالعمال سے ابن شاہین تک اہل سنت کی ۱۳ کتب حدیث کا مطالعہ کر کے سولہ سو سے زائد وہ احادیث جمع کی گئی ہیں جو ائمہ اہل بیت رحمہم اللہ سے مروی ہیں اور انہیں فقہی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے یہ قابل قدر کاوش ہے اور اس سے شیعوں کا یہ الزام قطعاً ختم ہو گیا ہے کہ سنی لوگ ائمہ اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں اس لیے ان کے ارشادات کو نہ نقل کرتے ہیں نہ ان پر عمل کرتے ہیں۔ صرف مسند احمد بن حنبل میں اہل بیت رسول ﷺ سے جو احادیث مروی ہیں ان کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے

[1] رجال کشی صفحہ ۱۹۵، مصنفہ ملا محمد بن عمر کشی شیعہ مطبوعہ کربلا

دوسری فضیلت: قرآن اور اہل بیت رسول ﷺ حوض کوثر تک آدمی کا ساتھ دیں گے

عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ ﷺ اِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْآخِرِ كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَ عِتْرَتِي اَهْلُ بَيْتِي وَ لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا[1]

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اسے پکڑے رکھو تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہو گے وہ دو چیزیں ہیں ان میں سے ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکتی ہوئی رسی ہے اور دوسری میری عترت اور اہل بیت ہے اور یہ جدا نہیں ہوں گی تا آنکہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گی تو خیال رکھنا کہ میرے بعد ان سے تم کیا سلوک کرتے ہو۔

یہ حدیث بھی بتا رہی ہے کہ اہل بیت سے مراد وہ سب لوگ ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی نسل مبارک میں تاقیامت چل رہے ہیں۔

یہاں ارشاد رسول ﷺ و لن یتفرقا یعنی قرآن اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ جدا نہیں ہوں گے تا آنکہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔ قابل غور ہے اس کا مفہوم طیبی رحمۃ اللہ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جو آدمی قرآن و اہل بیت سے وابستہ رہے گا تو یہ دونوں چیزیں بھی اس سے جدا نہیں ہوں گی تا آنکہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں گی اور نبی اکرم ﷺ سے جا کر شفاعت کریں گے کہ یا رسول اللہ اس آدمی نے ہمارا دامن نہیں چھوڑا تو ہم بھی اسے نہیں چھوڑیں گے تا آنکہ اس کی بخشش نہ ہو جائے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں:

فلا یفارقانہ حتی یردا الحوض فشکرا صنیعہ عند رسول اللہ ﷺ۔

[1] ترمذی شریف جلد دوم مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفحہ ۲۲۰

ترجمہ: قرآن واہل بیت اس آدمی کو نہ چھوڑیں گے تا آنکہ حوض کوثر تک جا پہنچیں گے اور رسول خدا کے پاس اس آدمی کے عمل کی تعریف کریں گے۔ [1]

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہ ایمان افروز حکمت بیان فرمائی ہے۔ اللہ نے فرمایا: اے نبی اکرم ﷺ آپ فرمادیں:

لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی۔

میں نے تمہیں جو قرآن پہنچایا ہے اس کے بدلہ میں اپنے اہل بیت کی محبت کے سوا کچھ نہیں مانگتا تو جو قرآن کی قدر کرے گا وہ اہل بیت سے بھی محبت رکھے گا۔ اس لیے قرآن اور اہل بیت بھی اس آدمی کا حشر تک ساتھ دیں گے اور حوض کوثر پر سید الانبیاء ﷺ سے شفاعت کروا کر اسے جنت میں لے جائیں گے۔ (ملخصاً) [2]

قرآن کا روز قیامت آدمی سے جدا نہ ہونا اور اس کی شفاعت کروانا بالکل ظاہر ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو آدمی سورۃ ملک پڑھا کرے یہ سورۃ روز قیامت اللہ سے اس آدمی کی مغفرت کے لیے جھگڑا کرے گی اور نہیں چھوڑے گی جب تک اس کی شفاعت نہ کروا لے۔ [3]

جبکہ اہل بیت رسول کا روز قیامت ساتھ نہ چھوڑنا بھی ظاہر ہے۔ اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو اپنی اس نسبت کی وجہ سے روز قیامت رسول کریم ﷺ کی خصوصی شفاعت نصیب ہوگی جیسا کہ آگے احادیث آرہی ہیں تو اپنی مغفرت کے بعد وہ ان لوگوں کی سفارش کریں گے جنہوں نے ان سے دنیا میں محبت کی اور ان کی تعظیم بجا لائے۔ حدیث میں تو یہ بھی آتا ہے کہ ایک آدمی کو قیامت میں اذن جنت ہوگا وہ جنت کو جا رہا ہوگا کہ ایک آدمی اس کا دامن پکڑ کر کہے گا تم مجھے پہچانتے نہیں میں نے دنیا میں فلاں موقع پر تمہیں وضو کرایا تھا میری ابھی بخشش نہیں ہوئی تو وہ اس کی اللہ سے سفارش کرے گا کہ اے اللہ اس نے مجھے وضو کرایا تھا اگر یہ دوزخ میں گیا تو مجھے دکھ ہوگا اللہ اسے بھی بخش دے گا۔

جب ایک عام جنتی کا یہ مقام ہے کہ وضو کرانے والے کو مغفرت دلائے بغیر نہیں چھوڑتا تو

---

1. شرح طیبی علی المشکوۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۹
2. مرقات شرح مشکوۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۶
3. مشکوۃ شریف وغیرہ

اہل بیت رسول ﷺ اپنے چاہنے والوں کو کب چھوڑیں گے اور ایسی کثیر روایات وحکایات ہیں کہ جن لوگوں نے آل رسول ﷺ کی تعظیم کی اللہ نے انہیں اس کا بڑا اجر دیا اور اہل بیت نے اپنے اوپر احسان کرنے والوں کو اس کا عظیم بدلہ دیا۔ یہاں وہ حکایات لکھنے کی گنجائش نہیں البتہ ایک حدیث مبارکہ یہاں لکھ دینا حکمت سے خالی نہیں۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَنَعَ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ وُلْدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَدًا فَلَمْ یُکَافِئْهُ بِهَا فِی الدُّنْیَا فَعَلَیَّ مُکَافَاتُهٗ غَدًا اِذَا لَقِیَنِیْ

ترجمہ: جس شخص نے اولاد عبدالمطلب میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا اور وہ دنیا میں اس کا بدلہ نہ دے سکا تو روز قیامت جب وہ مجھے ملے گا تو اس کا بدلہ مجھ پر لازم ہوگا۔ (میں اس کا بدلہ دوں گا) [1]

ثابت ہوا آل رسول ﷺ سے جو شخص محبت رکھتا ہے آل رسول قیامت کے دن اپنے نانا جان سید عالم ﷺ سے اس کی سفارش کریں گے اور آپ ﷺ اس کا بدلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔ یہی اس حدیث ثقلین کا مفہوم ہے کہ قرآن اور اہل بیت آدمی کا بدلہ دیے بغیر نہیں چھوڑیں گے اور حوض کوثر پر رسول اکرم ﷺ کے دربار تک آدمی کا ساتھ دیں گے۔

تیسری فضیلت: اہل بیت رسول ﷺ کی مثال کشتی نوح جیسی ہے

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَمَنْ قَاتَلَنَا فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ کَمَنْ قَاتَلَ مَعَ الدَّجَّالِ

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح علیہ السلام جیسی ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا اور جو شخص آخری زمانے میں ہم (اہل بیت) سے

---

[1] مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۷۶ مناقب اہل بیت الرسول

گزرے گا وہ ایسے ہے جیسے اس نے دجال کا ساتھی بن کر (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے) جنگ کی۔ [1]

یہ حدیث مبارک بھی بتا رہی ہے کہ تاقیامت اہل بیت رسول کا احترام بہت ضروری ہے اور امت میں ان کی مثال کشتی نوح علیہ السلام جیسی ہے جو ان کی محبت میں زندہ رہے گا وہ اہل کشتی کی طرح نجات پائے گا اور جو ان سے عداوت رکھے گا وہ ہلاک ہوگا اور یہ سلسلہ روز حشر تک جاری رہے گا۔ اگر قرب قیامت میں بھی کسی نے اہل بیت رسول سے دشمنی کی وہ دجال کا ساتھی شمار ہوگا۔ اس حدیث کی مزید تائید بھی دیکھیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي مَثَلُ سفينة نوح من رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ۔ [2]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے جو اس پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے دور رہا وہ غرق ہو گیا۔

(۲) عن ابی سعید الخدری قال سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّمَا مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي فِيْكُمْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَاِنَّمَا مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي فِيْكُمْ مَثَلُ بَابِ حِطَّةٍ فِي بَنِي اِسْرَائِيْلَ مَنْ دَخَلَهُ غُفِرَ لَهُ

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سنا نبی ﷺ فرما رہے تھے میرے اہل بیت کی مثال تو کشتی نوح علیہ السلام جیسی ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا وہ غرق ہو گیا اور میرے اہل بیت کی مثال تو بنی اسرائیل کے دروازہ بخشش کی طرح ہی ہے جو اس میں داخل ہوا اس کی بخشش ہو گئی۔ [3]

---

1. مجمع الزوائد بحوالہ بزار و طبرانی جلد ۹ صفحہ ۱۷۱
2. مجمع الزوائد بحوالہ بزار و طبرانی
3. مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۷۱ طبرانی اوسط وصغیر

جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی نجات کی علامت ہے جس نے بچنا ہو وہ اس میں آجائے اور جس نے ہلاک ہونا ہو وہ بے شک نہ آئے اسی طرح جو جنت میں جانا چاہتا ہے اسے اہل بیت کا دامن پکڑنا پڑے گا یعنی وہ دل میں ان کا ادب و احترام پیدا کرے ان کی خیر خواہی کرے کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اہل بیت کی دل شکنی ہو۔ کسی عاشق اہل بیت نے کہا ہے:

اے غرقہء گناہ ز طوفان غم مترس

کشتیء نوح عصمتِ آلِ محمد است

اس حدیث کی سند میں بعض راویوں کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ تاہم یہ متعدد طرق سے مختلف صحابہ کرام سے مروی ہے جن میں حضرت عبداللہ بن عباس، ابوسعید خدری، عبداللہ بن زبیر اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم شامل ہیں تو یہ تعدد طرق بھی حدیث کا اسنادی ضعف ختم کر دیتا ہے اور حدیث لائق حجت بن جاتی ہے۔

یہاں ایک لطیف نقطہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی اہل بیت کو کشتی نوح سے تشبیہ دی ہے اور اپنے صحابہ کرام کو ہدایت کے ستارے قرار دیا ہے۔ فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پالو گے۔[1]

اب جو لوگ کشتی میں سمندر کا سفر کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ کشتی کی سلامتی کا بھی خیال رکھیں اور ستاروں کو بھی نظر سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ کشتی ٹوٹ گئی تو ڈوب جائیں گے ستاروں پہ نظر نہ رکھی تو منزل سے دور بھٹک جائیں گے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی آل پاک ہمارے لیے مثل کشتی ہیں اور صحابہ کرام ستاروں کی طرح۔ کشتی آل رسول میں سوار نہ ہوئے تو ہم خواہشات میں ڈوب جائیں گے اور صحابہ کرام کی پاکیزہ سیرتوں کے چمکتے ستارے بھی ہم نے پیش نظر نہ رکھے تو گمراہی کے طوفانوں میں گھر کر ساحل نجات تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔

---

[1] لسان المیزان جلد دوم صفحہ ۴۸۸ مکتبۃ الاعلمی بیروت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اہلِ سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

یعنی الحمد للہ ہم اہل سنت نہ خارجی ہیں کہ محب اہل بیت والی ناؤ میں سوار نہ ہوں اور نہ رافضی ہیں کہ اصحاب حضور ﷺ والے نجم سے ہدایت نہ لیں۔ ہمارا بیڑا اللہ کے فضل سے پار ہے اور خارجیوں، رافضیوں کا بیڑا غرقِ منجدھار ہے۔

چوتھی فضیلت: میری رشتہ داری قیامت کو بھی کام آئے گی (حدیث)

یاد رہے روزِ قیامت کا عمومی اصول یہ ہے کہ خونی رشتے یا سسرالی رشتے کی وجہ سے کوئی کسی کا بھلا نہیں کرے گا۔ قرآن فرماتا ہے کہ اس دن انسان اپنے بھائی، اپنی ماں اور اپنے باپ سے دور بھاگے گا اور بیوی اور بچوں سے بھی دور بھاگے گا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝

ترجمہ: قیامت کو صرف ایمانی و روحانی رشتے کام آئیں گے اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ فرماتا ہے:

فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝

ترجمہ: تو اس دن ان کے درمیان کوئی نسب نہیں ہوگا ورنہ ہی نسب کے متعلق پوچھا جائے گا۔ (وہاں صرف ایمان اور عمل کے متعلق پوچھا جائے گا)

مگر نبی اکرم ﷺ اور آپ کی اولاد سے جس شخص کی نسبی یا سسرالی یا دامادی رشتہ داری ہوگی وہ معتبر ہوگی اور اس رشتہ داری کا اسے فائدہ ہوگا اور یہ احترام رسول ﷺ کی وجہ سے ہوگا خدا اپنے محبوب کا مقام بلند فرمائے گا۔ (چنانچہ چند احادیث پیش خدمت ہیں)

(۱) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (اپنے دورِ خلافت میں) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اپنے لیے ان کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ مانگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ ابھی چھوٹی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا:

كُلُّ سَبَبٍ وَّنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ.

ترجمہ: ہر رشتہ داری اور نسب قیامت کے دن کٹ جائے گا (فائدہ نہیں دے گا) مگر میری رشتہ داری اور میرا نسب نہیں کٹے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (یہ حدیث سنانے کے بعد) کہا:

فَاَحْبَبْتُ اَنْ يَّكُوْنَ لِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ سَبَبٌ وَّنَسَبٌ.

ترجمہ: تو میں نے پسند کیا کہ رسول اکرم ﷺ سے میرا رشتہ اور نسب ہو جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

زوجا عمكما.

ترجمہ: اپنے چچا (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) سے یہ نکاح کر دو۔

انہوں نے کہا: وہ با اختیار عورت ہے اپنے لیے جو چاہے پسند کر سکتی ہے۔ (یعنی ہماری بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا اتنی چھوٹی بھی نہیں، بالغہ ہے، وہ با اختیار ہے اگر وہ چاہتی ہے تو آپ عمر فاروق سے اس کی شادی کر دیں نہیں چاہتی تو نہ کریں ہم سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟

فقام علي رضي الله عنه مغضبًا.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ غصے میں کھڑے ہو گئے۔

(کہ میرے بیٹوں نے مجھ پہ یہ بات ڈال دی ہے خود اس معاملہ سے الگ کیوں ہوئے ہیں؟)

تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا:

لا صبر على هجرانك يا ابتاه.

ترجمہ: اے ابا جان آپ کی ناراضگی ہمیں برداشت نہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا:

فزوجاه.

تو پھر عمر فاروق سے شادی کر دو۔ ۱؎

یہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا خاتون جنت کی بیٹی اور امام حسن و حسین کی سگی بہن تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی اور عرب میں یہ رواج شروع سے اب تک آ رہا ہے کہ وہ کم عمر لڑکیوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ خود سرور دو عالم ﷺ کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی اس کی مثال ہے۔ البتہ ہمارے ہاں ہند و پاک میں یہ رواج کبھی نہیں رہا۔ اس لیے عموماً ایسی شادی کامیاب نہیں رہتی۔ بعض کامیاب بھی دیکھی گئی ہیں مگر عرب میں عموماً کامیاب رہتی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس نکاح میں دلچسپی لینے کی وجہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے رشتوں کی کمی نہیں۔ میں امیر المومنین ہوں مجھے تو نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد یاد آتا ہے کہ روز قیامت صرف میری رشتہ داری اور میرا نسب کام آئے گا۔

(۲) ابن سعد عن انس بن عیاض عن جعفر بن محمد عن ابیہ ان عمر خطب ام کلثوم الی علی فقال انما حبست بناتی علی بنی جعفر فقال زوجنیہا فواللہ ما علی ظہر الارض رجل یرصد من کرامتہا ما ارصد قال قد فعلت فجاء عمر الی المہاجرین فقال زفونی فزفوہ فقالوا بمن تزوجت قال بنت علی ان النبی ﷺ قال کل نسب و سبب سینقطع یوم القیامۃ الا نسبی و سببی و کنت قد صاہرت فاحببت ہذا ایضاً

ترجمہ: امام ابن سعد انس بن عیاض کے واسطے سے امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم کا رشتہ مانگا۔ انہوں نے کہا: آپ بیٹی کا رشتہ مجھے ضرور دیں خدا کی قسم اس روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جو آپ کی بیٹی کے ذریعے اس قدر فضیلت کا طالب ہو جس قدر میں ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا:

۱؎ سنن کبریٰ امام بیہقی جلد ۷ کتاب النکاح صفحہ ۱۱۴ مطبوعہ بیروت دار معرفہ

ٹھیک ہے میں نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا۔ عمر فاروق مہاجرین صحابہ کرام کے پاس آئے اور کہا: مجھے شادی کی مبارک دو۔ انہوں نے مبارک دی اور پوچھا: آپ نے کس سے شادی کی ہے؟ فرمایا: دختر علی رضی اللہ عنہ سے بیشک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: ہر نسب اور ہر رشتہ قیامت میں کاٹ دیا جائے گا مگر میرا نسب اور رشتہ نہیں کٹے گا اور میں نے نبی اکرم ﷺ سے سسرالی رشتہ تو پہلے کر ہی رکھا تھا میں نے پسند کیا کہ یہ بھی کر لوں۔ [1]

ابن اسحاق حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد امام زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو آپ مسجد نبوی میں اس مجلس میں تشریف لائے جو قبر نبوی ﷺ اور منبر شریف کے درمیان (رَوضَةٌ مِّن رِّيَاضِ الْجَنَّة) میں ہوتی تھی اور اس میں مہاجرین صحابہ کرام ہی بیٹھے تھے اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا تو تمام صحابہ نے (شادی کا سن کر) آپ کو برکت کی دعا دی۔ آپ نے فرمایا:

وَاللّٰهِ مَا دَعَانِيْ اَنْ تَزَوَّجْتُهَا اِلَّا اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كُلُّ نَسَبٍ وَّ سَبَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ نَّسَبِيْ وَسَبَبِيْ

ترجمہ: خدا کی قسم مجھے ام کلثوم سے نکاح کرنے کی طرف صرف اس چیز نے بلایا کہ میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے ہر نسب و رشتہ داری قیامت کو کٹ جائے گی مگر میرا نسب اور رشتہ نہیں کٹے گا۔ [2]

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ خاندان اہل بیت یعنی سادات کرام اور اہل بیت رسول ﷺ کی یہ عظمت ہے کہ وہ نسب رسول ہیں اور یہ نسب ارشاد نبوی کے مطابق روز قیامت منقطع نہیں ہو گا بلکہ فائدہ دے گا اسی کی وجہ سے سادات پر خصوصی نظر کرے گا۔

یاد رہے علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ شریف فرماتے ہیں نسب وہ رشتہ ہے جو آباء سے اولاد کو ملتا

---

1. الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد چہارم صفحہ ۴۹۲ کتاب النساء حرف کاف
2. سنن الکبریٰ (بیہقی شریف) جلد ۷ صفحہ ۶۴ کتاب نکاح

ہے، اور سبب اور صہر وہ رشتہ ہے جو دامادی اور شادی سے پیدا ہوتا ہے۔

تو حضرت عمر فاروق کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ یہ ارشاد نبوی کل نسب و سبب الخ نبی کریم ﷺ کی بلا واسطہ اولاد سے خاص نہیں بلکہ بالواسطہ اولاد بھی شامل ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت چلتا رہے گا۔ اس معنی پر اور احادیث بھی دلالت کرتی ہیں چنانچہ

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن (مثنیٰ) بن امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے ان کی بیٹی کا رشتہ طلب کرنے کے لیے کوئی بھیجا انہوں نے کہا حسن سے کہو وہ نماز عشاء پر ملیں گے تو بات ہوگی جب نماز عشاء پر ملاقات ہوئی تو حضرت مسور بن مخرمہ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد کہا خدا کی قسم آپ کے نسب رشتہ اور سسرالی تعلق سے بڑھ کر میرے لیے کوئی دوسرا نسب یا سسرالی رشتہ نہیں مگر رسول خدا ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

فاطمة مضغة مني يقبضني ما قبضها ويبسطني ما بسطها وان الاسباب يوم القيامة تنقطع غير نسبي وسببي وصهري

ترجمہ: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا حصہ ہے جو چیز اسے پریشان کرے وہ مجھے کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے وہ مجھے خوش کرتی ہے۔ اور بے شک قیامت کے دن سب نسب ختم ہو جائیں گے مگر میرا نسب میری رشتہ داری اور میرا سسرالی رشتہ روز قیامت منقطع نہیں ہوگا اور اے حسن آپ کے گھر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی یعنی پوتی حضرت فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اب اگر میں آپ کو بیٹی دوں گا تو یہ چیز سیدہ فاطمہ کے لیے باعث تکلیف ہوگی۔ [1]

اس حدیث مبارک نے بھی واضح کر دیا کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کی نسب مبارک میں ہیں یہ نسب روز قیامت منقطع نہیں ہوگا اور رسول اکرم ﷺ کی اس نسبت کی لاج رکھنے کا صحابی رسول حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کی رائے بھی اس حدیث کی روشنی میں یہی معلوم ہوئی کہ نسب رسول ﷺ کی فضیلت اخروی صرف نبی اکرم ﷺ کی بلاواسطہ اولاد کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نسل در نسل چلتی رہتی ہے

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۲۳

ہی ہیں تو حضرت حسن بن حسن بن فاطمہ الزہرا بنت محمد رسول اللہ ﷺ یعنی حضور کی تیسری نسل سے ہیں بھی یہ فضیلت ثابت کرتے ہیں اب جو بھی امام کے بعد نبی اکرم ﷺ کی چوتھی یا پانچویں نسل میں بھی تھی اور ہوتی تو وہ بھی کہتے ہیں یہ فضیلت سیدات تک محدود نہیں بلکہ اولاد رسول ﷺ کی فضیلت تا قیامت اہل بیت رسول ﷺ کے لیے ثابت ہے اور یہ فضیلت کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔

پانچویں فضیلت آل نبی پر تاقیامت صدقہ حرام ہے

۱ حضرت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ؓ (جو نبی ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں) روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث اور فضل بن عباس بن عبدالمطلب ؓ کو حکم دیا کہ تم دونوں نبی اکرم ﷺ کے پاس جاؤ اور کہو یا رسول اللہ ﷺ ہمیں زکوٰۃ کی وصولی پر عامل مقرر فرما دیں اتنے میں حضرت علی بن ابی طالب ؓ آئے اور ان سے کہا کہ اللہ کی قسم نبی اکرم ﷺ تم دونوں میں سے کسی کو صدقات پر عامل نہیں بنائیں گے بہرحال عبدالمطلب چلے گئے اور فضل بن عباس دونوں رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے (اور اپنا مقصد عرض کیا) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ ﷺ

ترجمہ: یہ صدقہ (زکوٰۃ) لوگوں کی میل کچیل ہے اور یہ محمد و آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔ ۱

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا زاد بھائی فضل بن عباس اور اسی طرح ربیعہ بن حارث کے بیٹے عبدالمطلب ؓ کو زکوٰۃ پر عامل نہیں بنایا تاکہ زکوٰۃ کے مال سے ان کو نہ ملے اور فرمایا آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں لہٰذا آپ کے چچاؤں کی اولاد اور آگے ان کی اولاد سب آل رسول ہیں اور ان پر زکوٰۃ حرام ہے۔

---

۱ مسلم شریف جلد اول کتاب الزکوٰۃ ۳۶۶

اہل بیت رسول کون ہیں؟

پیچھے حدیث ثقلین میں گذر چکا ہے کہ صحابی رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اہل بیت رسول وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے پوچھا گیا وہ کون ہیں جن پر صدقہ حرام ہے فرمایا آل علی، آل عقیل آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم (مسلم شریف فضائل علی) حضرت زید نے حضرت حارث کی آل کا نام نہیں لیا مگر جو حدیث ابھی ہم نے لکھی ہے اس کے مطابق آل حارث پہ بھی صدقہ حرام ہے۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابولہب کو چھوڑ کر نبی اکرم ﷺ کے باقی چچاؤں کی اولاد پر صدقہ حرام ہے۔ ط

یاد رہے نبی اکرم ﷺ کے اعلان نبوت کے وقت آپ کے چار چچے موجود تھے۔ ان میں سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی اولاد نہ ہوئی آپ کی صرف ایک لڑکی تھی اس لیے آپ کی نسل نہ چلی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نسل چلی تو وہ آل رسول اور اہل بیت رسول کہلائے اور ان پر صدقہ حرام ہوا۔ ابولہب اور اس کی نرینہ اولاد کفر پر ڈٹی رہی اور اسی حالت میں مر گئے صرف اس کی ایک بیٹی درہ اسلام لائی (آگے اس کا ذکر آ رہا ہے) اس لیے ابولہب اور اسکی اولاد اہل بیت رسول اور آل رسول نہ کہلائے جب کہ ابو طالب کے متعلق اظہر روایات یہی ہیں کہ انہوں نے قبول اسلام نہ کیا اور بعض علماء کے نزدیک مستور قرار پائے اور علمائے کرام کا ایک گروہ ان کے صاحب ایمان ہونے کا قائل ہے۔ ہر ایک کے پاس اپنے اپنے دلائل ہیں مگر ان کی ساری اولاد حضرت علی، حضرت جعفر طیار اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم اصحاب رسول ﷺ میں شامل ہوئے اس لیے وہ سب اور ان کی اولاد آل رسول اور اہل بیت رسول کے ناموں سے مشرف ہوئے اور ان سب پر صدقہ حرام ہوا اس کے علاوہ آپ کے چچاؤں میں سے حارث بن عبدالمطلب کی ساری اولاد نے اسلام قبول کیا جن میں ربیعہ بن حارث اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہما کا تذکرہ بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحابہ میں ملتا ہے اس لیے آل حارث کو بھی آل رسول اور اہل بیت رسول میں شمار کیا گیا ہے ان پانچ چچاؤں کے علاوہ آپ ﷺ کے سات چچے اور بھی تھے۔ زبیر، ضرار، مقوم، حجل، غیداق۔

ط مرآت شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ ملتان

حجل قثم اور غیداق ۔ مگر یہ سب ظہور اسلام سے قبل فوت ہو گئے۔ اور ان میں سے کسی کی اولاد کا ذکر بھی کتابوں میں نہیں ملتا اس لیے ان میں سے کوئی بھی اہل بیت میں داخل نہیں۔[1]

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بچپن میں صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کخ کخ جس کا معنی ہے اسے پھینک دو پھینک دو پھر فرمایا:

اما شعرت انا لا ناکل الصدقة

ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے کہ ہم (اہل بیت) صدقہ نہیں کھاتے۔[2]

۳۔ حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا آپ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی تھے انہوں نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھائی آپ نے ان کے ہاتھ سے وہ چھین لی اور فرمایا:

اما علمت انه لا تحل لنا الصدقة.

ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے کہ ہم (اہل بیت) کے لیے صدقے حلال نہیں۔[3]

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو آپ پوچھتے اھدیه ام صدقة یہ ہدیہ ہے یا صدقہ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو فرماتے تم کھاؤ خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا ہدیہ ہے تو ہمارے ساتھ تناول فرما لیتے۔[4]

یاد رہے آخری حدیث میں جیسے کہا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ صدقہ قبول نہیں فرماتے تھے اور ہدیہ قبول فرما لیتے تھے ایسے ہی آپ کی اہل بیت کے لیے بھی صدقات واجبہ (جیسے زکوۃ فطرانہ عشر وغیرہ) حرام ہیں اور صدقات نافلہ حلال ہیں کیونکہ وہ ہدیہ کے مفہوم میں ہوتے ہیں انہیں زکوۃ سے مشابہت کی وجہ سے مجازاً صدقہ کہا جاتا ہے۔

---

[1] مواھب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲

[2] بخاری شریف جلد اول کتاب الزکوۃ

[3] دارمی شریف جلد اول صفحہ ۳۸۲ کتاب الزکوۃ

[4] بخاری و مسلم شریف

آل رسول پر صدقہ حرام ہونے کی حکمتیں:

اگر کہا جائے کہ آل بیت پر صدقہ حرام اور ہدیہ حلال ہونے کی کیا وجہ ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ علماء نے اس کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں۔

صدقہ (یعنی زکوۃ فطرانہ وغیرہ) کا بدلہ ثواب کی صورت میں صرف آخرت میں ملتا ہے کیونکہ وہ خالص عبادت ہے جب کہ ہدیہ کا بدلہ اس دنیا میں بھی ہدیہ کی صورت میں دیا جا سکتا ہے نبی و آل نبی پر ہدیہ اس لیے جائز ہے کہ وہ اس کا بدلہ دے کر احسان کے بوجھ سے آزاد ہو سکتے ہیں مگر صدقہ کا احسان وہ ہے جس کا بوجھ اتار نہیں جا سکتا اور اللہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے محبوب اور اس کی آل کو ہمیشہ کے لیے کسی کا احسان مند اور ممنون منت رکھے۔

صدقہ قبول کرنے میں ایک طرح کی ذلت و رسوائی ہے کیونکہ وہ مفلسوں اور ناداروں کا حق ہے اسی لیے زکوۃ فطرانہ اور عشر وغیرہ صاحب نصاب نہیں لے سکتا صرف غریب ہی لے سکتا ہے جب کہ ہدیہ قبول کرنے میں کوئی ذلت نہیں کیونکہ ہدیہ کا معنی تحفہ ہے اور تحائف و ہدیات تو ہر طبقہ کے لوگ ایک دوسرے کو دیتے رہتے ہیں تو وہ امر جس میں خواری ہو اللہ کو اپنے محبوب کے لیے ان کی شان کے خلاف کوئی معاملہ پسند نہیں۔ اسی طرح آپ کی آل بھی اللہ کے ہاں مقدر معزز و محترم ہے کہ صدقہ قبول کر کے ان کا ذلت اٹھانا اللہ کو گوارا نہیں۔

صدقہ مال کے لیے ایسے ہے جیسے کپڑے کے لیے صابن اور صدقہ کے ذریعے نکالا جانے والا مال وہ میل ہے جو سارے مال میں سے نکالی جاتی ہے اسی کو نبی اکرم ﷺ نے اوساخ الناس فرمایا اور اللہ کو پسند نہیں کہ آل رسول ﷺ کے لیے میل کچیل جائز کی جائے جب کہ ہدیہ مال کے لیے ایسے ہے جیسے کپڑے کے لیے خوشبو۔

چھٹی فضیلت: سادات کرام بنت رسول ﷺ کی اولاد ہونے کے باوجود اولادِ رسول ﷺ کہلاتے ہیں

دنیا کا عام دستور یہ ہے کہ ہر آدمی کی نسل اس کی نرینہ اولاد سے چلتی ہے بیٹیوں سے نہیں۔

کسی کی بیٹیاں ہوں اور بیٹا کوئی نہ ہو تو کہا جاتا ہے کہ اس کی نسل ختم ہو گئی ہے چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ کے سارے بیٹے فوت ہو گئے تو کفار نے کہا: معاذ اللہ محمد ﷺ کی نسل ختم ہو گئی ہے یا ابتر ہیں یعنی نسل بریدہ تو اللہ نے اس کے جواب میں سورۃ کوثر نازل فرمائی اور فرمایا: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○ بے شک آپ کا دشمن ہی ابتر ہے۔ یعنی ابتر وہ ہے جس کا ذکر ختم ہو جائے جب کہ آپ کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔ دین ہمیشہ باقی رہے گا اور آپ کے دشمن طوق لعنت گلے میں ڈال کر دنیا سے دفعان ہو جائیں گے اور شرعی قانون وراثت بھی یہی ہے کہ مرنے والے کا بیٹا اور اس کی اولاد در اولاد کے لیے میراث میں حصہ مقرر ہے اور فرائض کی اصطلاح میں ذوی الفروض ہیں اور دیگر ورثاء موجود نہ ہوں تو وہ عصبہ بن جاتے ہیں یعنی ساری جائیداد کے وہ وارث بن جاتے ہیں جب کہ مرنے والے کی بیٹی کی اولاد کے لیے حصہ مقرر نہیں کیا گیا اس لیے وہ ذوی الفروض میں سے نہیں بلکہ ذوی الارحام میں سے ہیں اور وہ عصبہ بھی نہیں یعنی باقی ورثاء کی عدم موجودگی میں وہ سارے مال کے وارث نہیں ٹھہرتے بلکہ ذوی الفروض نہ ہونے کی صورت میں ذوی الارحام کو ذوی الفروض کے مقام پر کھڑا کر کے وہی حصہ دیا جائے گا جو ذوی الفروض کو دیا جاتا ہے اس کی تفصیل کے لیے سراجیہ مع شریفیہ باب ذوی الارحام صفحہ ۹۵ تا ۹۹ پڑھا جائے۔

یوں بھی اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ

یعنی بیٹوں کو اپنے باپوں کے نام سے پکارو۔ جس شخص کا کوئی بیٹا ہو اس شخص کا بیٹا کہہ کر پکارا جائے اس لیے دنیا میں ہر کسی کو باپ کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے البتہ آخرت میں ہر کسی کو ماں کے نام سے پکارا جائے گا۔

مگر نبی اکرم ﷺ کا معاملہ اس سے مختلف ہے آپ کی بیٹی سیدہ فاطمہ کی اولاد کو اولاد رسول کہا جاتا ہے۔ آپ کو اللہ نے بیٹے بھی دیئے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں مگر آپ کی نسل مبارک یعنی اولاد در اولاد کا سلسلہ صرف آپ کی بیٹی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہی سے چلا۔ آپ کے بیٹے چاروں ہی بچپن میں فوت ہو گئے۔ خود قرآن نے کہا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

بیٹیاں چاروں بڑی ہوئیں سب کی شادی ہوئی مگر حضرت خاتون جنت کے علاوہ باقی تین میں سے صرف حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں دو بچے ہوئے مگر وہ بھی نسل کو چھوڑے بغیر فوت ہو گئے۔ حضرت زینب کے ہاں ایک بیٹا ہوا جو بچپن میں فوت ہو گیا۔ ایک بیٹی ہوئی یعنی سیدہ امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا وہ بڑی ہوئیں ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وفات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد شادی کی مگر اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی تفصیل کے لیے اصابہ فی معرفۃ الصحابہ دیکھیں اس طرح آپ کی باقی تینوں بیٹیاں بھی بغیر اولاد وصال فرما گئیں۔

الغرض صرف اور صرف حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا خاتون جنت رضی اللہ عنہا ہیں جن سے نبی اکرم ﷺ کا خون مبارک نسل در نسل آگے منتقل ہوا اور پوری دنیا میں پھیل گیا۔ آج الحمدللہ دنیا میں سادات کرام موجود ہیں اور ان کو اولاد رسول ہی کہا جاتا ہے یہ ان کا خصوصی اعزاز ہے جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے عطا فرمایا ہے۔

اگر کوئی اس کا انکار کرے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم اس کے حق میں چند دلائل پیش کر رہے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

(۱) وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۔ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ہیں اور محسنین کو یہی جزا دیتے ہیں اور آپ کی ذریت میں سے زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام بھی اور وہ سب صالحین میں سے ہیں۔ ؎

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ ان کی نسب ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ صرف سیدہ مریم کے واسطے ہی سے ملتی ہے۔ اگر انبیاء میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ خصوصیت دی گئی کہ وہ صرف اپنی والدہ کی نسبت سے ذریت

؎ سورۃ انعام پارہ ۷، رکوع ۱۶

برہیم ہیں تو امت محمدیہ میں سے اولاد فاطمۃ الزہرا کو اسی نسبت کے ساتھ اولادِ رسول اور ذریت نبی کیوں نہیں کہا جا سکتا اور یہ خصوصیت ان کے لیے کیوں نہیں مانی جا سکتی؟

(۲) عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله ﷺ يقول كل ولد فان عَصَبَتُهُمْ لابيهم ما خلا ولد فاطمه فانی انا ابوهم و عَصَبتُهم۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ہر اولاد کا عصبہ (ان کی نسبت) اس کے باپ کی طرف ہوتی ہے سوا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے کیونکہ میں ان کا باپ ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔ [1]

لفظ عصبة کی تحقیق

عربی لغت میں عصبة باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو کہتے ہیں۔ [2]

جیسے دادا، چچا، بھائی وغیرہ اور علم فرائض کی اصطلاح میں عصبہ کسی میت کے ان ورثاء کو کہتے ہیں جن کی نسبت میت کی طرف کسی عورت کے ذریعے نہ ہو۔ چنانچہ علم میراث کی مشہور کتاب سراجیہ میں امام محمد بن عبد الرشید سجاوندی فرماتے ہیں:

اما العصبة بنفسه فكل ذكر لا تدخل فی نسبته الی المیت انثی۔

ترجمہ: عصبہ بنفسہ ہر وہ مرد وارث ہے جس کی میت کی طرف نسبت میں کوئی عورت داخل نہ ہو۔ (جیسے بیٹا، بیٹے کا بیٹا، بھائی، باپ، دادا وغیرہ)

اس کی شرح شریفیہ میں علامہ ربانی امام سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فان دخلت الانثی فی نسبته الیه لم یکن عصبة .... کاب الام و ابن البنت۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر جلد ۱۳ صفحہ ۶۲۲ کتاب الفضائل

[2] مصباح اللغات، شریفیہ

ترجمہ: اگر وارث کی میت سے قرابت میں عورت داخل ہو تو وہ عصبہ نہیں ہوتے جیسے نانا اور نواسہ۔ ۱

لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر آدمی کے عصبات وہ ہوتے ہیں جو اس کے باپ کی طرف سے اس کے رشتہ دار ہوں مگر میری بیٹی فاطمہ کی اولاد کا میں عصبہ ہوں جس میں ان کا نانا ہونے کے باوجود ان کا باپ بھی ہوں اور ان کا عصبہ بھی یعنی میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے عصبہ نہ ہوں لہٰذا وہ میرے عصبہ ہیں اور میں ان کا عصبہ ہوں وہ میرے بیٹے کی اولاد کی طرح ہیں اور میں ان کے لیے سگے باپ کی طرح ہوں۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ نبی کریم ﷺ اور اولادِ فاطمہ کا باہم عصبہ ہونا اس معنی میں نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے مالی وارث ہیں کیونکہ انبیاء کرام کسی کے مالی وارث ہوتے ہیں نہ ان کا کوئی مالی وارث ہوتا ہے ان کا عصبہ ہونا شرف و اعزاز کی بات ہے۔ نبی کریم ﷺ انہیں اپنی رحمت و شفقت سے اپنی سگی اولاد کا درجہ عطا فرماتے ہیں تو سیدہ فاطمہ ؓ کی جتنی اولاد تا قیامت چلتی رہی ہے یہ اولادِ رسول ہے اور یہ بہت بڑی عظمت ہے۔

(۳) حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل جعل ذریۃ کل نبی فی صلبه و ان اللہ تعالٰی جعل ذریتی فی صلب علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: بے شک اللہ نے ہر نبی کی ذریت اس کی اپنی پشت میں رکھی ہے مگر بے شک اللہ نے میری ذریت علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی ہے۔ ۲

اس حدیث کی روشنی میں اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی ؓ کی ساری اولاد کو اولادِ نبی قرار دے رہے ہیں تو یہ بھی ایک حقیقت ہے جس کا نتیجہ پچھلے پیراگراف میں بتایا جا چکا ہے۔ حضرت علی ؓ کی ساری اولاد تا قیامت اہل بیت میں سے ہے اور ان پر صدقہ حرام ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ حضرت علی ؓ کی اولاد کو اپنی ذریت سے تعبیر فرماتے ہیں جو حسنین و فاطمہ

۱ سراجیہ مع شریفیہ صفحہ ۳۷ باب العصبات
۲ مجمع الزوائد [illegible] باب فضل اہل بیت

بہرحال ثابت ہے کہ یہ زیادہ اولیٰ ہے اس سے پہلے والی حدیث بھی اسی کی تائید کرتی ہے جس میں فرمایا گیا کہ اولاد فاطمہ میں باپ اور عصبہ ہوں

ساتویں فضیلت: اہل بیت کو تکلیف دینے سے رسول خدا کو تکلیف ہوتی ہے

چونکہ اہل بیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہیں اس لیے انہیں تکلیف دینا خود رسول خدا کو تکلیف دینے کے برابر ہے اور جو خدا و رسول کو تکلیف دے اس کے لیے قرآن کہتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ ۱؎

اس بارہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں کہ کس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملہ سے تکلیف محسوس ہوتی ہے اور آپ افسردہ ہوتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق، حضرت عمار، حضرت ابو ہریرہ تینوں سے یہ حدیث مروی ہے کہ ابولہب کی بیٹی درہ (مسلمان ہو کر) ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئی تو رافع بن معلی کے گھر اتری۔ بنی زریق کی کچھ عورتیں ان کے پاس آ بیٹھیں اور کہنے لگیں تم اس ابولہب کی بیٹی ہو جس کے حق میں اللہ نے تبت یدا ابی لہب (ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں) نازل فرمائی ہے تمہیں ہجرت سے کیا فائدہ ہوگا؟ درہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس کا ذکر کیا اور ان عورتوں نے جو کچھ کہا تھا وہ بتایا۔ آپ نے ان سے چپ رہنے کو فرمایا۔ جب ظہر پڑھ چکے تو آپ مسجد میں جا کر لوگوں کو نماز ظہر پڑھا کر تھوڑی دیر کے لیے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

یا ایھا الناس مالی اوذی فی اھلی فواللہ ان شفاعتی تنال قرابتی

ترجمہ: اے لوگو! کیا وجہ ہے کہ مجھے میرے اہل کے سبب تکلیف دی جاتی ہے خدا کی قسم

۱؎ سورۂ احزاب پارہ ۲۲ رکوع ۴

میرے قریبیوں کو میری شفاعت ضرور ملے گی۔[1]

اندازہ کیجیے اگر ابولہب کی بیٹی کو تکلیف دینے سے رسول خدا کو تکلیف ہوتی ہے تو سیدہ فاطمہ ؓ کی اولاد میں سے کسی کو تکلیف دی جائے تو آپ ﷺ کی تکلیف کا کیا عالم ہوگا؟

اس حدیث میں لفظ اہل سے اہل بیت مراد نہیں یہاں یہ لفظ معنی قرابت ہے کسی شخص کے قریبی رشتہ داروں کو بھی اس کے اہل کہا جاتا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ ابولہب کی اولاد اہل بیت رسول میں شامل نہیں۔ پیچھے گذر چکا ہے کہ ابولہب کے کفر پر قائم رہنے کے سبب وہ اور اس کی اولاد اس عظمت سے محروم ہوگئے نہ ان پر صدقہ حرام ہے خواہ وہ ایمان لے آئیں۔ بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے خاندان کا کوئی بھی فرد اگر ستایا جائے تو آپ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ اسے کوئی ناحق بات کہی جائے تو اس سے آپ کا دل دکھتا ہے یوں تو کسی بھی شخص کا آپ کے کسی امتی کو برا کہنا آپ کے لیے باعث تکلیف ہے مگر اپنے خاندان اور اپنے خونی رشتہ داروں کا ستایا جانا آپ کے لیے دوہرا ضرر رساں اور باعث آزار ہے۔

(۲) حضرت عباس ؓ سے مروی ہے کہ آپ کچھ لوگوں کے پاس بیٹھے تو انہوں نے گفتگو روک لی۔ (بات کرتے کرتے چپ ہوگئے) آپ نے نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کے پاس میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص بیٹھ جائے تو وہ بات روک لیتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لا یدخل قلب امری الایمان حتی یحبھم للہ ولقرابتھم منی

ترجمہ: اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان تب تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ میرے اہل بیت سے اللہ کی رضا اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔[2]

یعنی وہ لوگ کوئی ایسی گفتگو کر رہے تھے جو حضرت عباس کے حق میں نہیں جاتی تھی اس لیے

---

[1] کنز العمال بحوالہ دیلمی جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۳ فضائل اہل بیت

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۲ فضائل اہل بیت

آپ کو دیکھ کر وہ چپ ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ کو اتنی بات بھی ناگوار گذری اور مذکورہ حدیث ارشاد فرمائی۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر اہل بیت کے لیے باعث تکلیف کوئی قول و فعل آپ کے لیے کس قدر باعث تشویش ہوسکتا ہے اور آپ اس سے کتنے رنجیدہ ہوں گے۔

اور ایسے کئی واقعات سیرت ہائے بزرگان دین میں لکھے ہیں کہ خاندان سادات میں سے کسی کو ستایا گیا تو خواب میں نبی اکرم ﷺ کو سخت ناراض پایا گیا۔ اس مختصر کتاب میں ان واقعات کے لکھنے کی گنجائش نہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں آل رسول سے ہمیشہ ادب کا معاملہ عطا فرمائے۔

آٹھویں فضیلت اہل بیت کو خصوصی شفاعت حاصل ہوگی

جو لوگ رسول اکرم ﷺ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ان کا آخرت میں خصوصی مقام ہوگا اور یہ نسبت ان کے کام آئے گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں روز قیامت سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ اس کے بعد باقی لوگوں کی پھر پیچھے گذر چکا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: روز قیامت ہر نسب اور ہر رشتہ اور سسرالی و دامادی تعلق ختم ہو جائے گا میرا نسب، میرا حسب اور میرا سسرالی رشتہ ختم نہیں ہوگا تو جو لوگ تاقیامت آپ کی نسب میں سے ہیں ان کا یہ تعلق اور یہ نسبت اللہ کے ہاں مقبول ہوگی اور اس کے ثمرات ظاہر ہوں گے۔

خصوصاً وہ لوگ جو امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے ہیں حسنی یا حسینی سید ہیں اور ان کی رگوں میں رسول اکرم ﷺ کے جسد مقدس کا خون دوڑ رہا ہے یہ بہت بڑی نسبت کے حامل ہیں۔ یہاں وہ حدیث قابل ذکر ہے جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روز احد جب رسول اکرم ﷺ کے چہرہ انور سے خون بہنے لگا تو میرے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے اپنا منہ اس مقام پر رکھ دیا (جہاں سے خون نکل رہا تھا اور اسے نگل گئے) بعض لوگوں نے اس پر کلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے خون سے یوں گاور کھے گا اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ [1]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک بار رسول اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے

---

[1] مدارج النبوت جلد دوئم غزوہ احد صفحہ ۲۲۱

نکلنے والا خون پی لیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں فرمایا تھا:

لا تمسك النار.

ترجمہ: تجھے جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔ [1]

اندازہ فرمائیں کہ جس کے پیٹ میں داخل ہو کر صرف رسول ﷺ کا خون چلا جائے تو نبی اکرم ﷺ اسے جنت کی بشارت سناتے ہیں تو اس کی نسل میں منتقل خون رسول ﷺ کی عظمت کا کیا کہنا۔

اولادِ رسول ﷺ ہونا شفاعت نبوی کا قوی ترین سبب ہے

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خصوصی شفاعت کے بھی بہت سے درجات ہیں کیونکہ شفاعت کسی سبب سے کی جائے گی؟ وہ اسباب بھی بہت سے ہیں جتنا سبب قوی ہوگا شفاعت بھی اتنی قوی ہوگی۔

میرے نزدیک اولادِ رسول ﷺ ہونا تمام اسباب میں سے قوی ترین سبب ہے کیونکہ اس سبب کو زوال نہیں سوائے کفر کے۔ جبکہ باقی اسباب اعمال سے بھی ضائع ہو سکتے ہیں بعض برے کام نیکیوں کو زائل کر دیتے ہیں اور بعض بڑی نیکیاں گناہوں کو زائل کر دیتی ہیں۔

فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝

مگر نسب رسول ﷺ وہ سبب ہے جو زائل نہیں ہوتا اسے صرف کفر زائل کر دیتا ہے۔ اللہ سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین!

صحابہ کرام کے بے ادب سید کا انجام

جو لوگ شیعیت میں اتنے بڑھ گئے کہ صحابہ کرام کو معاذ اللہ گالیاں بکتے ہیں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کو سب انبیاء سے افضل مانتے ہیں اور تحریف قرآن کے قائل ہیں وہ خواہ سید ہوں یا غیر سید وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اگر وہ سید ہیں تو ان کے غلط عقیدہ نے ان کا نسب منقطع کر دیا ہے۔ انہیں اولادِ رسول ﷺ ہونے کا فائدہ نہ دے گا۔ جب کفر رسول ﷺ ہونے کا فائدہ نہ آئے گا۔ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ:

---

[1] مدارج جلد اول صفحہ ۴۲

سگ اصحاب کہف روزے چند　　صحبت صالحاں گرفت مردم شد

پسر نوح بابداں بنشست　　خاندان نبوتش گم شد

لیکن اگر اس کی بدعقیدگی حد کفر تک پہنچی تو پھر وہ سب قوم ہے اسے شفاعت نبوی مل سکتی ہے اور نہ ہی اس کی معافی مل سکتی کیونکہ شفاعت بہر حال حق ہے خواہ وہ عملی ہو یا اعتقادی اس کی معافی ممکن ہے کہ وہ کفر نہیں۔

یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے مذہبی اس پر قائم رہے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

بابِ ششم:

دیگر آئمہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

اہل تشیع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے لے کر امام مہدی تک بارہ آئمہ اہل بیت کو اللہ کی طرف سے منصوص و معصوم آئمہ مانتے ہیں اور ان کا درجہ تمام انبیاء و رسل سے بلند تر جانتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک ان کا یہ عقیدہ واضح و ضلالت ہے مگر اہل سنت کے نزدیک یہ آئمہ اہل بیت آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے ہیں ان میں سے ہر کوئی اپنے وقت کا غوث مُغیث ہے اس لیے میں نے چاہا کہ اس کتاب میں ان آئمہ اہل بیت کا ذکر خیر بھی کیا جائے۔ جناب علی المرتضیٰ اور حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تذکرہ آپ نے پڑھ لیا۔ اب ہم ان کے بعد والے آئمہ کا تذکرہ کتب اہل سنت میں سے پیش کرتے ہیں۔

فصل اول:

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما

نام ونسب:

آپ کا نام ونسب یوں ہے۔ علی بن حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب۔

آپ کی کنیت ابو محمد، ابوالحسن یا ابوبکر ہے۔ ایک سے زائد کنیات بھی ہو سکتی ہیں۔ آپ کا لقب سجاد ہے اور زین العابدین بھی اور زین العابدین سے آپ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کے والد امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کی والدہ سیدہ شہر بانو رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور

خلافت میں مدینہ طیبہ لائی گئیں جب ایران فتح ہوا اور شاہ یزدجرد بھاگ گیا تو اس کے اہل خانہ گرفتار ہو گئے ان میں اس کی بیٹی شہر بانو بھی تھیں جب وہ مدینہ طیبہ آئیں تو اسلام لے آئیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں دیا۔ کسی نے کہا بہتر ہے کہ آپ اسے اپنے بیٹے عبداللہ کی ملکیت میں دیں کیونکہ یہ بادشاہ کی بیٹی ہے تو اسے خلیفۃ المسلمین کے بیٹے کے عقد میں دیا جائے حضرت عمر نے فرمایا نہیں۔ اس کی شان کے لائق ہم میں نواسہ رسول ﷺ حضرت حسین بن علی ہیں۔

سیدہ شہر بانو کا دور خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں مدینہ طیبہ آنا اور حضرت عمر کا انہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کی ملک میں دینا اور ان سے امام زین العابدین کا پیدا ہونا) اہل تشیع کی سب سے معتبر کتاب اصول کافی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ [1]

امام زین العابدین کی ذات خلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صداقت پر دلیل ہے:

معلوم ہوا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے والد مولا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو جائز سمجھتے تھے۔ اگر جائز نہ جانتے تو ان کے جہاد کو جہاد نہ جانتے اور ان کے لائے ہوئے مال غنیمت کو ہرگز قبول نہ کرتے کیونکہ حاکم کا ہدیہ قبول کرنا اس کی حکومت کو تسلیم کرنے کے معنی میں ہے۔ پھر اسی ہدیہ سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور آگے ان سے تمام آئمہ اہل بیت امام باقر امام جعفر امام کاظم تا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے جن کو اہل تشیع آئمہ معصومین مانتے ہیں معلوم ہوا آئمہ اہل بیت کا نورانی مبارک سلسلہ حضرت فاروق اعظم کے ہدیہ سے معرض وجود میں آیا۔

آج وہ اہل تشیع جو خود کو حسینی سادات سمجھتے ہیں ذرا غور کریں کہ وہ کس ماں کی اولاد ہیں وہ جو ہدیہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہے اور وہ جو دلیل صداقت خلافت راشدہ ہے پھر وہ کس منہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر تبرا بولتے ہیں۔

پیدائش:

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہجری ۳۶ یا ۳۸ میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے اس وقت خلافت

[1] اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد علی بن الحسین صفحہ ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب نجف اشرف

مولیٰ علی مرتضیٰ علیہ السلام کا دور تھا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ساری زندگی مدینہ طیبہ میں گزاری۔ صرف اپنے والد گرامی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا گئے اور واپس مدینہ طیبہ آئے اس کے سوا کسی سفر پر نہ گئے تھے۔ مدینہ طیبہ ہی میں وصال فرمایا۔

اساتذہ جن سے علم حدیث حاصل کیا:

آپ نے قرآن و حدیث کا علم اپنے والد گرامی امام حسین علیہ السلام اور اپنے چچا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے روایات حاصل کیے اس کے علاوہ آپ اپنے جد امجد مولیٰ علی مرتضیٰ علیہ السلام سے بھی ارسال کرتے رہے اور چونکہ آپ نے مدینہ طیبہ میں زندگی بسر فرمائی۔ اس لیے کثیر صحابہ کرام اور امہات المومنین سے آپ کو استفادہ کا موقع ملا جیسے ابن عباس، مسور بن مخرمہ، ابو ہریرہ اور حضرت عثمان کے غلام رافع علیہ اور امہات المومنین میں سے ام المومنین سیدہ عائشہ، ام المومنین صفیہ بنت حیی اور ام المومنین ام سلمہ وغیرہ۔

امام زین العابدین کا زہد و ورع اور خوف خدا:

حضرت جویریہ بن اسماء کہتے ہیں حضرت علی بن حسین علیہ السلام نے کبھی قرابت رسول ﷺ کی وجہ سے ایک درہم بھی کسی سے حاصل نہ کیا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن حسین علیہ السلام سے بڑھ کر کسی کا زہد و ورع نہ دیکھا۔ سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں امام زین العابدین نے حج کے لیے احرام باندھا جب سواری پر بیٹھے تو آپ کا رنگ زرد ہو گیا اور ان پر کپکپی طاری ہو گئی اور منہ سے لبیک نہ نکل سکا۔ ان سے کہا گیا آپ تلبیہ کیوں نہیں پڑھتے؟ کہنے لگے مجھے ڈر ہے کہ کہیں آواز نہ آئے لا لبیک یعنی تمہارا کوئی لبیک قبول نہیں۔ عرض کیا گیا کہ آپ کو احرام باندھنے کے لیے تلبیہ تو کہنا پڑے گا جب انہوں نے تلبیہ شروع کیا تو غشی طاری ہو گئی اور بے ہوش ہو کر سواری سے گر پڑے۔ پھر پورے سفر میں جب بھی تلبیہ کہتے تو ان پر یہی طاری ہو جاتا اسی حالت میں انہوں نے حج مکمل کیا۔

مصعب زبیری کہتے ہیں حضرت امام زین العابدین جب تلبیہ کہنے لگے تو غشی کھا کر گر گئے

۱۔ تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ور زخمی ہو گئے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہر روز ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے اور یہ سلسلہ ان کے وصال تک جاری رہا۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں۔ اہل مدینہ کو ان کے معاش میں امام زین العابدین کی وجہ سے بہت برکت ملتی تھی۔ جب وہ وصال کر گئے تو ان کو رات کے وقت جو مال ملتا تھا وہ ختم ہو گیا۔ [1]

امام زین العابدین کی کرامات:

ابن حمدون نے امام زہری سے روایت کیا ہے کہ امام زین العابدین کو خلیفہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے گرفتار کر لیا گیا۔ انہیں بیڑیاں ڈال دی گئیں اور پہرے دار بٹھا دیے گئے۔ امام زہری ان کے پاس انہیں مدینہ طیبہ سے وداع کرنے کے لیے آئے اور رونے لگے اور کہا کاش آپ کی جگہ مجھے پکڑ لیا جاتا۔ امام زین العابدین فرمانے لگے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ بیڑیاں مجھے تکلیف دیتی ہیں۔ اگر میں چاہوں تو یہ نہ رہیں۔ مگر یہ مجھے اللہ کا عذاب یاد دلاتی ہیں۔ پھر انہوں نے اپنے ہاتھ اور پاؤں بیڑیوں سے آزاد کر کے دکھلائے کہ دیکھو کوئی بیڑی نہیں رہی۔ پھر حضرت زین العابدین نے فرمایا: میں دو دن تک ان کے ساتھ مدینہ میں رہوں گا۔ واقعی دو دن کے بعد آپ اچانک غائب ہو گئے۔ سپاہی آپ کو ڈھونڈتے رہ گئے مگر آپ کسی کو نظر نہ آئے۔ بہت تلاش کیا گیا مگر آپ نہ ملے۔

امام زہری کہتے ہیں میں خلیفہ عبدالملک کے پاس گیا اس نے مجھ سے امام زین العابدین کے بارہ میں پوچھا۔ میں نے اسے آپ کی کرامت سے آگاہ کیا خلیفہ کہنے لگا جس دن لوگوں نے ان کو مدینہ میں گم پایا وہ اس دن یہاں میرے پاس (دمشق میں) آئے اور آتے ہی کہنے لگے تم مجھے کیوں تنگ کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ بے شک میرے پاس ٹھہریں وہ کہنے لگے میں تمہارے پاس نہیں ٹھہرنا چاہتا۔ پھر وہ میرے پاس سے چلے گئے اور میرا دل ان کی ہیبت سے بھر گیا۔

پھر خلیفہ عبدالملک نے اپنے امیر حجاج بن یوسف کو حکم نامہ بھیجا کہ بنی عبدالمطلب کی جانیں محفوظ رکھی جائیں ان کا خون نہ بہایا جائے مگر ساتھ یہ کہا کہ میرا یہ حکم مخفی رکھا جائے۔

---

1 تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۱۹۳

مگر امام زین العابدین کو کشف سے خلیفہ کے اس حکم کا پتہ چل گیا۔ آپ نے خلیفہ کو خط لکھا جس میں فرمایا تم نے حجاج بن یوسف کو فلاں دن بنو عبدالمطلب کے بارہ میں ایک حکم نامہ بھیجا ہے جس میں ہمارے خون سے درگزر کا امر کیا ہے۔ اللہ نے تمہارے اس عمل کو قبول فرمایا ہے۔ جب یہ خط خلیفہ عبدالملک کو ملا تو اس میں جو تاریخ درج تھی وہ اس تاریخ کے عین مطابق تھی جب عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا تھا۔ خلیفہ نے جان لیا کہ امام زین العابدین صاحب کشف بزرگ ہیں اور ان پر اس کا حال مخفی نہیں ہے تو وہ آپ سے گہری عقیدت رکھنے لگا۔ اس نے اپنے غلام خاص کے ہاتھ بہت سے دراہم اور کپڑے آپ کی خدمت میں روانہ کیے اور درخواست کی کہ آپ اپنی خاص دعاؤں میں اسے یاد رکھیں۔[1]

ایک دن آپ چند ساتھیوں کے ساتھ ایک صحرا میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک ہرنی آئی اور زمین پہ اپنے پاؤں مار کر چیخنے لگی حاضرین نے پوچھا اے فرزند رسول! یہ ہرنی کیا کہہ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا یہ فریاد کر رہی ہے کہ فلاں قریشی شخص نے اس کے بچے کو اٹھالیا ہے۔ اس نے دودھ نہیں پیا ہوا میں اسے دودھ پلانا چاہتی ہوں جب وہ دودھ پی لے تو وہ شخص اسے لے جا سکتا ہے۔ حاضرین کے دل میں اس بات پہ کچھ شک گزرا۔ امام صاحب نے اس قریشی کو بلایا اس سے واقعہ پوچھا اس نے من وعن سارا واقعہ اس طرح بتایا۔ پھر اس نے ہرنی کا بچہ حاضر کر دیا۔ ہرنی نے اس کو دودھ پلایا۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے قریشی سے درخواست کی کہ اس بچے کو آزاد کر دیا جائے اس نے اسے آزاد کر دیا اور دونوں ماں بیٹا چوکڑیاں بھرتے ہوئے بھاگ گئے۔ جاتے ہوئے ہرنی نے پھر شور مچایا۔ حاضرین نے کہا اب وہ کیا کہتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شکریہ ادا کر رہی ہے۔[2]

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اخلاق حسنہ

آپ کی حیات مبارکہ میں صبر کا بہت غلبہ تھا۔ کربلا کا قیامت خیز دلدوز واقعہ آپ کے ساتھ ہو

---

1. الصواعق المحرقہ باب ۱۱ فصل ۳ صفحہ ۲۶۲ مطبوعہ مکتبہ الحقیقت، استنبول ترکی
2. شواہد النبوۃ تصنیف ملا عبدالرحمان جامی صفحہ ۲۱۳ مکتبہ نبویہ لاہور

ہوا آپ اس وقت بھر پور جوان تھے بائیس تئیس برس عمر تھی۔ یہ بات کو خوب اچھی طرح سمجھتے جانتے تھے۔ اس واقعہ نے آپ کی سیرت پر گہرا اثر ڈالا۔ آپ زندگی بھر اس واقعہ کو بھلا نہ سکے جب آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے سارے خاندان کو بے دردی سے شہید کیا گیا۔ باپ بھائی چچے اور چچازاد بھائی سب شہید ہوئے۔ اس لیے واقعہ کربلا کے بعد آپ کو بہت کم کسی نے ہنستے یا مسکراتے دیکھا۔ آپ اکثر سنجیدہ رہتے اور عبادت میں سکون پاتے تھے۔

مگر کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ آپ نے واقعہ کربلا پر ماتم بپا کیا ہو۔ گریبان پھاڑا ہو۔ سینہ کوبی کی ہو یا مرثیہ خوانی کی ہو جیسا کہ آج کل اہل تشیع کرتے ہیں۔ آپ نے ہمیشہ صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔

آپ عفو و درگزر سے کام لینے والے تھے کسی سے اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے ایک شخص آپ کو گالیاں دے رہا تھا۔ آپ نے ایسے ظاہر کیا جیسے وہ آپ کو نہیں کہہ رہا اس نے کہا اِیَّاکَ اَعْنِیْ میں آپ کو گالی دے رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: وَ عَنْكَ اُغْضِیْ میں بھی تجھ سے چشم پوشی کر رہا ہوں۔ [1]

ایک بار آپ مسجد سے باہر نکلے۔ کسی بدزبان نے آپ کو برا کہا آپ کے بھائی اور غلام نے جوابی کاروائی کرنا چاہی۔ آپ نے ان کو روک دیا اور اس شخص سے کہا دیکھو ہمارے حالات تم سے مخفی نہیں ہیں۔ ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں جس چیز کی ضرورت ہو ہم سے بلا جھجک کہو۔ وہ شخص نادم ہوا۔ آپ نے اسے پانچ ہزار درہم اور ایک کمبل عنایت فرمایا اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعتاً آپ اولاد رسول ﷺ ہیں۔

امام زین العابدین کی خلفاء راشدین سے عقیدت ومحبت:

عبد العزیز بن حازم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ایک بار میں سن رہا تھا۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

كَيْفَ كَانَتْ منزلتهُ ابي بكرٍ و عُمَرَ مِنْ رَسولِ اللهِ ﷺ.

---

[1] الصواعق صفحہ ۲۸۵

ترجمہ: ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا مقام رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کیسا تھا؟

حضرت امام نے رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

مَنزِلَتُهُمَا مِنهَا السَّاعَةَ.

جو منزلت ان دونوں کو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میسر ہے وہی منزلت ان کی بارگاہ رسالت میں ہے۔ [1]

اور پیچھے ہم اہل تشیع کی معتبر کتاب کشف الغمہ سے مفصل لکھ آئے ہیں کہ ایک بار اہل کوفہ کے کچھ (شیعہ) لوگ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے بارہ میں بے ادبی کے الفاظ کہے، جب وہ بات کر چکے تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تم مہاجرین ہو جن کے بارہ میں اللہ فرماتا ہے کہ انہیں ان کے گھروں سے اور اموال سے نکالا گیا کیونکہ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلبگار اور اللہ اور اس کے رسول کے مددگار ہیں۔ [2]

وہ کوفی لوگ کہنے لگے نہیں: ہم ان مہاجرین سے نہیں ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا تو کیا تم ان انصار میں سے ہو جن کے بارہ میں اللہ فرماتا ہے کہ جو لوگ ان کے پاس ہجرت کر کے آئے انہوں نے ان کے لیے اپنے ایمان اور اپنے گھروں کے دروازے کھول دیے وہ ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ خود حاجت میں ہوں۔ [3]

کوفیوں نے کہا: نہیں ہم ان انصار میں سے نہیں ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا جب تم نے مان لیا کہ تم مہاجرین و انصار میں سے نہیں ہو تو میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارہ میں اللہ (اگلی آیت میں) فرماتا ہے۔ جو لوگ مہاجرین و انصار کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اللہ ہماری بخشش فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے قبل ایمان کے ساتھ چلے گئے۔ [4]

[1] تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۱۹۳

[2] سورہ حشر آیت ۸

[3] سورہ حشر آیت ۹

[4] سورہ حشر، آیت ۱۰

تب امام زین العابدین نے ان کوفی لوگوں سے فرمایا جو ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے بارہ میں بدکلامی کر رہے تھے۔

اُخرجوا عنّی فعلَ اللہ بکم۔

ترجمہ: میرے پاس سے نکل جاؤ۔ (دفع ہو جاؤ۔) اللہ تمہیں سزا دے۔ [1]

معلوم ہوا جو شخص خلفاء راشدین کو برا بھلا کہے جیسے آج اہل تشیع کرتے ہیں تو امام زین العابدین ان کو منہ لگانے کے لیے تیار نہیں ہیں اور انہیں اپنی مجلس سے دھتکار کر نکال دیتے ہیں اور یہ بات ایک شیعہ عالم علامہ علی بن عیسیٰ اربلی نے لکھی ہے۔

امام زین العابدین اپنے دادا ابن مولا علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما آگئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین لا تخبرھما یا علی۔

ترجمہ: یہ دونوں (ابوبکر و عمر) تمام اگلے پچھلے اہل جنت میں سے بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء و مرسلین کے، اے علی یہ بات ان کو نہ بتانا۔ [2]

یعنی امام زین العابدین فضائل صدیق اکبر و عمر فاروق کے راوی ہیں، یہ چیز ان کی محبت خلفائے راشدین پہ دلالت کرتی ہے

وصال:

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے باختلاف روایت سن ہجری ۹۴ یا ۹۹ میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں آپ کو آپ کے چچا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کی زندگی

---

[1] کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ذکر امام ابو الحسن علی بن حسین جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ الفجر بیروت

[2] ترمذی کتاب المناقب حدیث ۳۶۶۵

کے پہلے دو برس اپنے دادا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ میں گزرے۔ پھر دس برس اپنے چچا امام حسن کے ساتھ گزرے پھر گیارہ برس اپنے والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گزرے۔ وصال کے وقت آپ کی عمر ۵۷ برس تھی۔

آپ کے آٹھ بیٹے تھے جن کے نام شیعہ عالم علی بن عیسیٰ اربلی نے یہ لکھے ہیں۔ (۱) محمد باقر (۲) زید جو کوفہ میں شہید ہوئے۔ (۳) عبداللہ (۴) عبید اللہ (۵) حسن (۶) حسین (۷) علی (۸) عمر۔

معلوم ہوا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے۔ اس لیے ان کے نام پر اپنے بیٹے کا نام رکھا۔ کیا آج کوئی شیعہ یہ گوارا کرتا ہے کہ اپنے بیٹے کا نام عمر رکھے؟ تو پھر ان کا امام زین العابدین کی تعلیمات ونظریات سے کیا تعلق ہے؟

فصل دوم

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

آپ کا نام ونسب یہ ہے۔ محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب۔ آپ کی کنیت ابوجعفر ہے۔ آپ کی والدہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پوتی ہیں۔ آپ باقر کے لقب سے مشہور ہیں۔

ولادت:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے سن ولادت میں اختلاف ہے۔ تحقیقی روایت یہ ہے کہ آپ سن ہجری ۶۰ میں

ل کشف الغمہ جلد ۲، صفحہ ۲۱۵

مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ گویا واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر ایک برس تھی۔ اور وہ شیر خوار تھے۔ ^ا^

جن اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا:

آپ کی زندگی مدینہ طیبہ میں گزری۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا تو مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام کی کچھ تعداد موجود تھی۔ جن سے آپ نے استفادہ کیا۔ ان میں آپ کے اجداد میں سے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ، ابوسعید خدری، جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ نے استفادہ کیا اور امہات المومنین میں سے حضرت ام سلمہ سے آپ نے حدیث حاصل کی۔ جبکہ تابعین میں سے سعید بن مسیب، ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن ابی رافع اور عطاء بن یسار وغیرہ جیسے جلیل القدر محدثین آپ کے اساتذہ وشیوخ میں سے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے بطور ارسال اپنے اجداد گرامی، امام حسین رضی اللہ عنہ، امام حسن رضی اللہ عنہ اور مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور دیگر صحابہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔ ^۲^

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا آپ کو رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچانا:

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ ابن مدینی نے روایت کیا کہ جب امام باقر رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے تو صحابی رسول حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہ نے ان سے ملاقات کر کے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو سلام بھیجا تھا۔ حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا واقعہ ہے؟ کہنے لگے: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی جھولی میں تھے اور آپ ان سے کھیل کر رہے تھے اس دوران آپ نے فرمایا:

یَا جَابِرُ یُوْلَدُ لَہٗ مَوْلُوْدٌ اِسْمُہٗ عَلِیٌّ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ نَادٰی مُنَادٍ لِیَقُمْ سَیِّدُ الْعَابِدِیْنَ فَیَقُوْمُ وَلَدُہٗ ثُمَّ یُوْلَدُ لَہٗ وَلَدٌ اِسْمُہٗ مُحَمَّدٌ

ا تہذیب التہذیب جلد۵، صفحہ ۲۲۵

۲ تہذیب التہذیب جلد۵ صفحہ ۲۲۵

فَاِنْ اَدْرَكْتَهٗ فَاَقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ

ترجمہ: یعنی اے جابر اس (حسین) کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام علی ہوگا (یعنی امام زین العابدین) اور روز قیامت ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ سید العابدین (عابدوں کا سردار) اٹھے تو اس کا بیٹا اٹھے گا۔ پھر اس (سید العابدین) کے ہاں ایک بیٹا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ اے جابر اگر تم اسے پاؤ تو اسے میرا سلام پہنچانا۔ [1]

شواہد النبوۃ میں اس واقعہ کے اندر یہ اضافہ بھی ہے کہ امام باقر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت ان کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دے کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں محمد بن علی بن حسین ہوں یہ سن کر انہوں نے میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں سلام بھیجا تھا۔ میں نے کہا رسول اللہ ﷺ پر بھی اللہ کی رحمت برکتیں اور صلوٰۃ و سلام ہو۔ پھر میں نے واقعہ پوچھا تو انہوں نے سارا واقعہ سنایا۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ۹۴ ہجری میں مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے اور وہ مدینہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ کی بعض کرامات:

ایک بار آپ خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے پاس سے گزرے وہ اس وقت ایک محل کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ محل خراب و تباہ ہو جائے گا حتیٰ کہ لوگ اس کی مٹی بھی اٹھا لیں گے اور یہ کھنڈر میں تبدیل ہو جائے گا۔ راوی کہتا ہے مجھے آپ کی باتوں پہ بہت تعجب ہوا کہ بادشاہ کا محل کون تباہ کر سکتا ہے۔ آخر جب ہشام کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے ولید بن ہشام کے حکم سے اس محل کو مسمار کر دیا گیا اور وہ کھنڈر بن گیا حتیٰ کہ اس کی مٹی بھی اٹھا کر لے گئے اور حضرت امام کی

[1] الصواعق المحرقہ باب ۱۱ فصل ۳ صفحہ ۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ الحقیقت استنبول

[2] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۱۷

پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ [1]

راوی کہتا ہے ایک بار میں امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ کی ایک وادی میں سفر کر رہا تھا، آپ ایک خچر پہ سوار تھے اتنے میں پہاڑی سے ایک شخص اتر کر آیا اور آپ کے خچر کی نگہبانی کرنے لگا اور ایک بھیڑیا آپ کے خچر کی زین سے اچک کر کھڑا ہو گیا اور وہ آپ سے کچھ کہنے لگا، آپ سنتے رہے۔ کافی دیر بعد آپ نے بھیڑیے سے فرمایا جاؤ تمہارا کام ہو گیا۔ وہ چلا گیا۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا جانتے ہو بھیڑیا کیا کہہ رہا تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا: وہ کہہ رہا تھا: میری جفت (بیوی) اس وقت درد زہ (بچہ جننے کی درد) میں مبتلا ہے۔ دعا کریں اللہ اس کی مشکل آسان کرے اور میری نسل میں سے کسی بھیڑیے کو آپ کے کسی عقیدت مند پر مسلط نہ کرے۔ چنانچہ میں نے دعا کر دی۔ [2]

ایک بزرگ کہتے ہیں مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران مجھے امام محمد باقر کی زیارت کا شوق ہوا میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا۔ رات کو سخت بارش ہوئی جس سے بہت سردی ہو گئی۔ آدھی رات کے بعد میں آپ کے دردولت پہ پہنچا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ابھی دروازہ کھٹکھٹاؤں یا صبح تک صبر کروں تاکہ آپ خود باہر تشریف لائیں۔ اچانک اندر سے آپ کی آواز آئی۔ آپ اپنی لونڈی سے فرما رہے تھے اٹھو فلاں مہمان کے لیے دروازہ کھول دو کیونکہ اسے آج سخت سردی نے ستا رکھا ہے چنانچہ دروازہ کھلا اور میں اندر چلا گیا۔

امام باقر کی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے گہری عقیدت ومحبت:

عروہ بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے ابوجعفر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تلوار کو زیور (سونا چاندی) لگانا جائز ہے؟ انہوں نے فرمایا:

لَا بَأْسَ بِهِ قَدْ حَلّٰى اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ سَيْفَهُ

۱ شواہد النبوۃ صفحہ ۳۱۸

۲ شواہد النبوۃ صفحہ ۳۲۰

اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھی تلوار کو زیور لگایا۔ میں نے کہا: کیا آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں؟ راوی کہتا ہے:

فَوَثَبَ وَثْبَةً وَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَ قَالَ نَعَمِ الصِّدِّيقُ نَعَمِ الصِّدِّيقُ نعم الصديق فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصديق فلا صَدَّقَ اللهُ لَهُ قَوْلًا فِي الدُّنيا وَلَا فِي الاخِرَةِ

ترجمہ: یعنی یہ سن کر امام محمد باقر (غصے سے) اچھل کر کھڑے ہو گئے، اور قبلہ کا رخ کر لیا اور کہا: ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ اس کی کسی بات کو سچا نہ کرے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ ؎

گویا شیعہ عالم علامہ اربلی کی روایت کے مطابق حضرت امام محمد باقر ؓ کے سامنے جب ابوبکر صدیق کے لقب صدیق پر اعتراض کیا گیا تو حضرت امام باقر غصے میں آ گئے اور سخت جلال میں مذکورہ ارشاد فرمایا۔ اس کی روشنی میں اہل تشیع کو اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہیے۔

اسی طرح سالم بن ابو حفصہ کہتے ہیں میں نے امام باقر ؓ اور ان کے بیٹے جعفر بن محمد (امام جعفر صادق) سے پوچھا کہ ابوبکر اور عمر (ؓ) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا:

يَا سَالِمُ تَوَلَّهُمَا وَ ابْرَأْ مِنْ عَدُوِّهِمَا فَإِنَّهُمَا إِمَامَا هُدًى وَ عَنْهُ قَالَ: مَا أَدْرَكْتُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي إِلَّا وَ هُوَ يَتَوَلَّاهُمَا

ترجمہ: یعنی اے سالم تو تم ان دونوں (ابوبکر صدیق و عمر فاروق ؓ) سے محبت رکھو اور ان کے دشمن سے دور رہو کیونکہ وہ دونوں ہدایت کے امام ہیں۔

اور امام باقر نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنے تمام خاندان اہل بیت میں سے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جو ان دونوں سے محبت و عقیدت نہ رکھتا ہو۔ ؎

الحمد للہ: اللہ نے اہل سنت و جماعت کو امام باقر اور تمام اہل بیت کرام والا عقیدہ عطا فرمایا ہے۔

؎ کشف الغمہ ذکر الامام الخامس محمد بن علی جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ طبع منشورات الفجر بیروت۔ تصنیف شیعہ عالم اربلی
؎ تہذیب التہذیب مصنفہ ابن حجر عسقلانی جلد ۵ صفحہ ۲۲۵

وصال:

امام باقر رضی اللہ عنہ کے سال وصال میں روایت کا اختلاف ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے مطابق سب سے معتبر روایت یہ ہے کہ آپ سن ہجری ۱۱۴ میں فوت ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں آپ کا وصال ہوا اور جنت البقیع میں اہل بیت کرام کے حصہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

فصل سوم:

امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما

نام ونسب:

آپ کا نام ونسب یوں ہے:

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب۔ کنیت ابو عبداللہ ہے آپ کا لقب صادق سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام سیدہ ام فروہ رضی اللہ عنہا ہے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق کی بیٹی ہیں۔ یعنی جناب امام جعفر صادق کا تولد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی سے ہوا۔ اور ام فروہ کی ماں یعنی امام جعفر صادق کی نانی کا نام اسماء ہے جو عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق کی بیٹی ہیں۔ [1]

یہی تحقیق اہل تشیع کی سب سے معتبر کتاب اصول کافی میں یوں لکھی ہے:

وُلِدَ اَبُو عَبدِ اللہ سَنَۃَ ثَلَاثٍ وَ ثَمَانِینَ وَ اُمُّہُ اُمُّ فَرْوَۃَ بِنتُ القَاسِمِ بنِ مُحَمَّدِ بنِ اَبِی بَکرٍ وَ اُمُّھَا اَسمَاءُ بِنتُ عَبدِ الرَّحمَانِ بنِ اَبِی بَکرٍ۔

ترجمہ: یعنی حضرت امام جعفر صادق سن ۸۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ ام فروہ

---

[1] تہذیب التہذیب جلد اول صفحہ ۳۸۵، مطبوعہ دار احیاء بیروت

بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر ہے اور ام فروہ کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمان بن ابی بکر ہے۔

اسی طرح مشہور شیعہ عالم علی بن عیسیٰ اربلی نے لکھا:

امه ام فروة وامها اسماء بنت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق
ولذالک قال جعفر علیه السلام ولقد ولدنی ابوبکر مرتین

ترجمہ: یعنی امام جعفر کی والدہ سیدہ ام فروہ ہیں اور ان کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمان بن ابی بکر صدیق ہیں۔

اس لیے امام جعفر صادق نے فرمایا: مجھے ابوبکر صدیق نے دو طرح سے پیدا کیا ہے (یعنی وہ دو رشتوں سے میرے باپ لگتے ہیں۔) [2]

ان دو رشتوں کو آپ اس نقشہ میں یوں دیکھ سکتے ہیں:

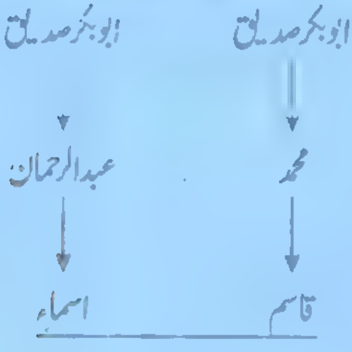

ام فروہ

امام جعفر صادق

اس لیے شیعہ عالم نعمت اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں لکھا ہے کہ اہل تشیع سے دین میں جو غیظ و غضب عمر بن خطاب کے بارے میں ہے وہ ابوبکر بن ابی قحافہ کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ آئمہ اہل بیت کے نسب میں حضرت ابوبکر داخل ہیں۔

[1] اصول کافی کتاب الحجہ باب مولد ابی عبداللہ جعفر صادق صفحہ ۴۷۲ مطبوعہ دار الکتب نجف اشرف
کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۲

تو اہل تشیع کو سوچنا چاہیے کہ امام جعفر صادق کی والدہ ام فروہ کی نسبتیں کیا ہیں وہ امام محمد باقر کی بیوی اور امام زین العابدین کی بہو ہیں اور دوسری طرف وہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی بھی ہیں اور پڑنواسی بھی۔ گویا خاندان اہل بیت اور خاندان صدیق اکبر میں گہرے مراسم ہیں اور امام جعفر صادق سے لے کر امام حسن عسکری تک سب کی رگوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خون شامل ہے۔ تو آج جو شیعہ لوگ خود کو حسینی سادات کہتے ہیں اور ان کا نسب امام جعفر تک جاتا ہے وہ سوچیں کہ وہ کس منہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا کہتے ہیں۔ امام جعفر صادق تو فخر سے کہتے ہیں:

ولدنی ابوبکر مرتین۔

ترجمہ: میں دو لحاظ سے ابوبکر کا بیٹا ہوں۔

کاش اہل تشیع اس بات پہ غور کریں اور تبرا بازی سے باز آئیں۔

ولادت:

امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی ولادت سن ۸۰ ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ آپ نے شہر رسول ﷺ میں زندگی بسر کی۔ عباسی خلیفہ منصور دوانقی نے آپ کو ایک بار بغداد بلوایا۔ آپ گئے اور واپس مدینہ طیبہ آگئے پھر یہیں رہے اور یہیں وصال فرمایا۔

اساتذہ:

آپ نے اجلہ تابعین سے اکتساب علم کیا جس میں آپ کے والد گرامی امام محمد باقر رحمہ اللہ شامل ہیں اور محمد بن منکدر رحمہ اللہ ہیں جو حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص ہیں اور آپ کے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ہیں عطاء بن یسار ہیں عروہ بن زبیر ہیں اور یہ دونوں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد ہیں اسی طرح آپ کے اساتذہ میں حضرت نافع ہیں جو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اور شاگرد خاص ہیں۔

آگے آپ سے علمی استفادہ کرنے والوں میں وقت کے عظیم آئمہ دین اور محدثین شامل ہیں جیسے امام مالک، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، آپ کے بیٹے امام موسیٰ کاظم اور علم

قراءت کے امام حضرت شعبہ و دیگر۔

امام جعفر صادق کی بعض کرامات:

علامہ ابن جوزی نے لیث بن سعد سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حج کے دنوں میں مکہ معظمہ میں ایک دن نماز عصر پڑھی پھر میں جبل ابوقبیس پر چڑھا وہاں ایک شخص مسجد میں روبقبلہ دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ تو جانتا ہے میں بھوکا ہوں اور میں تیرے سوا کسی سے نہیں مانگنا چاہتا اور میرا لباس پرانا ہو گیا ہے میرے پاس دوسرا لباس نہیں ہے اور میں تیرے سوا کسی سے نہیں مانگنا چاہتا۔ پھر اس شخص نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا حتیٰ کہ اس کا سانس پھول گیا۔ ابھی اس کی دعا مکمل نہ ہوئی تھی کہ میں دیکھتا ہوں اس کے پاس دو چادریں پڑی ہیں اور انگوروں کا خوشہ پڑا ہے۔ وہ دعا ختم کر کے انگور کھانے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ کوئی غیبی انگور ہیں اور یہ اللہ کا خاص بندہ ہے میں نے بھی کھانے کی درخواست کی انہوں نے مجھے بھی انگور دیے۔ ان کا ذائقہ ایسا تھا کہ میں نے ایسی لذت کہیں نہیں دیکھی۔ پھر انہوں نے مجھے کہا تم ذرا پرے ہٹو میں لباس بدلنا چاہتا ہوں۔ میں الگ ہو گیا۔ انہوں نے وہی چادریں پہنیں اور پہلے والی چادروں کو ہاتھ میں پکڑ کر نیچے آ گئے۔ جب وہ صفا و مروہ کے درمیان پہنچے تو ایک شخص نے ان سے کہا اے فرزند رسول مجھے لباس کی ضرورت ہے یہ چادریں مجھے عنایت فرمائیں۔ انہوں نے وہ اسے دے دیں۔ میں نے اس سائل سے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں؟ اس نے کہا تم نہیں جانتے یہ امام جعفر صادق ہیں تو میں دنگ رہ گیا۔ پھر میں نے آپ کو تلاش کیا مگر آپ نہ ملے۔ [1]

علامہ ابن جوزی نے یہ واقعہ عیون الحکایات میں بھی لکھا ہے۔

امام جعفر صادق کی کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ جب بنو امیہ کی حکومت کمزور پڑ گئی اور امام حسن مجتبیٰ کے پوتے عبداللہ محض کے دو بیٹے محمد نفس زکیہ اور ابراہیم حصول خلافت کے لیے کوشش کرنے لگے تو انہوں نے سادات کرام کی میٹنگ بلائی امام جعفر صادق کو بھی اس میں بلایا گیا۔ آپ

[1] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۳۱

سے کہا گیا کہ نفس زکیہ کے حق میں بیعت کر لیں۔ آپ نے انکار کیا تو سمجھا گیا کہ شاید آپ ان سے حسد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا واللہ مجھے حسد نہیں ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ خلافت نہ مجھے ملے گی نہ انہیں۔ بلکہ اس زرد چادر والے کو ملے گی۔ آپ نے منصور عباسی کی طرف اشارہ کیا جو اس وقت زرد چادر لیے وہاں بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ خلافت مل گئی مگر ان کی خلافت کے ساتھ لوگ یوں کھیلیں گے جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔ چنانچہ جیسے آپ نے فرمایا اسی طرح ہوا اور کچھ ہی عرصہ بعد عباسی خلافت قائم ہوئی اور منصور عباسی اس کا پہلا باقاعدہ خلیفہ بنا۔[1]

امام جعفر صادق کی خلفاء راشدین سے عقیدت و محبت:

زہیر بن معاویہ کہتے ہیں میرے والد نے امام جعفر سے کہا: میرا ایک پڑوسی آپ کے بارہ میں سمجھتا ہے کہ آپ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو برا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہارے پڑوسی سے بری کرے۔

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّنْفَعَنِی اللّٰہُ بِقَرَابَتِیْ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ

ترجمہ: اللہ کی قسم میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو قرابت حاصل ہے (جس کا ذکر پہلے ہو چکا) اللہ مجھے اس سے نفع دے گا۔[2]

اور پیچھے بھی گزر چکا کہ امام جعفر صادق فخر کے ساتھ کہتے تھے:

وَلَدَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ

ترجمہ: میں دو نسبتوں سے ابوبکر صدیق کا بیٹا ہوں۔

اسی طرح اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب فروع کافی میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا:

قَالَ اَبُوْبَکْرٍ عِنْدَ مَوْتِہٖ حَیْثُ قِیْلَ لَہٗ اَوْصِ فَقَالَ اُوْصِیْ بِالْخُمُسِ وَ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ الثُّلُثَ عِنْدَ مَوْتِہٖ وَ لَوْ عَلِمَ اَنَّ الثُّلُثَ خَیْرٌ لَّہٗ لَاَوْصٰی بِہٖ۔

---

1. الصواعق المحرقہ، صفحہ ۲۸۸ مطبوعہ استنبول
2. تہذیب التہذیب جلد اول صفحہ ۳۸۶

ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی موت کے وقت جب ان سے وصیت کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے کہا میں صرف پانچویں حصے کی وصیت کرتا ہوں حالانکہ وہ جانتے تھے ایک تہائی تک وصیت کی جا سکتی ہے اور اگر وہ تہائی کی وصیت بہتر جانتے تو اس کی وصیت کرتے۔

یعنی امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ ایک تہائی تک وصیت کی اجازت ہے مگر ضروری نہیں کہ تہائی ہی کی وصیت کی جائے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف پانچویں حصے کی وصیت کی۔ اگر ان کے نزدیک تہائی کا وصیت کرنا اچھا کام ہوتا تو وہ ضرور ایسے کر گزرتے۔ یعنی وہ کسی نیکی سے پیچھے رہنے والے نہ تھے۔

پتہ چلا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل کو اپنے لیے اور امت کے لیے حجت سمجھتے تھے اور اس سے استدلال پکڑتے تھے۔

وصال:

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ نے سن ۱۴۸ ہجری میں شوال میں وصال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر ۶۸ برس تھی۔ کہا جاتا ہے کہ منصور کے دور میں آپ کو اس کے حکم سے زہر دے کر شہید کیا گیا۔ بہرحال آپ کو جنت البقیع میں اپنے آباؤ اجداد کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

[1] فروع کافی کتاب المعیشۃ جلد ۵، صفحہ ۶۸ مطبوعہ ایران

فصل چہارم:

امام ابوالحسن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما

نام و نسب:

آپ کا نام و نسب یوں ہے۔

موسیٰ بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید کربلا بن مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم وارضاہم۔ کنیت ابوالحسن ہے و لقب کاظم یعنی غصہ پینے والا۔

ولادت:

آپ سن ۱۲۶ ہجری میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی زندگی گزاری۔ پھر عباسی خلیفہ مہدی نے آپ کو بغداد بلوایا۔ پھر واپس بھیج دیا تو آپ ہارون الرشید کے عہد تک مدینہ طیبہ میں رہے پھر ہارون الرشید ۱۷۹ ہجری میں ماہ رمضان کے عمرہ کے لیے آیا اور امام کاظم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ بغداد لے گیا اور بغداد میں لے جا کر قید میں ڈال دیا۔ اسے ڈر تھا کہ آپ اس کے خلاف بغاوت کر سکتے ہیں چنانچہ آپ نے قید ہی میں وصال فرمایا۔ (آپ کو چند دن قید میں رکھا گیا۔)

آپ کی کرامات:

جب آپ کو پہلی بار عباسی خلیفہ مہدی کے حکم پر گرفتار کر کے بغداد لایا گیا تو مہدی نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت مولا علی مرتضیٰ یہ آیت قرآنی سنا رہے ہیں:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ [1]

ترجمہ: کیا تم سے یہی توقع ہے کہ زمین میں فساد کرو گے اور اپنی رشتہ داریاں کاٹو گے۔

مطلب یہ تھا کہ اے خلیفہ تم نے موسیٰ کاظم کو گرفتار کر کے زمین میں فساد کیا اور رشتہ داری کاٹ ڈالی ہے۔

[1] سورہ محمد، آیت: ۲۲

چنانچہ خلیفہ مہدی نے خواب سے اٹھتے ہی حکم دیا کہ موسیٰ بن جعفر کو میرے پاس لایا جائے جب آپ آئے تو اس نے بڑی گرمجوشی سے آپ سے معانقہ کیا اور عزت و تکریم سے بٹھا کر اپنا خواب سنایا اور کہنے لگا کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ میرے اور میرے بچوں کے خلاف بغاوت کا سلسلہ ترک کر دیں؟ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے ایسا کوئی ارادہ نہیں کیا، ورنہ یہ بات مجھے زیب دیتی ہے۔ خلیفہ مہدی نے کہا آپ صحیح کہتے ہیں پھر اس نے آپ کو بہت سا مال و اسباب دے کر عزت و تکریم کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ کیا۔ ؎1

ابو خالد زبالی کی روایت ہے کہ جب آپ کو پکڑ کر بغداد لے جایا جا رہا تھا اور خلیفہ مہدی کے کارندے آپ کے ساتھ تھے تو راستے میں انہوں نے مقام زبانہ پہ پڑاؤ کیا۔ میں وہاں حاضر خدمت ہوا، آپ کو کچھ چیزوں کی ضرورت تھی فرمایا یہ مجھے خرید کر لا دو۔ میں دوڑ کر وہ چیزیں خرید کر لایا اور پیش کر دیں۔ میں بہت پریشان تھا کہ آپ جیسے عظیم الشان شخص کو پکڑ کر لے جایا جا رہا ہے پتہ نہیں آپ سے کیا سلوک ہوگا۔ آپ نے فرمایا: تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ سنو میں فلاں ماہ کی فلاں تاریخ رات کے وقت تمہارے پاس واپس آجاؤں گا میرا انتظار کرنا۔ میں حیران ہوا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

بہر حال آپ چلے گئے اور میں اس وقت کا شدید انتظار کرنے لگا۔ آخر جب وہ دن آیا تو جو جگہ آپ نے بتائی تھی میں رات کو ادھر جا نکلا۔ مگر وہاں کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ رات کا کچھ حصہ گزرا تو عراق کی جانب سے کچھ لوگ آتے دکھائی دیے میں آگے بڑھا تو دیکھا آپ سب سے آگے خچر پہ سوار تھے میں نے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم کو شک ہونے لگا تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ کی حمد ہے جس نے آپ کو ظالموں کی قید سے آزادی عطا فرمائی۔ ؎2

حضرت امام موسیٰ کاظم کی جلالت علمی:

ایک بار خلیفہ ہارون الرشید نے آپ سے کہا تم لوگ اولاد رسول کہلاتے ہو تم تو اولاد علی المرتضیٰ ہو اولاد رسول کیسے ہو؟ آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی:

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ۔

؎1 شواہد النبوۃ صفحہ ۳۴۶

؎2 نور الابصار صفحہ ۳۴۳، تصنیف شیخ مومن بن حسن شبلنجی

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٥﴾

ترجمہ: یعنی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ہیں اور ہم نیکو کاروں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس علیہم السلام ہیں وہ سب نعمت کے سزاواروں سے ہیں۔ [1]

امام موسیٰ کاظم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کیسے ہیں؟ صرف اپنی والدہ کی وجہ سے ہیں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیدہ مریم کی نسبت سے اولاد ابراہیم ہو سکتے ہیں تو ہم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے اولاد رسول ﷺ کیوں نہیں ہو سکتے؟ خلیفہ ہارون الرشید یہ جواب سن کر مبہوت ہو گیا۔

امام موسیٰ کاظم نے ایک اور آیت پڑھی۔ اللہ فرماتا ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟

ترجمہ: تو کہو ہم اپنے بیٹے لاتے ہیں تم اپنے بیٹے لے آؤ ہم اپنی بیٹیوں لاتے ہیں تم اپنی بیٹیوں لے آؤ ہم خود آتے ہیں تم خود آجاؤ۔ [2]

اس آیت کے تحت نبی اکرم ﷺ حسنین کریمین کو لفظ ابناءنا کے تحت لے کر نکلے یعنی ان کو اپنے بیٹے قرار دیا۔ یعنی اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ اور اس کے رسول نے اولاد رسول ﷺ قرار دیا ہے۔ یہ جواب سن کر خلیفہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ [3]

وصال:

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے بروز جمعۃ المبارک ۲۵ رجب ۱۸۶ ہجری میں بغداد میں وصال فرمایا آپ اس وقت خلیفہ ہارون الرشید کی قید میں تھے۔ بغداد ہی میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ [4]

[1] انعام آیت ۸۵
[2] آل عمران، آیت: ۶۱
[3] الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۰۳
[4] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۲۶

فصل پنجم:

حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

آپ کا نام ونسب یہ ہے:

علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور لقب رضا۔

ولادت:

آپ مدینہ طیبہ میں سن ۱۵۳ ہجری میں ۱۱ ربیع الاول بروز جمعہ پیدا ہوئے یعنی آپ کے دادا امام جعفر صادق کے وصال کے ۳۵ برس بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں ان کا نام اروی یا نجمہ لکھا گیا ہے۔

خلیفہ مامون الرشید کی آپ سے عقیدت:

ہارون الرشید کے بعد اس کا بیٹا مامون خلیفہ بنا سے حضرت امام علی رضا سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی حتیٰ کہ اس نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا اور سن ۲۰۱ ہجری میں اعلان کر دیا کہ اس کے بعد ولی عہد آپ ہیں۔ آپ خلیفہ ہوں گے ور اس پر اس نے شیر لوگوں کو گواہ بنایا مگر افسوس کہ آپ مامون کی حیات ہی میں وصال فرما گئے۔ اس پر مامون نے بے حد افسوس کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مامون بعد میں آپ سے بدظن ہو گیا تھا اس لیے اس نے آپ کو زہر دے دیا۔ مگر یہ بات بعید از قیاس ہے۔

امام علی رضا کی بعض کرامات:

حاکم نے ابوحبیب سے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ ہمارے شہر میں جہاں حجاج کے پڑاؤ

مقام ہے وہاں میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اترے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک تھال پڑا ہے جس میں کھجوریں ہیں جن کو صیحانی کہا جاتا ہے آپ نے مجھے ان میں سے اٹھارہ کھجوریں عطا فرمائیں۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ میں مزید اٹھارہ برس جیوں گا۔ جب اس خواب کو بیس دن گزرے تو امام علی رضا مدینہ طیبہ سے تشریف لائے اور حجاج کے پڑاؤ والے مقام پر مسجد کے قریب اترے۔ لوگ آپ کی زیارت کے لیے دوڑے۔ میں بھی روانہ ہوا۔ آپ اسی جگہ بیٹھے تھے جہاں میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو بیٹھے دیکھا تھا اور آپ کے سامنے وہی کھجوریں پڑی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے سامنے پڑی تھیں۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا آپ نے مجھے اپنے قریب کیا اور ان کھجوروں میں سے کچھ دیں تو وہ پوری اٹھارہ تھیں۔ میں نے کہا کچھ مزید بھی عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ نے اس سے زائد دی تھیں تو میں بھی زائد دے دیتا ہوں۔ [1]

جب خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو ولی عہد مقرر کیا تو اس کے بعد آپ جب بھی خلیفہ کے پاس آتے تو سرکاری خدام دروازے پر لٹکے ہوئے پردے فوراً اٹھا دیتے تاکہ آپ بلا رکے سیدھے اندر تشریف لے جائیں یہ سلسلہ جاری رہا پھر کچھ حاسدوں کو یہ برا لگا وہ کہنے لگے جب آپ آئیں تو وہ پردہ نہیں اٹھائیں گے نہ استقبال کو کھڑے ہوں گے۔ مگر آپ تشریف لائے تو انہوں نے اٹھ کر استقبال بھی کیا اور پردہ بھی اٹھا دیا آپ اندر تشریف لے گئے۔ تب وہ باہم ایک دوسرے کو کوسنے لگے۔ پھر باہم طے کیا کہ آئندہ جب آپ تشریف لائیں تو وہ ڈٹے رہیں گے پردہ نہیں اٹھائیں گے جب آپ آئے تو وہ کھڑے تو ہو گئے مگر پردہ نہ اٹھایا۔ اس وقت خدا نے تیز ہوا چلائی جس نے پردہ خود بخود اٹھا دیا اور آپ اندر چلے گئے۔ پھر ہوا بند ہوگئی جب آپ واپس آئے تو پھر ہوا سے پردہ اٹھ گیا اور آپ باہر نکل آئے۔ تب وہ حاسدین کہنے لگے جسے خدا دوست رکھتا ہو اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی روش درست کرلی۔ [2]

۱۔ الصواعق المحرقہ باب ۱۱ فصل ۳ صفحہ ۲۹۱ مطبوعہ استنبول

۲۔ شواہد النبوۃ صفحہ ۳۴۴

مقام ہے وہاں میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اترے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا، میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک تھال پڑا ہے جس میں کھجوریں ہیں جن کو صیحانی کہا جاتا ہے آپ نے مجھے ان میں سے اٹھارہ کھجوریں عطا فرمائیں۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ میں مزید اٹھارہ برس جیوں گا۔ جب اس خواب کو بیس دن گزرے تو امام علی رضا مدینہ طیبہ سے تشریف لائے اور حجاج کے پڑاو والے مقام پر مسجد کے قریب اترے۔ لوگ آپ کی زیارت کے لیے دوڑے۔ میں بھی حاضر ہوا۔ آپ اسی جگہ بیٹھے تھے جہاں میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کو بیٹھے دیکھا تھا اور آپ کے سامنے وہی کھجوریں پڑی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے سامنے پڑی تھیں۔ میں نے آپ کو سلام عرض کیا آپ نے مجھے اپنے قریب کیا اور ان کھجوروں میں سے کچھ دیں تو وہ پوری اٹھارہ تھیں۔ میں نے کہا کچھ مزید بھی عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ نے اس سے زائد دی تھیں تو میں بھی زائد دے دیتا ہوں۔ [1]

جب خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو ولی عہد مقرر کیا تو اس کے بعد آپ جب بھی خلیفہ کے پاس آتے تو سرکاری خدام دروازے پہ لٹکے ہوئے پردے فوراً اٹھا دیتے تاکہ آپ بلا رکے سیدھے اندر تشریف لے جائیں یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر کچھ حاسدوں کو یہ برا لگا وہ کہنے لگے جب آپ آئیں تو وہ پردہ نہیں اٹھائیں گے نہ استقبال کو کھڑے ہوں گے۔ مگر آپ تشریف لائے تو انہوں نے اٹھ کر استقبال بھی کیا اور پردہ بھی اٹھا دیا۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ تب وہ باہم ایک دوسرے کو کوسنے لگے۔ پھر باہم طے کیا کہ آئندہ جب آپ تشریف لائیں تو وہ ڈٹے رہیں گے پردہ نہیں اٹھائیں گے جب آپ آئے تو وہ کھڑے تو ہو گئے مگر پردہ نہ اٹھایا۔ اس وقت اللہ نے تیز ہوا چلائی جس نے پردہ خود بخود اٹھا دیا اور آپ اندر چلے گئے۔ ساتھ ہی ہوا بند ہو گئی جب آپ واپس آئے تو پھر ہوا سے پردہ اٹھ گیا اور آپ باہر نکل آئے۔ تب وہ خادمین کہنے لگے جسے اللہ دوست رکھتا ہو اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی روش درست کرلی۔ [2]

۱ الصواعق محرقہ باب ۱۱ فصل ۳ صفحہ ۲۹۱ مطبوعہ ملتان

۲ شواہد النبوۃ صفحہ ۳۴۴

امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی جلالت علمی:

آپ ایک مرتبہ نیشاپور تشریف لے گئے۔ آپ کی زیارت کو اس قدر لوگ جمع ہو گئے کہ بازار بھر گئے۔ آپ کے اوپر سائبان تھا جس کی وجہ سے آپ دکھائی نہیں دے رہے تھے، دو حافظ حدیث امام ابو زرعہ رازی اور امام محمد بن اسلم طوسی ساتھ تھے اور ان دونوں محدثین کے ساتھ طلباء علم حدیث کی اتنی بڑی جماعت تھی جس کا شمار ممکن نہیں۔ دونوں محدثین نے آپ سے گذارش کی کہ لوگوں کو زیارت کروائیں اور کوئی حدیث سنائیں جو آپ نے اپنے آباء کرام سے روایت کی ہو۔ آپ نے اپنی سواری کو ٹھہرایا اور خادموں سے کہا کہ سائبان بند کر دیں۔ تب آپ نے اپنی زیارت سے لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ آپ کے بال دو زلفوں کی صورت میں تھے جو آپ کے کندھوں تک آ رہی تھیں۔ آپ کی زیارت کر کے لوگوں میں سے کوئی (خوشی سے) نعرہ زن تھا، کوئی وجد میں گریہ کناں تھا، کچھ لوگ آپ کی سواری کو چوم رہے تھے۔

تب علماء نے پکار کر کہا کہ لوگو چپ ہو جاؤ۔ لوگ چپ ہو گئے دونوں محدثین آپ سے حدیث سن کر لکھنے لگے۔ آپ نے فرمایا:

مجھے میرے باپ امام موسیٰ کاظم نے بتایا ان کو ان کے باپ امام جعفر صادق نے بتایا ان کو ان کے باپ امام محمد باقر نے بتایا ان کو ان کے باپ امام زین العابدین نے بتایا ان کو ان کے باپ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بتایا اور ان کو ان کے باپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مجھے میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ ﷺ نے بتایا آپ نے فرمایا مجھے جبریل امین علیہ السلام نے بتایا انہوں نے کہا میں نے اللہ رب العزت کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِیْ فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ عَذَابِیْ۔

یعنی لا الہ الا اللہ (پورا کلمہ طیبہ) میرا قلعہ ہے جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا وہ میرے قلعہ میں آ گیا اور جو میرے قلعہ میں آ گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

یہ کہہ کر آپ نے پردہ گرادیا۔تب وہ لوگ گنے گئے جنہوں نے یہ حدیث اس وقت لکھی تو ان کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ تھی امام احمد نے کہا: اگر یہ سند کسی مجنون پہ پڑھی جائے تو اس کا جنون جاتا رہے۔[1]

وصال:

آپ نے بروز جمعۃ المبارک ماہ رمضان سن ۲۰۲ ہجری میں خراسان میں وصال فرمایا اور آپ کو خلیفہ ہارون الرشید کے قبہ کے مغربی پہلو میں دفنایا گیا۔

فصل ششم:

حضرت امام محمد تقی بن امام علی رضا رضی اللہ عنہما

نام ونسب:

محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن امام حسین بن مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔آپ کی کنیت ابوجعفر ہے جیسے امام باقر کی کنیت ابوجعفر تھی اسی لیے آپ کو ابوجعفر ثانی بھی کہتے ہیں اور لقب تقی ہے۔

ولادت:

آپ کی ولادت رجب سن ۱۹۵ ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوئی آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام خیزران یا ریحانہ ہے۔

آپ کا علم وفضل:

---

[1] الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۹۲

جب بغداد میں آپ کے والد گرامی کا وصال ہو گیا تو اس کے ایک سال بعد ایک دن آپ بغداد کی ایک گلی میں کھڑے تھے اس وقت آپ کی عمر تیرہ برس تھی۔ اتنے میں خلیفہ مامون الرشید وہاں سے گزرا وہاں اور لڑکے بھی کھیل رہے تھے جب انہوں نے خلیفہ کی سواری دیکھی تو دور دائیں بائیں ہو گئے مگر امام محمد تقیؑ وہیں کھڑے رہے۔ جب خلیفہ قریب آیا تو اس کے دل میں آپ کا رعب اور احترام پیدا ہوا۔ کہنے لگا اے لڑکے جب سارے لڑکے بھاگ گئے تو تم کیوں نہ بھاگے۔ آپ نے فرمایا: اے امیر المومنین راستہ تنگ نہیں ہے کہ مجھے تمہارے لیے گنجائش بنانی پڑے اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ تم سے ڈروں اور تمہارے بارے میں میرا گمان بھی اچھا ہے کہ تم کسی بے گناہ کو نقصان نہیں دیتے۔

خلیفہ مامون کو آپ کے کلام اور حسن صورت نے تعجب میں ڈال دیا۔ کہنے لگا تمہارا کیا نام ہے اور تمہارے والد کا کیا نام ہے؟ آپ نے فرمایا میں محمد ہوں میرے باپ کا نام علی رضا ہے۔ خلیفہ نے پہچان لیا اور آپ کے والد کے لیے رحمت کی دعا کی اور آگے چل دیا۔

اس وقت خلیفہ کے پاس ایک باز تھا جو شکار کے لیے تھا۔ جب خلیفہ آبادی سے باہر نکلا تو اس نے باز کو ایک چکور پر چھوڑا۔ باز نظروں سے غائب ہو گیا۔ جب واپس آیا تو اس کی چونچ میں چکور کی بجائے ایک نیم جان مچھلی تھی۔ خلیفہ کو حیرت ہوئی کہ اس کے منہ میں مچھلی کہاں سے آ گئی۔

جب خلیفہ واپس آیا تو بچے وہیں کھیل رہے تھے اور امام محمد تقیؑ بھی وہیں تھے۔ لڑکے بھاگ گئے مگر حضرت امام کھڑے رہے۔ خلیفہ ان کے قریب آیا۔ کہنے لگا بتاؤ میرے ہاتھوں میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے سمندر میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں جن کو بادشاہوں اور خلفاء کے باز شکار کر لیتے ہیں تاکہ وہ اہل بیت رسول کی اولاد سے امتحان لے سکیں۔ خلیفہ کہنے لگا بیشک تم واقعی امام علی رضا کے بیٹے ہو۔ اس نے آپ کو اپنے ساتھ لے لیا اور آپ کی تعظیم و تکریم میں پوری کوشش کرنے لگا۔

بعد ازاں جوں جوں آپ کا علم و فضل خلیفہ پر ظاہر ہوتا گیا آپ کی عزت و تکریم اس کے دل میں جاگزیں ہوتی گئی۔ آخر اس نے ارادہ کر لیا کہ آپ سے اپنی بیٹی ام فضل کا عقد کر دے حالانکہ ابھی

آپ کی عمر کم تھی۔ مگر عباسی خاندان نے اس کو ایسا کرنے سے روک دیا کہ ایسا نہ ہو کہ خلیفہ آپ کو اس طرح ولی عہد بنا دے جیسے اس نے اس سے قبل آپ کے والد حضرت علی رضا کو داماد اور ولی عہد بنایا تھا۔

خلیفہ نے کہا ہوگا میں اس نوجوان کو اس لیے محبوب رکھتا ہوں کہ یہ علم و معرفت اور حلم و تدبر میں کم سنی کے باوجود سب اہل علم پر فوقیت رکھتا ہے۔ لوگوں کو اس پر یقین نہ آیا کہنے لگے کسی اہل علم کو بلایئے جو اس کا امتحان لے۔ چنانچہ یحییٰ بن اکثم کو بلایا گیا اسے کہا گیا کہ اس نوجوان کو لاجواب کرو تمہیں بہت انعام دیا جائے گا۔

تب وہ سارے خلیفہ کے پاس آئے۔ ابن اکثم بھی ان کے ساتھ تھا اور سب ارکان سلطنت جمع ہو گئے۔ مامون بادشاہ نے حضرت امام محمد تقی کے لیے خوبصورت قالین بچھایا۔ آپ اس پہ بیٹھے۔ یحییٰ بن اکثم آپ سے سوالات کرنے لگا۔ آپ اس کے ہر سوال کا وافی و شافی جواب دیتے گئے۔ آخر وہ خاموش ہو گیا۔ خلیفہ کہنے لگا۔ اے ابوجعفر آپ نے بہترین جوابات دیے ہیں اب اگر آپ چاہیں تو یحییٰ بن اکثم سے کوئی سوال کریں میں خود ایک ہی سوال کروں۔

آپ نے اس سے پوچھا اس مرد کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو ایک عورت کو صبح کے وقت دیکھتا ہے تو وہ اس پر حرام ہوتی ہے پھر دن چڑھے اس پر حلال ہو جاتی ہے۔ پھر ظہر کے وقت حرام ہو جاتی ہے۔ پھر عصر کے وقت حلال ہو جاتی ہے پھر مغرب کے وقت حرام ہو جاتی ہے پھر عشاء کے وقت حلال ہو جاتی ہے پھر آدھی رات کے وقت حرام ہو جاتی ہے اور پھر فجر کے وقت حلال ہو جاتی ہے؟ یہ سن کر یحییٰ بن اکثم کہنے لگا آپ ہی بتائیے میں تو کچھ نہیں جانتا۔

امام محمد تقی نے فرمایا: اس سے مراد وہ لونڈی ہے کہ صبح کے وقت اسے ایک اجنبی مرد نے شہوت سے دیکھا تو وہ اس وقت اس پر حرام تھی۔ اس نے دن چڑھے اسے خرید لیا تو وہ اس پر حلال ہو گئی۔ پھر ظہر کے وقت اسے آزاد کر دیا تو وہ اس پر حرام ہو گئی۔ پھر عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا تو اس پر حلال ہو گئی پھر مغرب کے وقت اس سے ظہار کر لیا تو اس پر حرام ہو گئی۔ پھر عشاء کے وقت ظہار کا کفارہ دے دیا تو اس پر حلال ہو گئی۔ پھر آدھی رات کو اسے طلاق رجعی دے دی تو وہ

اس پر حرام ہوگئی اور فجر کے وقت اس سے رجوع کر لیا۔ (شاید اس کا یہ معنی ہے کہ آدھی رات کو طلاق بائن دے دی پھر فجر کے وقت اس سے نکاح کر لیا) اہل مجلس یہ سن کر دنگ رہ گئے۔

تب خلیفہ مامون نے عباسیوں سے کہا تم جو چیز جانتے تھے کیا اب تم نے جان لی ہے؟" پھر اس نے اسی مجلس میں اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح حضرت امام محمد تقی سے کر دیا۔ آپ بیوی کو لے کر مدینہ طیبہ آگئے۔ پھر ام الفضل نے اپنے والد کو خط لکھا کہ حضرت امام تقی دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ باپ نے جواب بھیجا کہ ہم نے تمہارا نکاح ان سے اس لیے نہیں کیا کہ ان پر حلال کو حرام قرار دو آئندہ ایسا خط نہ لکھنا۔

وصال:

پھر ایک بار آپ اپنی بیوی کو لے کر مدینہ طیبہ سے بغداد گئے۔ وہاں آپ بیمار پڑے اور وہیں وصال فرمایا۔ (ممکن ہے عباسیوں میں سے کسی نے زہر دے دیا ہو کہ شاید ان کو آگے چل کر ولی عہد بنا دیا جائے) تو آپ کو آپ کے دادا امام موسیٰ کاظم ؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۵ برس تھی۔ [1]

آپ کا وصال عباسی خلیفہ معتصم کے دور میں ہوا۔

[1] الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۹۲-۲۹۳

فصل ہفتم:

حضرت امام علی نقی بن امام محمد تقی رضی اللہ عنہما

نام و نسب:

علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن امام حسین بن مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں جن کا نام ثمانہ تھا کہتے ہیں کہ یہ ام الفضل بنت مامون کی لونڈی تھی۔

ولادت:

آپ کی ولادت ۱۳ رجب سن ۲۱۴ ہجری کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

آپ کا جود و سخا:

آپ اپنے علم و فضل اور جود و کرم میں اپنے والد گرامی امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے حقیقی وارث تھے۔

آپ کے جود و سخا پہ یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ آپ کے پاس اہل کوفہ میں سے ایک دیہاتی آیا کہنے لگا۔ حضور میں آپ کے دادا جان مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں۔ میں آپ کے پاس صرف اس لیے آیا ہوں کہ مجھ پر قرض کا بوجھ بہت زیادہ ہو گیا ہے اور ادائیگی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا قرض کتنا ہے؟ کہنے لگا دس ہزار درہم آپ نے فرمایا فکر نہ کرو یہ قرض ادا ہو جائے گا۔ آپ نے اسے تحریر لکھ دی کہ میں نے اس دیہاتی کو دس ہزار درہم قرض دینا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ میرے پاس کسی کھلی محفل میں آنا جب بہت سے لوگ میرے پاس بیٹھے ہوں اور مجھ سے دس ہزار کا مطالبہ کرنا اور ذرا سختی سے کام لینا تو اس نے ایسے ہی کیا وہ آپ کی تحریر لے کر مجمع عام میں آ گیا اور شدت سے قرض کا مطالبہ کرنے لگا۔ آپ نے اس سے تین دن کی مہلت مانگی۔

یہ خبر خلیفہ وقت متوکل کو پہنچی۔ اس نے آپ کو تیس ہزار درہم بھیج دیے۔ جب یہ رقم آئی تو آپ نے وہ ساری اعرابی کو دے دی۔ اس نے کہا حضور میرا قرض دس ہزار ہے۔ باقی تو مجھے زیادہ دی گئی ہے آپ نے فرمایا ان تیس ہزار میں سے ایک درہم بھی نہیں رکھوں گا کیونکہ یہ تمہارے ہی لیے ہے۔ وہ دیہاتی جب واپس گیا تو یہ آیت پڑھ رہا تھا:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ[1]

آپ کی کرامت:

خلیفہ متوکل کے بعض اہل دربار نے آپ کو رسوا کرنے کے لیے ایک شعبدہ باز جادوگر کو جو ہندوستان سے آیا تھا، تیار کیا کہ وہ امام علی نقی کو محفل میں رسوا کرے اسے ہزار درہم دیا جائے گا۔ چنانچہ بادشاہ کی محفل میں کھانا دیا گیا۔ سب کے سامنے کھانا رکھ دیا گیا وہ شعبدہ باز حضرت امام کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ جب آپ نے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو روٹی آگے کھسک گئی۔ تین بار ایسے ہی ہوا سب حاضرین خوب ہنسے۔ امام صاحب نے دیکھا کہ اس جگہ جو قالین بچھا ہوا تھا اس میں شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپ نے اس تصویر کو حکم دیا کہ اس شعبدہ باز کو پکڑ لو وہ تصویر زندہ شیر بن کر کھڑی ہو گئی اور اس شعبدہ باز کو پکڑ کر زمین میں گاڑ دیا۔ پھر واپس اسی طرح قالین میں نقش ہو گئی۔ متوکل نے بڑی عاجزی سے کہا کہ اس غریب کو زمین سے نکال دیں۔ آپ نے فرمایا اسے تم کبھی نہ دیکھو گے۔

وصال:

آپ کا وصال عراق کے شہر سرمن رأی میں جمادی الاخری ۲۵۲ ہجری میں ہوا۔ خلیفہ متوکل نے آپ کو مدینہ طیبہ سے عراق بلوایا تھا۔ اسی دوران آپ کا یہاں وصال ہوا آپ کو آپ کے گھر میں دفن کیا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف ۴۰ برس تھی۔

---

1. شواہد النبوۃ صفحہ ۳۶۲

فصل ہشتم:

امام حسن عسکری بن امام علی نقی رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

حسن عسکری بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین شہید کربلا بن مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کو حسن خالص بھی کہا جاتا ہے اور حسن عسکری بھی۔

ولادت:

آپ کی ولادت سن ۲۳۱ ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سوسن تھا۔

آپ کے اخلاق عالیہ:

آپ مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے مگر آپ کی زیادہ عمر سر من رائی (عراق) میں گزری۔ آپ کی سخاوت بھی اپنے آباء کرام کی طرح معروف تھی۔ ایک حسینی سید محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ کاظم تنگ دستی میں مبتلا تھے وہ آپ کے پاس جاتے ہوئے راستے میں ان کے والد ان سے کہہ رہے تھے اگر امام حسن عسکری نے ہمیں پانچ سو درہم دیے تو ہم دو سو درہم سے کپڑے خرید لیں گے۔ دوسرے سے ہم نے پینے کا سامان اور ایک سو سے دوسری شے ضرورت خرید لیں گے۔ جبکہ انہوں نے کہا کہ اگر امام صاحب نے تین سو درہم دیے تو ایک سو سے کپڑے ایک سو سے کھانا اور ایک سو سے گدھا خرید لیں گے اور کوہستان چلے جائیں گے۔ جب وہ امام حسن عسکری کے پاس گئے تو آپ بہت تکریم سے ملے اور فرمایا تم لوگ ہمیں ملنے کیوں نہیں آتے۔ کہنے لگے میرے والد صاحب نے کہا ہم غریب

لوگ ہیں ہم نہیں چاہتے کہ کوئی سوچے کہ شاہ دیدہ ان کے پاس کچھ لینے جاتے ہیں۔ جب ہم ملاقات کر کے نکلے تو آپ کے غلام نے ہمیں تھیلی دی جس میں پانچ سو درہم تھے۔ غلام نے میرے والد کو تفصیل دیتے ہوئے کہا:

امام صاحب نے فرمایا ہے کہ دو سو ت کپڑے دو سو ت آٹا اور ایک سو سے دیگر ضروری اشیاء خریدنا پھر دوسری تھیلی دی جس میں تین سو درہم تھے اور کہا کہ امام صاحب فرماتے ہیں ایک سو سے آٹا ایک سو سے کپڑے اور ایک سو سے گدھا خریدنا مگر کوہستان نہ جانا۔[1]

یعنی باپ بیٹا دونوں نے جو سوچ تھا امام حسن عسکری نے دونوں کے مطابق ان کو نوازا اور انہوں نے جو باہم گفتگو کی تھی وہ بھی ان کو ساری بتادی۔ یہ آپ کی عظیم کرامت ہے اس کو کشف صدور کہا جاتا ہے۔

ابن خلقان نے لکھا ہے کہ آپ بچپن میں ایک بار کسی جگہ بیٹھے رو رہے تھے جبکہ دوسرے بچے کھیل رہے تھے۔ مشہور صوفی حضرت بہلول وہاں سے گزرے انہوں نے دیکھ کر کہا اے بچے تم کیوں رو رہے ہو کیا تمہارے پاس کھیلنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے؟ کیا میں تمہیں کچھ خرید کر دوں؟ آپ نے فرمایا اے بندۂ خدا ہم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا کیے گئے۔ بہلول نے پوچھا پھر ہم کس لیے پیدا کیے گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہم عبادت کے لیے بنائے گئے ہیں۔ اس نے کہا اس کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، اللہ فرماتا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ: کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟[2]

حضرت بہلول نے آپ سے کہا آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے ان کو چند اشعار سنائے جن میں عبرت خیز بیان تھا۔ اشعار پڑھتے پڑھتے امام حسن عسکری پہ غشی طاری ہوگئی۔ جب آپ کو ہوش

---

[1] شواہد النبوۃ صفحہ ۳۶۳

[2] سورہ مومنون، آیت ۱۱۵

آیا تو حضرت بہلول نے کہا: ابھی تو آپ بچے ہیں آپ کے پاس کوئی گناہ نہیں ہے۔ پھر آپ رو رو کر بے ہوش کیوں ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ میری والدہ جب چولہا جلاتی ہے تو بڑی لکڑیوں کو آگ لگاتی ہے۔ اگر آگ نہ لگے تو چھوٹی لکڑیوں کو آگ لگا کر ان میں ڈالتی ہے تاکہ بڑی لکڑیاں بھی جل اٹھیں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے جہنم کی چھوٹی لکڑی نہ بنا دیا جائے۔ ؎

آپ کا علم و فضل:

جن دنوں آپ کو عباسی خلیفہ معتمد نے گرفتار کر رکھا تھا۔ عراق میں قحط پڑا۔ خلیفہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تین دن مسلسل باہر نکل کر دعا کریں۔ لوگوں نے ایسا کیا مگر بارش نہ ہوئی۔ تب نصاریٰ دعا کے لیے نکلے اس کے ساتھ ان کا راہب تھا وہ جب بھی آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا تو بارش شروع ہو جاتی اس نے تین دن دعا کی تینوں دن بارش ہوئی۔ چنانچہ کئی لوگ شک میں پڑ گئے بلکہ کئی عیسائی ہو گئے۔

خلیفہ نے یہ حالت دیکھی تو امام حسن عسکری کو گھبرا کر بلایا اور عرض کیا کہ اپنے نانا جان محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت کو گمراہی سے بچا لیجیے۔ ایسا نہ ہو کہ سب ہلاک ہو جائیں امام حسن عسکری نے فرمایا: کل سب لوگ میدان میں پھر نکلیں۔ میں سارا شک زائل کر دوں گا ان شاء اللہ۔ چنانچہ خلیفہ کے حکم سے آپ کو قید سے رہا کر کے عزت و تکریم کے ساتھ لایا گیا۔ ادھر عیسائی لوگ اپنے اس راہب کے ساتھ پھر میدان میں نکلے جب اس راہب نے ہاتھ اٹھائے تو آسمان پر بادل امڈ آئے۔ امام حسنؑ نے لپک کر راہب کا ہاتھ پکڑ لیا تو اس میں ایک ہڈی تھی۔ آپ نے اس سے وہ ہڈی لے لی ہے جو اب دعا کرو اس نے ہاتھ اٹھائے مگر کوئی بادل نہ آیا بلکہ جو بادل تھے چلے گئے اور سورج حدیث لوگ حیران ہوئے خلیفہ نے پوچھا اے حسن عسکری یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کسی پیغمبر کا ہے۔ امام حسن کسی طرح اس کو مل گئی ہے اور جب بھی کسی پیغمبر کی ہڈی آسمان کے سامنے پیش کی جائے گی تو بارش برستی ہے ورنہ خود ساختہ ہیں۔ چنانچہ لوگوں کے شبہات دور ہو گئے اور خلیفہ کے ہاں امام حسن عسکری کا مرتبہ

ؑ الصواعق صفحہ ۲۹۴

نے آپ کو رہا کیا اور بقیہ زندگی آپ کی بارگاہ میں تحائف بھیجتا رہا۔[1]

اس حکایت کی توجیہہ یہ ہے کہ قرآن نے قوم بنی اسرائیل نبیوں کو ناحق شہید کرتے تھے۔[2] تو ممکن ہے کسی پیغمبر کو شہید کر کے اس نے جسم سے ہڈی حاصل کی ہو ورنہ قبر کی مٹی تو کسی پیغمبر کے جسم کو کھا نہیں سکتی کیونکہ انبیاء زندہ ہیں۔

وصال:

امام حسن عسکری نے ۲۶۰ ہجری عراق کے شہر سر من رائی میں وصال فرمایا اس وقت آپ کی عمر صرف ۲۸ برس تھی۔ آپ کو آپ کے والد گرامی امام علی نقی ؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

فصل نہم:

امام محمد بن عبداللہ المہدی رحمہ اللہ

امام مہدی رحمہ اللہ قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے حدیث کے مطابق جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو پہلی نماز امام مہدی کے پیچھے ادا کریں گے اور یہ اس لیے ہوگا تاکہ لوگوں کو بتایا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام بطور نبی مبعوث نہیں ہوئے بلکہ امت مصطفیٰ ﷺ میں شامل ہو کر آئے ہیں۔

امام مہدی اس امت کے آخری خلیفہ ہوں گے وہ امام حسن مجتبیٰ ؓ کی نسل سے ہوں گے۔

اہل تشیع کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ امام مہدی حضرت حسن عسکری کے کسی بیٹے کا نام ہے جو غائب ہو گیا ہے اور دنیا کے کسی خفیہ مقام پر حکومت کرتا ہے وہ قرب قیامت میں ظاہر ہوگا اور معاذ اللہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ؓ کو ان کی قبور سے نکال کر ان کی لاشوں کو نذر آتش کرے گا اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو کوڑے مارے گا یہ سب ملحدانہ و کافرانہ خیالات ہیں۔

---

۱ الصواعق المحرقہ صفحہ ۲۹۵

۲ سورۃ بقرہ، آیت: ۶۱

امام مہدی کے بارہ میں احادیث نبویہ:

ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ سے سنا آپ نے فرمایا:

اَلْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ

ترجمہ: مہدی میری ولاد میں سے ہوگا یعنی اولاد فاطمہ سے۔

اس حدیث کو ابن ماجہ، طبرانی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابوداود نے اپنی سنن میں کتاب المہدی کے اندر یہ حدیث بھی درج کی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے اپنے بیٹے حسن کی طرف دیکھا اور کہا:

ان ابنی هذا سَيِّدٌ كما سماه النبي و سَيَخرُجُ من صُلبه رَجُلٌ يُسَمّى باسمِ نبيكم يُشبِهُهُ في الخُلقِ و لا يُشبِهُه في الخَلقِ يَملَأُ الأرضَ عَدلاً.

ترجمہ: یہ بیٹا (حسن) سردار ہے جیسا کہ نبی (رسول اللہ) نے اس کا یہ نام رکھا ہے اور اس کی نسل سے وہ شخص آئے گا جس کا نام تمہارے نبی کے نام والا ہوگا (یعنی محمد) اس کا خُلق آپ جیسا ہوگا مگر خَلق (حلیہ) نہیں وہ ساری زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

حضرت علی کا یہ قول اصل میں حدیث رسول ہے کیونکہ یہ آئندہ کی پیش گوئی ہے جو حضرت علی اپنی طرف سے نہیں دے سکتے اور دوسری احادیث اس کی تائید کرتی ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام مہدی حضرت امام حسن کی اولاد سے ہوں گے۔ اس لیے اہل تشیع کا امام حسن عسکری کے بیٹے کو امام مہدی بنانا پھر انہیں غائب کر دینا اور انہیں آخر زمانہ میں ظاہر کرنا خود ساختہ باتیں ہیں کیونکہ حضرت حسن عسکری تو [illegible] بے اولاد تھے۔

---

1. سنن ابو داؤد شریف کتاب المہدی حدیث ۴۲۸۴
2. العرف الوردی فی اخبار المہدی سیوطی جلد ۲ صفحہ ۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
3. سنن ابو داؤد کتاب المہدی حدیث ۴۲۹۰

محدث نعیم بن حماد اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسن کی اولاد میں سے ایک شخص مشرق کی طرف سے نکلے گا اگر پہاڑ بھی اس کے سامنے آئیں گے تو وہ ان کو گرا دے گا اور ان میں سے راستہ بنائے گا۔[1]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہدی مجھ سے ہے (میری اولاد سے ہے) اس کی پیشانی روشن ہوگی ناک اونچی ہوگی وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ وہ اس سے قبل ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی وہ زمین میں سات برس حکومت کرے گا۔[2]

اس حدیث کو نعیم بن حماد اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر مہدی ان سے کہے گا آئیے آپ نماز پڑھائیں وہ کہیں گے نہیں تم ہی ایک دوسرے کے لیے امیر ہو (یعنی امام ہو) یہ اس امت کی کرامت کے لیے ہے۔

ابونعیم نے حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مِنّا الّذِیْ یُصَلّی عیسی بن مریم خَلْفَہٗ

ترجمہ: ہم (اہل بیت) میں سے وہ بھی ہوگا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔[4]

عیسیٰ علیہ السلام کا امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھنا اس کا اشارہ بخاری و مسلم کی اس متفق علیہ حدیث سے بھی ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ

ترجمہ: تمہارا کیا حال ہوگا جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی

---

1. العرف الوردی فی اخبار المہدی لسیوطی جلد ۲ صفحہ ۶۲
2. سنن ابوداؤد کتاب المہدی حدیث ۴۲۸۵
3. العرف الوردی جلد ۲ صفحہ ۵۵
4. العرف الوری لاخبار المہدی جلد ۲ صفحہ ۶۱

میں سے ہوگا۔ ۱؎

پھر مسلم کی یہ حدیث مزید وضاحت کرتی ہے جو جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری امت میں سے کچھ لوگ ہمیشہ حق پر جہاد کرتے رہیں گے اور کامیاب ہوں گے۔

آگے فرمایا:

فَيَنْزِلُ عيسى ابنُ مريَمَ فَيَقُولُ أميرُهُم تَعَالَ صَلِّ لنا فَيَقُولُ إنَّ بَعْضَكُم على بعضٍ امراء تكرِمَةَ هذه الأمةِ

ترجمہ: پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا آئیے آپ ہمیں نماز پڑھائیں وہ فرمائیں گے نہیں۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے لیے امراء (آئمہ) ہو یہ اس امت کی تکریم کے لیے ہے۔ ۲؎

یعنی یہ اس امت کی عظیم کرامت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے ایک فرد کے پیچھے نماز پڑھیں۔

الغرض امام مہدی آخر زمانہ میں ایک امام ہوں گے جو اہل بیت رسول ﷺ میں سے ہوں گے۔ حسنی سادات میں سے آئیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد ان کے پیچھے ایک نماز پڑھیں گے اور امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مل کر دجال سے جنگ کریں گے اور اسے جہنم میں پہنچائیں گے پھر دونوں مل کر زمین میں عدل و انصاف قائم کریں گے۔ امام مہدی تو صرف سات برس حکومت میں شامل رہیں گے جیسا کہ حدیث میں گزرا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس تک حکومت کریں گے۔ پھر فوت ہوں گے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روضہ رسول ﷺ میں دفن ہوں گے۔

اس بحث کے یعنی یہ جاننا چاہیے کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں کی اولاد میں ہمیشہ ایسے آئمہ دین اور اولیاء کاملین پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے جن کے ذریعہ اللہ دین کو قوت و شوکت عطا فرماتا ہے۔ اہل تشیع نے تو صرف بارہ افراد میں شان اہل بیت کو منحصر کر دیا ہے۔ جبکہ اس

۱؎ بخاری کتاب احادیث الانبیاء حدیث ۳۴۴۹، مسلم کتاب الایمان حدیث ۲۴۴

۲؎ مسلم کتاب الایمان حدیث ۲۴۸

خاندانِ رسالت میں صرف بارہ نہیں ہزاروں لوگ آسمان رشد و ہدایت کے تابندہ و درخشندہ ستارے ہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حضرت عبداللہ محض ہیں جو امام حسن کے پوتے ہیں۔ عظیم محدث ہیں۔ پھر حضرت عبداللہ محض کے بیٹے نفس زکیہ ہیں جن کے عظیم فضائل ہیں بلکہ احادیث میں ان کے بارہ میں اشارات ہیں۔

بلکہ وہ وقت بھی آیا جب اموی خلافت زوال پذیر تھی تو تمام علوی و فاطمی سادات نے اور تمام اولادِ عباسی عم رسول ﷺ نے نفس زکیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو خلافت کے لیے امیدوار و حقدار قرار دیا، جن میں خود امام جعفر صادق رحمہ اللہ بھی تھے۔ مگر حالات نے عجیب کروٹ لی اور آلِ عباس میں سے سفاح نے حکومت قائم کر لی اور نفس زکیہ کو گرفتار کر لیا اور بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ (شیعوں کا ایک فرقہ نفس زکیہ کو امام غائب اور امام مہدی سمجھتا ہے، جو قرب قیامت ظاہر ہوگا)

پھر سادات میں سے حضرت زید بن امام زین العابدین بھی ہیں جن کے بارہ میں بقول ابو الفرج اصفہانی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیش گوئی فرمائی کہ میری نسل میں زید نامی شخص آئے گا کہ روزِ قیامت خود رسول اللہ ﷺ اٹھ کر اس کا استقبال کریں گے۔ [1]

شیعوں کا زیدی فرقہ سمجھتا ہے کہ حضرت زید فوت نہیں ہوئے وہ غائب ہو گئے ہیں وہ امام مہدی ہیں اور قربِ قیامت میں نمودار ہوں گے۔

پھر سادات کرام میں سے حضرت حسین بن علی بن حسن بن ثلث بن حسن مثنی بن امام حسن بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو بہت عابد و زاہد تھے جنہوں نے امام موسیٰ کاظم کے زمانہ میں کوفہ میں حکومت کے خلاف اس طرح خروج کیا تھا جیسے امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں کیا اس لیے ان کو حسین ثانی کہا جاتا ہے۔ شیعان اہل کوفہ نے ان سے بھی اس طرح بے وفائی کی جیسے امام حسین رضی اللہ عنہ سے کی تھی۔ تب سے شیعوں کو رافضہ کہا جاتا ہے یعنی ساتھ چھوڑ دینے والے اور بے وفائی کرنے والے۔

پھر سادات کرام میں سے حضرت امام جعفر صادق کے بیٹے محمد بن جعفر ہیں کتب سیرت میں ان کے کثیر فضائل درج ہیں۔

---

[1] مقاتل الطالبین صفحہ ۱۲۰

پھر ساداتِ کرام میں سے غوث الثقلین نجیب الطرفین حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمہ اللہ ہیں۔ جو سردار اولیاء ہیں جن کے ذریعہ دین اسلام کو نئی زندگی ملی اسی لیے ان کو محی الدین بھی کہا جاتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں لوگ ان کے ہاتھ پہ کفر یا گناہوں سے تائب ہوئے۔

پھر ساداتِ کرام میں سے سیدنا علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے فیض سے سارا برصغیر روشن ہوا اور ہو رہا ہے۔

پھر ساداتِ کرام میں سے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے فیض سے اولیاء چشت کی ایک عظیم جماعت پیدا ہوئی اور ایک جہان ان کے نور ہدایت سے روشن ہوا۔

ساداتِ کرام میں سے ہر زمانہ میں بڑے بڑے محدثین، محققین اور مفسرین پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا اے لوگو میں تم میں قرآن اور اپنی عترت یعنی اپنے اہل بیت چھوڑ رہا ہوں تم جب تک ان سے وابستہ رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور قرآن اور اہلبیت ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے تا آنکہ روز قیامت میرے پاس حوض کوثر پہ پہنچ جائیں گے۔ [1]

مگر حیرت ہے کہ شیعہ فرقہ اہل بیت میں سے صرف بارہ افراد کو سب فضائل کا محور جانتا ہے اور مذکورہ تمام آئمہ دین اور اولیاء کاملین کو کافر وملحد گردانتا ہے۔ یہ حب اہل بیت نہیں بغض اہل بیت ہے۔ الحمدللہ اہل سنت و جماعت اہل بیت رسول ﷺ کے بچے بچے سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔

---

[1] مسلم کتاب الفضائل

دیگر مطبوعات

محقق اسلام علامہ محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

شرح مؤطا امام محمد

تحفہ جعفریہ (5 جلدیں)

فقہ جعفریہ (4 جلدیں)

عقائد جعفریہ (4 جلدیں)

دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ (2 جلدیں)

نور العینین فی ایمان آباء سید الکونین ﷺ

میزان الکتب

تعارف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

منکرین وجوب اللحیہ کا شرعی محاسبہ

قانونچہ رسولیہ

اطیب الحواشی شرح اصول الشاشی

مفسر قرآن علامہ قاری محمد طیب نقشبندی

ابن ماجہ کا عربی حاشیہ بنام اسعاف الحاجہ

دلائل ختم نبوت مع ردِّ قادیانیت

مسئلہ خلافت وشان صحابہ رضی اللہ عنہم

دعا بعد نمازِ جنازہ کا جواز

نبی رحمت ﷺ وعقائد اہل سنت

دلائل النبوۃ (امام ابونعیم اصفہانی)

جشن عید میلاد النبی ﷺ کا جواز

عظمت اہل بیت رسول ﷺ

جمال الوردہ فی شرح قصیدہ بردہ

جشن میلاد النبی ﷺ کا جواز

تفسیر برہان القرآن (زیر طبع)

سیرت خلفائے راشدین از کتب شیعہ (زیر طبع)

الکلام المحمود فی شرح سنن ابوداؤد (زیر طبع)

فضل الھادی فی شرح مسند الحمیدی (زیر طبع)

عطاء الربانی فی شرح جامع الصغیر الطبرانی (زیر طبع)

PRINTEX 0300-4169945

مکتبہ برہان القرآن
مرکز الاویس داتا دربار مارکیٹ لاہور
0321-4298570